بہارِ جنّت

حضرت مولانا محمد جمال الدین صاحب
سنی حنفی نقشبندی [illegible]

مکتبہ غوثیہ لاثانیہ چاہ میراں لاہور، پاکستان

مَنْ یُّرِدِ اللّٰہُ بِہٖ خَیْرًا یُّفَقِّہْہُ فِی الدِّیْنِ

اہلسنّت والجماعت کے صحیح معتقدات و قابلِ حفظ و عمل کا مجموعہ

مُسمّٰی بہ

بہارِ جنّت

مُصنّفہ

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد مہر الدین صاحب سُنی حنفی نقشبندی جماعتی

مکتبہ غوثیہ جماعتیہ لاثانیہ چاہ میراں، لاہور

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں

کتاب . . . . . بہارِ جنّت

مؤلف . . . . . حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد مہرالدین صاحب

کتابت . . . . . محمد شریف منیر رقم

تعداد . . . . . ایک ہزار

طبع اوّل ۱۹۸۱ء

طبع دوم ۱۹۸۳ء

مطبع . . . . . کمبائن پرنٹرز ، لاہور

ناشر . . . . . مکتبہ غوثیہ جماعتیہ لاثانیہ چاہ میراں لاہور

ہدیہ . . . . . روپے

ملنے کے پتے

مکتبہ غوثیہ جماعتیہ لاثانیہ چاہ میراں لاہور

کتب خانہ حامدیہ لال کوٹھی لاہور

نوری کتب خانہ دربار داتا صاحب لاہور

نوریہ رضویہ لال کوٹھی لاہور

مکتبہ نبویہ لال کوٹھی لاہور

مکتبہ نقشبندیہ قادریہ گیلانیہ گورونانک پورہ منڈی چوہڑکانہ ضلع شیخوپورہ

تقدیم

الحمدللہ وکفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفی
خصوصا علی سیدنا محمّدنا المجتبی والہ واصحابہ التقی

امّا بعد

فقیر محمد مہرالدین نقشبندی جماعتی برادرانِ اہلسنت والجماعت کی خدمت میں عرض پرداز ہے کہ حالاتِ زمانہ نے اس طرف متوجہ کیا کہ صحیح مسائل کا ایک مفتی بہا مجموعہ اور واقعی قابل عمل ایک مختصر سا کتابچہ پیشِ خدمت کیا جائے جو دنیا و آخرت میں حصولِ نجات کا ذریعہ ہو۔ کیونکہ آج ہزاروں مسائل چھوٹی اور بڑی کتابوں میں عوام کے سامنے لیے آرہے ہیں۔ جن سے یہ تاثر دیا جارہا ہے۔ کہ یہ سب کچھ مذہب اہلِ سنت والجماعت ہے۔ حالانکہ ایسا نہیں۔ عوام میں یہ بیداری نہیں ہوتی کہ امتیاز کر سکیں۔ جس کی وجہ سے وہ پریشانی میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور صحیح عقائد اور اعمال سے محروم رہتے ہیں۔ لہٰذا یہ کتابچہ جو کہ اہلِ سنت والجماعت کے عقائد و اعمال پر مشتمل ہے۔ اہلِ اسلام کے پیشِ خدمت ہے۔ تاکہ اس کو پڑھ کر اپنے ایمان و عمل کو قابلِ تعریف بنائیں اور اس فقیر کے لیے عافیت دنیا و آخرت اور جادہ اعتدال اہلِ سنت والجماعت پر قائم و دائم رہنے کی دُعا فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے پیارے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے ایمان پر خاتمہ فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

وجہ تالیف

قارئین کرام! میں مسمی میاں محمد علاؤ الدین نقشبندی قادری جماعتی مہروی عرض پرداز ہوں کہ بزرگان دین کی طرف میرا طبعی طور پر رجحان تھا اور اسلامی تاثرات سے ایک خاص وابستگی بھی تھی جس کی وجہ سے میری ذاتی خواہش تھی کہ کوئی مضمون ایسا لکھوں جو کہ ضروری شرعی مسائل پر مشتمل ہو جو کہ میرے لیے ایک صدقہ جاریہ کی صورت رہے۔ لیکن اپنی علمی بے بضاعتی کی وجہ سے جسارت نہ کر سکا لہذا میں نے اپنے شیخ طریقت حضرت علامہ الحاج محمد مہر الدین دامت برکاتہم العالیہ سے التجا کہ آپ میرے لیے ایک مختصر سا مجموعہ جو کہ ضروری شرعی مسائل پہ مشتمل ہو مرتب فرما کر دیں۔ انھوں نے یہ کتابچہ مرتب کر کے مجھ کو عطا فرمایا جس کو حصولِ ثواب کے لیے مکتبہ غوثیہ لاثانیہ چاہ میراں لاہور شائع کر رہا ہے۔ آپ حضرات سے التجا ہے کہ اس کو پڑھ کر دعا فرمائیں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے پیارے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ میں دین و دنیا میں کامیاب فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

فہرست

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
قرآن مجید کی عظمت	۱۵	علوم القرآن	۲۶
ان آیاتِ کریمہ سے کیا ثابت ہوا؟	۱۷	قصص القرآن	۳۷
قرآن مجید انسانی ہدایت کے لیے آخری کتاب ہے		مضامین القرآن	۳۸
ان آیات سے کیا ثابت ہوا؟		تفسیر بالرائے	۳۹
قرآن مجید کے برخلاف حکم	۱۹	قرآن مجید سے احکام کے اثبات و اظہار کی نوعیت	۴۰
قرآن کی تعریف	۲۰	تفسیر کا معنی	۴۲
قرآن مجید کا لفظی اہتمام	۲۱	موضوع مبادی غرض	۴۲
قرآن مجید پڑھنے کے آداب	۲۲	علم تفسیر کے لیے ضروری علوم	۴۲
ظاہری آداب		نسخ قرآن کی حقیقت	۴۴
باطنی آداب	۲۴	عقلی طور پر نسخ جائز ہے	۴۵
قرآن مجید کا حفظ کرنا	۲۵	محکم اور متشابہ	
قرآن مجید کے مجموعی فضائل	۲۵	شرعی احکام ثابت کرنے کی ترتیب	۴۸
قرآن مجید کو ترتیل سے پڑھنے کا مطلب	۲۷	صحابہ کرام اور علمائے ربانی کی طرف رجوع	۴۹
قرآن مجید کے انفرادی فضائل	۳۱		

مضمون	صفحہ
تراجم قرآن مجید	۵۴
قرآن مجید اور بعض کتابوں کے بعض ضروری آداب	۵۵
قرآن مجید سے روگردانی	۵۷
حدیث شریف کی بحث	۵۸
حدیث قرآن مجید کی نظر میں	۵۹
قرآن وحدیث کا باہمی ربط	
حدیث کی صحت اور حجیت کا انکار	
ارشاداتِ نبویہ سے حدیث کی صحت اور حجیت کا ثبوت	۶۹
مرفوع احادیث سے حدیث کی صحت وحجیت کا ثبوت	۷۰
صحابہ اور تابعین سے حدیث کی صحت وحجیت کا ثبوت	۷۲
کتابت حدیث کی ترغیب	
کتابت حدیث اور تاریخ	۷۶
حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کا اہتمام کتابت حدیث	۷۷
علم حدیث پر ابن خلدون کا بیان	۷۷
عقلی طور پر کتابت حدیث کا ثبوت	۷۸

مضمون	صفحہ
کتابت حدیث پر تیسرا قول	
کتابت حدیث پر چوتھا قول	
حدیث مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیا ہے؟	۸۳
حدیث کے اقسام	۸۵
حدیث پر عمل پیرا ہونے کی ضرورت	۸۶
اجماعِ اُمت	۸۷
اجماع کے اقسام	۸۷
قیاس	۸۸
مجتہد اور اس کے اقسام	۸۹
بحث عقیدہ اور اس کی اہمیت۔	۹۰
کیا عقیدہ کی صحت دائمی ضروری ہے؟	۹۳
عقیدہ صحیح ہونے کا معیار	۹۴
عقائد متعلقہ ذات وصفات الٰہیہ	۹۵
تنبیہہ	۱۰۱
عقائد متعلقہ نبوت	۱۰۳
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور دیگر انبیاء کرام سے متعلق تفصیلی کلام	۱۰۴

مضمون	صفحہ
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مختار ہونے کے بعض واقعات	۱۲۶
ایک صحابی کو شش ماہہ بکری کا بچہ قربانی کرنے کی اجازت دے دی	۱۲۶
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صدقہ اُمت کے بعض خصوصیات	۱۳۱
تنبیہہ	۱۳۴
عقائد متعلقہ ملائکہ کرام	۱۳۵
عالم برزخ کا بیان	۱۳۷
معاد حشر کا بیان	۱۴۲
جنت کا بیان	۱۵۵
دوزخ کا بیان	۱۵۹
ایمان وکفر کا بیان	۱۶۳
امامت کا بیان	۱۵۷
وضو کا بیان	۱۷۳
وضو کی سنتیں	۱۷۶
اعضاء کے دھوتے وقت کیا پڑھنا چاہیئے	۱۷۷
مکروہاتِ وضو	۱۷۸
غسل کا بیان	۱۷۸
غسل کے مسائل	۱۷۹

مضمون	صفحہ
غسل کی سنتیں	۱۸۱
غسل واجب کس سے ہوتا ہے	۱۸۲
پانی کا بیان	۱۸۳
وضو کس پانی سے جائز و ناجائز ہے	۱۸۳
کنوئیں کا بیان	۱۸۴
آدمی اور جانوروں کے جھوٹے کا بیان	۱۸۶
تیمم کا بیان	۱۸۷
تیمم کے مسائل	۱۸۸
تیمم کا طریقہ	۱۸۹
تیمم کی سنتیں	۱۹۱
تیمم کن چیزوں سے ہوتا ہے	۱۹۱
تیمم کس سے ٹوٹتا ہے	۱۹۲
موزہ پر مسح کرنے کے مسائل	۱۹۲
مسح میں فرائض	۱۹۳
مسح کس سے ٹوٹتا ہے	۱۹۴
ناپاک چیزوں کے پاک کرنے کا طریقہ	۱۹۵
استنجا کے متعلق مسائل	۱۹۷
نماز کا ذکر	۱۹۹

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
نماز کے مسائل	۲۰۰	جمعہ کا بیان	۲۱۵
مسجد کے آداب و مسائل	۲۰۱	فضائل روز جمعہ	۲۱۶
دعا و ذکر کا بیان	۲۰۲	فضائل نماز جمعہ	۲۱۷
بعض نفلی نمازوں کا ذکر	۲۰۳	جمعہ چھوڑنے پر وعید	۲۱۷
نماز تحیۃ الوضوء	۲۰۳	جمعہ میں اول جانے کا ثبوت۔	۲۱۸
نماز اشراق	۲۰۳		
نماز چاشت	۲۰۳	جمعہ کے مسائل	۲۱۹
نماز سفر	۲۰۴	ادا جمعہ کے لیے شرطیں	۲۱۹
نماز تہجد	۲۰۴	جمعہ کے شب و روز کے بعض اعمال	۲۲۵
نماز تسبیح	۲۰۵		
نماز حاجت	۲۰۵	بیماری کا علاج	۲۲۵
نماز صلوٰۃ الاسرار	۲۰۶	عارضی بیماریوں پر صبر کرنے پر اجر و ثواب	۲۲۷
نماز توبہ	۲۰۷		
عیدین کا بیان	۲۰۷	مریض کی بیمار پرسی کا بیان	۲۲۸
مسائل عیدین	۲۰۸	موت آنے کا بیان	۲۲۹
نماز عید کا وقت	۲۰۹	موت سے متعلق مسائل	۲۳۰
نماز عید کا طریقہ	۲۰۹	میت کو نہلانے کا بیان	
گہن کی نماز کا بیان	۲۱۱	کفن کا بیان	۲۳۱
نماز استسقا کا بیان	۲۱۲	کفن پہنانے کا طریقہ	۲۳۲
نماز خوف کا بیان	۲۱۳	جنازہ لے چلنے کا بیان	۲۳۶
مسائل نماز کا خوف	۲۱۴	نماز جنازہ کا بیان	۲۳۸

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
نماز جنازہ کا طریقہ	۲۴۰	لیلۃ القدر	۲۶۲
قبر و دفن کا بیان	۲۴۳	شوال کے روزے	۲۶۲
زیارت قبور	۲۴۶	صدقۂ فطر	۲۶۲
زیارتِ قبور کا طریقہ	۲۴۷	ترکیب نماز عید الفطر	۲۶۳
دفن کے بعد تلقین	۲۴۸	نفلی روزوں کا ثواب	۲۶۳
تعزیت کا بیان	۲۴۹	نفلی روزے	
ناجائز سوگ پر احادیث میں وعید	۲۵۱	زکوٰۃ کا بیان	۲۶۴
روزہ کا بیان	۲۵۲	مسائل زکوٰۃ	۲۶۷
روزہ نہ رکھنے کے شرعی عذر	۲۵۴	شرائط وجوبِ زکوٰۃ	۲۶۹
روزہ توڑنا گناہ ہے	۲۵۴	عاشر کا بیان	۲۷۰
روزہ کی نیت	۲۵۵	کان اور دفینہ کا بیان	۲۷۳
روزہ کے مکروہات	۲۵۵	زراعت اور پھلوں کی زکوٰۃ	۲۷۴
ان صورتوں میں روزہ فاسد نہ ہوگا۔	۲۵۶	عشر کی شرائط	۲۷۵
روزہ کو توڑنے والی چیزیں	۲۵۶	زکوٰۃ کن کو دی جائے	۲۷۷
روزہ کا فدیہ	۲۵۷	حج کے معمولات	
روزوں کا کفارہ	۲۵۷	حج کا بیان	
صدقۂ فطر	۲۵۸	حج کی حقیقت	۲۸۷
افطار روزہ	۲۵۸	حج کی حکمت و فوائد	۲۸۹
مسائل تراویح	۲۵۸	حج کے ارکان و فرائض	
احکام اعتکاف	۲۶۱	احادیث منورہ سے حج کی فضیلت	۲۹۵

مضمون	صفحہ
استطاعت کے باوجود حج نہ کرنے پر وعید	۲۹۷
حج واجب ہونے کی شرائط	۲۹۸
شرائط ادائے حج	۳۰۱
صحت ادائے حج کے لیے شرطیں	۳۰۲
حج فرض ادا ہونے کی نو شرطیں	۳۰۳
حج کے فرائض وارکان	۳۰۳
حج کے واجبات	۳۰۴
واجبات کے ترک کا کفارہ	۳۰۵
حج کی سنتیں	۳۰۵
آداب سفر و مقدمات حج کا بیان	۳۰۶
احرام کے فضائل	۳۰۸
احرام	
احرام باندھنے کا مسنون طریقہ	۳۰۹
احرام باندھنے کا مقام و تعیین میقات	۳۱۰
عورتوں کا احرام اور ان کے خصوصی مسائل	۳۱۲
بچوں کا حج	۳۱۳
احرام کے بعض ضروری مسائل	۳۱۳
احرام کی ایک اور صورت	۳۱۴
وہ باتیں جو احرام میں حرام ہیں	۳۱۵
احرام کے مکروہات	۳۱۵
یہ باتیں احرام میں ناجائز ہیں۔	۳۱۶
داخلی حرم محترم و مکہ معظمہ و مسجد حرام	۳۱۷
داخلی حرم کے احکام	۳۱۸
طواف وسعی صفا و مروہ وعمرہ کا بیان	۳۱۹
بعض ضروری احکام کا بیان	۳۲۱
آٹھویں ذوالحجہ سے حجاج کیا کریں؟	۳۲۲
نفلی طواف میں یہ باتیں حرام ہیں۔	۳۲۴

مضمون	صفحہ
یہ باتیں احرام میں مکروہ ہیں	۳۲۵
یہ باتیں طواف وسعی ہر دو میں مباح ہیں۔	۳۲۵
سعی میں یہ باتیں مکروہ ہیں۔	۳۲۵
عورتیں بعض اُمور میں مخصوص ہیں۔	۳۲۵
منٰی کی روانگی اور عرفہ کا وقوف۔	۳۲۶
وقوف عرفہ کی سنتیں	۳۳۰
یہاں یہ باتیں مکروہ ہیں	۳۳۱
وقوف کے مسائل	۳۳۲
مزدلفہ کی روانگی اور اس کا وقوف۔	۳۳۳
منٰی کے اعمال اور صبح کے بقیہ افعال۔	۳۳۵
رمی میں یہ چیزیں مکروہ ہیں۔	۳۴۰
قرآن کا بیان	۳۴۲
حج تمتع کا بیان	۳۴۳
حج تمتع کے شرائط	۳۴۴
حج محصر کا بیان	۳۴۵
حج فوت ہونے کا بیان	۳۴۶
حج بدل کا بیان	۳۴۷
حج بدل کے شرائط	۳۴۷
ہدی کا بیان	۳۴۸
حج کی منت کا بیان	۳۴۹
فضائل مدینہ طیبہ	۳۵۰
حاضری دربار مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم	۳۵۲
حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر سلام	۳۵۵
مختلف مسائل	
کفارہ و فدیہ دینے کی ترغیب	۳۵۸
کفارہ کی تعریف	۳۵۸
کفارہ یا فدیہ کا بیان	۳۵۹
وجوب کفارہ کا بیان	۳۵۹
فدیہ اور کفارہ دینے کا طریقہ	۳۵۹
اسقاط فدیہ کا حیلہ	۳۶۱

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
حیلہ اسقاط فدیہ کا ثبوت قرآن مجید سے	۳۶۱	شراب نوشی و دیگر منشیات کی حرمت	۳۷۷
فدیہ کب دینا چاہیئے	۳۶۲	کھانے پر قرآن پڑھنا جائز	۳۸۹
کیا اجنبی فدیہ دے سکتا ہے؟	۳۶۲	فاتحہ مروجہ و نذر نیاز	۳۸۰
ضروری تنبیہ	۳۶۲	تبرک فاتحہ کا استعمال	۳۸۲
حیلہ شرعی کا ثبوت	۳۶۲	بیعت ہونے کے شرائط	
قضاء عمری	۳۶۳	چاندی سونے سے متعلق بعض احکام	
قبر پر قرآن خوانی	۳۶۵	نیک کاموں کے لیے وقت مقرر کرنا جائز	
قبر پر اذان دینا	۳۶۶	فاتحہ کے وقت کھانا سامنے رکھنا	
عرس کا ثبوت	۳۶۷	مَا اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ پر بحث	
قبر کی طرف سفر	۳۶۹	طریقت شریعت کے خلاف نہیں۔	
کفنی الفی لکھنے کا جواز	۳۷۰		
اولیاء کرام کے نام پر جانور پالنا۔	۳۷۳		
بزرگوں کے ہاتھ پاؤں چومنا اور تبرکات کی تعظیم کرنا۔	۳۷۴		

ماٰخذ و مراجع

نام کتاب	نام کتاب	نام کتاب
تفسیر بیضاوی	تفسیر سند الفردوس	مشکوٰۃ
" جلالین	منہاج السنۃ	موطا
" معالم التنزیل	ابو نعیم	اوسط طبرانی
" خازن	اشعۃ اللمعات	ابن مردویہ
" مظہری	موضح القرآن	طبرانی فی الکبیر
" حقانی	بخاری	دار قطنی
" کبیر	مسلم	ترغیب
" ترجمان القرآن	ترمذی	ابن خزیمہ
للطائف البیان	ابن ماجہ	ابن ابی شیبہ
" مدارک	نسائی	مرقات
" مواہب الرحمٰن	ابو داؤد	نخبۃ الفکر
" احمدیہ	مسند امام احمد	طبقات ابن سعد
" روح البیان	ابن حبان	شرح السنۃ
" نعیمی	دارمی	شرح شفا
" کنز الایمان	طبرانی	مواہب لدنیہ
" عزیزی	بیہقی	کلمات طیبات

نام کتاب	نام کتاب	نام کتاب
نوادر	بہجۃ الاسرار	خصائص الکبریٰ
فتاویٰ بزازیہ	تنویر الابصار	سبیل الرشاد
فتاویٰ عزیزیہ	اخبار الاخیار	تاریخ اسلام
〃 رشیدیہ	مفردات راغب	حسامی
〃 عالمگیریہ	شرح المعارف	نورالانوار
〃 رضویہ	تنبیہہ الغافلین	مسلم الثبوت
〃 قاری الہدایۃ	فضائل القرآن	مقدمہ بخاری و مسلم
فیصلہ ہفت مسئلہ	کیمیائے سعادت	سیف چشتیائی
تذکرۃ الحفاظ ذہبی	ازالۃ الخفاء	فوزالکبیر
کلمات طیبات فارسی	درمختار	مطلع العلوم
مقالات مظہری	ہدایہ	توضیح تلویح
فیض الحرمین	ردالمختار	خیرات الحسان
شرح مکتوبات	عقائد نسفی	جوہرہ نیرہ
سبیل الرشاد	خانیہ	مستدرک
مدارج شریف	جامع بیان العلم	تاتارخانیہ
مجمع الزواید	تاریخ اسلام	جامع الفتاویٰ
ابن خلدون	مجمع الزواید	توشیح
غنیۃ الطالبین	فتوحات وہبیہ	بہار شریعت
فتح القدیر	شرح اربعین نووی	کشف المحجوب
کشف الغطاء	شرح الصدور	
جامع الرموز	المیزان الکبریٰ	

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

قرآن مجید کی عظمت

(۱) وَلَئِنِ اجۡتَمَعَتِ الۡاِنۡسُ وَالۡجِنُّ عَلٰۤی اَنۡ یَّاۡتُوۡا بِمِثۡلِ ہٰذَا الۡقُرۡاٰنِ لَا یَاۡتُوۡنَ بِمِثۡلِہٖ وَلَوۡ کَانَ بَعۡضُہُمۡ لِبَعۡضٍ ظَہِیۡرًا۔
(قرآن)

ترجمہ: "اور اگر تمام انسان اور جن جمع ہو کر اس قرآن مجید کی مثل لانا چاہیں تو نہیں لاسکتے گو ایک دوسرے کی بھرپور کریں"

(۲) لَوۡ اَنۡزَلۡنَا ہٰذَا الۡقُرۡاٰنَ عَلٰی جَبَلٍ لَّرَاَیۡتَہٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنۡ خَشۡیَۃِ اللّٰہِ - پارہ 28 رکوع (قرآن)

ترجمہ: "اگر ہم قرآن مجید کو کسی پہاڑ پر نازل کرتے تو وہ خدا کے خوف سے ڈر کر گر بے ہو جاتا"

(۳) وَہٰذَا کِتٰبٌ اَنۡزَلۡنٰہُ مُبٰرَکٌ مُّصَدِّقُ الَّذِیۡ بَیۡنَ یَدَیۡہِ وَلِتُنۡذِرَ اُمَّ الۡقُرٰی وَمَنۡ حَوۡلَہَا پارہ ۷ رکوع 17 (قرآن)

ترجمہ: "یہ وہ برکت والی کتاب ہے جس کو ہم نے اس انداز پر نازل کیا ہے کہ اس سے پیشتر سب آسمانی کتابوں کی تصدیق اور توثیق کرے تاکہ تو اہل مکہ اور اس کے ماحول کو ڈرائے"

(۴) وَنَزَّلۡنَا فِی الۡکِتٰبِ مِنۡ شَیۡءٍ

ترجمہ: "ہم نے اس کتاب میں سب کچھ بیان کر دیا ہے"

(۵) اِنَّ هٰذَا لَفِی الصُّحُفِ الْاُوْلٰى صُحُفِ اِبْرٰهِیْمَ وَمُوْسٰى

ترجمہ: "بلاشبہ یہ جو کچھ قرآن بیان کر رہا ہے وہ مجموعی طور پر سب آسمانی کتابوں میں موجود ہے۔ (پارہ ۲، ص، رکوع ۱۵) (قرآن)

(۶) لَا رَیْبَ فِیْهِ (ترجمہ) "اس میں شبہ کی گنجائش ہی نہیں۔" (قرآن)

ان آیاتِ کریمہ سے کیا ثابت ہوا؟

(ا) یہ کہ قرآن مجید اپنی فصاحت و بلاغت میں حسن ترتیب میں اور واقعات حاضرہ و غائبہ کے بیان اور اظہارِ حقائق میں انفرادی یا مجموعی طور پر ضروریات حیات و ممات کی تشریح میں ملی و ملکی قواعد و ضوابط کی تحقیق میں وہ بے مثل کتاب ہے کہ جنوں اور انسانوں سے ایسی کتاب لانا محال ہے۔

(ب) قرآن مجید اپنے اندر صداقت و امانت کا وہ جلال رکھتا ہے کہ پہاڑوں جیسی جسیم چیزیں اس کے رُوبرو ٹھہر نہیں سکتیں۔

(ج) یہ قرآن مجید برکت بھری کتاب ہے جس کا پڑھنا ہر وجہ پر مفید ہے۔

(د) قرآن مجید میں ہر چیز کا حکم موجود ہے ہر وہ انسان جو کہ دیکھنے کی استعداد رکھتا ہے وہ ہر چیز کو قرآن میں ملاحظہ کر سکتا ہے۔

(س) قرآن جن اُمور کو بیان کرتا ہے وہ اجمالی یا تفصیلی طور پر اور انفرادی یا مجموعی طور پر پہلی کتابوں میں مذکور ہیں۔ یعنی قرآن مجید نے کسی غیر واقعی چیز کو بیان نہیں کیا بلکہ اس کے جملہ مندرجات کتب سابقہ سے ہی محقق و ثابت ہیں۔

خلاصہ: یہ کہ قرآن مجید اپنی نوعیت کی ایک بے مثل لاجواب و قطعی اور شاندار کتاب ہے جس کا نام ہر سلیم الفطرت انسان کا طبعی تقاضا ہونا چاہیئے۔

قرآن مجید انسانی ہدایت کیلئے آخری کتاب ہے

(۱) فَبِاَیِّ حَدِیْثٍۢ بَعْدَهٗ یُؤْمِنُوْنَ (پارہ ۲۹، رکوع ۲۲)

(ترجمہ) قرآن مجید کے آجانے کے بعد اور کون سی کتاب آئے گی جس پر وہ ایمان لائیں گے۔

(۲) فَبِاَیِّ حَدِیْثٍۢ بَعْدَ اللّٰهِ یُؤْمِنُوْنَ

ترجمہ: "اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے حکم اور اس کی آیات کریمہ یعنی قرآن کے بعد کونسی کتاب نازل ہو گی جس پر ایمان لائیں گے۔"

(۳) تَبٰرَكَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِیَكُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرًا (پارہ ۱۸، رکوع ۱)

ترجمہ: "کتنی برکت والی ہے وہ ذات جس نے اپنے بندے (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) پر فرقان نازل فرمایا تاکہ یہ سب جہانوں کے لیے ڈرانے والا ثابت ہو۔"

(۴) قُلْ یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْكُمْ جَمِیْعًا

ترجمہ: "فرما دیجئے لوگو میں تم سب کی طرف ہدایت کرنے کے لیے رسول ہوں۔"

(۵) قُلْ اِنَّ هُدَى اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰى (پارہ ۲، رکوع ۱۴)

ترجمہ: "فرما دیجئے کہ اللہ کی ہدایت درحقیقت وہی ہدایت ہے (جو کہ بصورت قرآن مجید نازل کی گئی۔

اِن آیات سے کیا ثابت ہوا؟

(ا) اے اللہ کے کلام کا انکار کرنے والو قرآن مجید کے بعد کون سی کتاب آئے گی۔ جس پر تم ایمان لاؤ گے یعنی قرآن مجید انسانی ہدایت کے لیے آخری کتاب ہے اس کو چھوڑنا بدقسمتی ہے۔

(ب) اللہ تبارک و تعالیٰ نے قرآن مجید کو اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا ہے تاکہ آپ اس کے ذریعہ سب جہانوں کو سفلی ہوں یا علوی، خاکی ہوں یا نوری، بری ہوں یا بحری سب کو اللہ کے عذاب سے ڈرائیں۔

(ج) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب کی طرف نبی و رسول ہیں جس سے ثابت ہوا کہ آپ کی کتاب سب کی طرف ہے اور اس کے علاوہ اور کوئی کتاب نہ ہو گی۔

(د) ہدایت کی حقیقت وہی ہے جو کہ خداوند کریم کے ارشادات میں ثابت ہے اور قرآن مجید کی صورت میں نازل کی گئی ہے۔

خلاصہ یہ کہ قرآن مجید ہدایت کے لیے کامل و مکمل اور آخری کتاب ہے۔ اس کے علاوہ سب گمراہی اور جہالت۔ قرآن مجید کے آنے کے بعد پہلی ساری آسمانی کتابیں بلکہ دنیا بھر کی سابقہ ہوں یا لاحقہ سب کی سب منسوخ اور ناقابلِ عمل ہیں۔ ان پر عمل درآمد ناجائز ہے۔ اور نجات کے لیے غیر مکتفی ہے جو شخص ان پر عمل کرے گا اور یہ اُمید رکھے گا کہ یہ میری نجات کا ذریعہ اور سبب ہے۔ وہ سخت غلطی پر ہے چنانچہ حدیث شریف میں ہے: عَنْ جَابِرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ حِيْنَ اَتَاهُ عُمَرُ فَقَالَ اِنَّا نَسْمَعُ اَحَادِيْثَ مِنْ يَهُوْدَ تُعْجِبُنَا اَفَتَرٰى اَنْ نَكْتُبَ بَعْضَهَا فَقَالَ اَمُتَهَوِّكُوْنَ اَنْتُمْ كَمَا تَهَوَّكَتِ الْيَهُوْدُ وَالنَّصٰرٰى لَقَدْ جِئْتُكُمْ بِهَا بَيْضَاءَ نَقِيَّةً وَلَوْ كَانَ مُوْسٰى حَيًّا مَا وَسِعَهٗ اِلَّا اتِّبَاعِيْ۔ (رواه احمد والبيهقى)

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت فرمایا جبکہ عمر رضی اللہ عنہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ پس کہا کہ ہم یہودیوں سے ایسی حدیثیں سنتے ہیں جو کہ افادی طور پر ہم کو تعجب میں ڈال دیتی ہیں کیا ان سے بعض حدیثیں ہم نوٹ کر لیا کریں؟ پس آپ نے فرمایا کہ تم یہودیوں اور عیسائیوں کی طرح حیران و سرگرداں ہو۔ میں تمہاری ہدایت کے لیے ایک ستھری اور روشن طریق نجات لے کر آیا ہوں (جو تمہاری نجات کے لیے از بس کافی ہے) حقیقت یہ ہے کہ اگر خود حضرت موسیٰ علیہ السلام زندہ ہوتے تو وہ بھی اپنی نجات کے لیے میری تابعداری کرنے پر مجبور ہوتے۔

اور دوسری حدیث میں یوں آیا ہے: وَالَّذِيْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهٖ لَوْ بَدَا لَكُمْ مُوْسٰى فَاتَّبَعْتُمُوْهُ وَتَرَكْتُمُوْنِيْ لَضَلَلْتُمْ عَنْ سَوَاءِ السَّبِيْلِ وَلَوْ كَانَ مُوْسٰى حَيًّا وَاَدْرَكَ نُبُوَّتِيْ لَاتَّبَعَنِيْ (رواه الدارمى)

ترجمہ: آپ نے فرمایا جس کے قبضہ قدرت میں محمد کی جان ہے (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اس کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر تم نے مجھے چھوڑ کر موسیٰ علیہ السلام کی اتباع اور پیروی کی تو یاد رکھو تم سیدھے راستہ سے گمراہ ہو جاؤ گے اور اگر موسیٰ علیہ السلام زندہ ہوتے اور میرا زمانہ نبوت پا لیتے تو وہ ضرور میری ہی فرمانبرداری کرتے۔

برادران کرام: صاف ثابت ہے کہ قرآن مجید کے بعد اور کسی آسمانی کتاب کی پیروی جائز نہیں اور ان پر اب عمل کرنے والا صراطِ مستقیم پر ہرگز نہیں بلکہ گمراہی اور جہنم کی راہ پر جا رہا ہے۔

نیز اس سے یہ واضح ہو گیا کہ قرآن مجید کے نازل ہونے کے بعد جب پہلی آسمانی کتابیں اور صحیفے قابلِ عمل نہ رہے بلکہ ان پر چلنے والا جہنم اور دوزخ کی طرف جا رہا ہے تو قرآن مجید اور حدیث پاک کے خلاف بندوں کی اور بنائی ہوئی کتابیں اور ناولیں اور خیالات وضوابط و قواعد وغیرہ بطریق اولیٰ قابل قبول نہ ہوں گے اور شریعت کے خلاف ان کی اتباع سخت ناجائز اور حرام ہو گی۔ عام ازیں کہ وہ کسی مسلمان کے نظریات ہوں یا کسی غیر مسلم کے ہر طرح سے ان کی پیروی کرنا جائز اور ضروری نہیں بلکہ حرام ہے۔

قرآن مجید کے برخلاف حکم

(۱) فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖۤ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ (قرآن)

ترجمہ: پس چاہیے کہ ایسے لوگ جو کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں اس سے ڈریں کہ ان کو کوئی فتنہ یا دردناک عذاب نہ پہنچ جائے۔

(۲) مَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ

(۳) مَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ

(۴) مَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ (قرآن)

ان تین آیات کا ترجمہ یہ ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی نازل کی ہوئی کتاب کی روشنی میں ارادہ حکم نہیں کرتا وہ کافر اور ظالم اور فاسق ہے۔

(۵) مَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ۔ پارہ ۳ رکوع ۱۷ (قرآن)

(ترجمہ) جو شخص اسلام کے علاوہ اور کوئی دین اختیار کرے گا وہ اللہ کے دربار میں ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا اور وہ آخرت میں گھاٹے والوں سے ہوگا۔

(۶) يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَحَاكَمُوْا اِلَى الطَّاغُوْتِ وَقَدْ اُمِرُوْا اَنْ يَّكْفُرُوْا بِهٖ۔ پارہ ۵ رکوع ۶ (قرآن)

(ترجمہ) ارادہ یہ کرتے ہیں کہ اپنے جملہ فیصلہ جات خدا کے علاوہ شیطانوں اور کافروں کی طرف لے جائیں حالانکہ ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ امر کیا گیا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے علاوہ اور کسی غیر شرعی حکم کی پیروی نہ کریں۔

خلاصہ یہ کہ اللہ تعالیٰ کا ہی حکم قابل عمل ہے اور جو اس کی مخالفت کرے گا وہ انتہائی طور پر ناشکر گزار اور ظالم اور فاسق ہوگا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ہی احکام کی پیروی اور عمل کرنے کی تاکید ہے اور کہا ہے کہ کسی غیر شرعی حکم کی طرف نہ جھکیں اور شیطان اور مخالف شرع کسی کی حکومت تسلیم نہ کریں ورنہ نہ صرف یہ کہ دنیا میں ذلت و رسوائی ہوگی بلکہ قبر و قیامت میں غیر معمولی مشکلات اور مصائب و تکالیف کا سامنا ہوگا۔

قرآن مجید کی تعریف

قرآن مجید وہ کلام مقدس ہے جو بواسطہ جبرائیل علیہ السلام خداوند کریم نے اپنے بندوں کی ہر طرح کی رشد و ہدایت کے لیے اپنے پیارے محبوب جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل فرمایا اور انسانی کمال و عروج کے لیے آخری ہدایت بیان فرمادی جیساکہ قرآن مجید میں فرمایا: قُلْ نَزَّلَهٗ رُوْحُ الْقُدُسِ مِنْ رَّبِّكَ

بِالْحَقِّ۔ ترجمہ: تم کہو کہ اس قرآن کو تمہارے رب کی طرف سے سچائی کے ساتھ روح القدس یعنی جبرائیل نے اتارا ہے۔ نیز دوسری جگہ فرمایا: قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيْلَ فَاِنَّهٗ نَزَّلَهٗ عَلٰى قَلْبِكَ بِاِذْنِ اللّٰهِ پارہ ۱ رکوع ۱۲ ترجمہ: کہہ دو جو کوئی جبریل کا دشمن ہو سو ہوا کرے مگر اس نے تو یہ قرآن تیرے دل پر خدا کے اذن سے اتارا ہے۔

اور یہ وہی قرآن ہے جو کہ بطریق تواتر حضور علیہ السلام سے منقول ہو کر ہمارے پاس موجود ہے۔

اسی قرآن مجید میں جملہ علوم دینی دنیوی ملی ملکی ظاہری باطنی وغیرہ موجود ہیں جن کو اپنی فطری استعداد کی مدد سے معلوم کیا جاسکتا ہے۔ مشہور مقولہ ہے:

جَمِيْعُ الْعِلْمِ فِي الْقُرْاٰنِ لٰكِنْ
تَقَاصَرَ عَنْهُ اَفْهَامُ الرِّجَالِ

ترجمہ: قرآن میں سب علم موجود ہیں لیکن آدمی اپنی فطرتی کمزوری کی وجہ سے ان کے حصول سے قاصر رہتے ہیں۔

یہ قرآن مجید بوقت نزول جس طرح بے مثل اور کلام معجز کی حیثیت رکھتا تھا آج تک یہ اسی شان سے موجود ہے اس کی کسی طرح مثال بنا کر لانا ناممکن و محال ہے۔ جیساکہ پہلے گزر رہا ہے۔

بہر صورت ہر طرح کی کامیابی کے لیے قرآن مجید کو معیاری حیثیت حاصل ہے اغیار نے قرآن مجید کی اس حیثیت سے ہر طرح کا استفادہ کرتے ہوئے اپنی بلندی اور ترقی کا سکہ منوانے کا دعویٰ کر رکھا ہے۔ کاش کہ اپنوں کو بھی قرآن فہمی اور اس پر عمل در آمد کرنے کی سعادت نصیب ہوئی۔

قرآن مجید کا لفظی اہتمام

قرآن مجید جو کہ دینی و دنیاوی مقاصد کی تکمیل کے لیے نازل کیا گیا۔ ضروری تھا کہ اس کا از حد زائد اہتمام کیا جائے اور لفظی اور معنوی تبدیلی سے اس کو محفوظ رکھا جائے

لہذا اللہ رب العالمین نے حسب وعدہ کہ ہم نے اس کو اتارا ہے۔ ہم ہی اس کی حفاظت کریں گے کہ ابدالآباد تک اس میں کسی طرح کا نقص نہ واقع ہو سکے گا۔ چنانچہ اللہ سبحانہٗ وتعالےٰ نے اپنے بندوں کو اس کی حفاظت کی طرف ایسا متوجہ کیا کہ بچوں کے سینوں میں اس کو محفوظ کر دیا۔ اس کو ہر حیثیت ہر طرح کے تغیر و تبدل سے بچا لیا جیسا کہ علماء دین کی حسب ذیل تفصیل سے معلوم ہوتا ہے۔

قرآن مجید کی ایک سو چودہ سورتیں اور چھ ہزار دو سو چھبیس آیات اور چھہتر ہزار چار سو تیس کلمات۔ اور تین لاکھ اکیس ہزار ایک سو اسی حروف اور اڑتالیس ہزار آٹھ سو بہتر الف۔ اور گیارہ ہزار چار سو بائیس ب اور ت ۱۰۱۹۹ ث ۱۲۷۶ - ج
۳۲۷۳ - ح ۳۹۷۳ - خ ۲۴۱۶ - د ۵۶۴۲ ذ ۴۶۹۷ - ر ۱۱۷۹۳
ز ۱۵۹۰ س ۵۸۹۱ ش ۲۲۵۳ ص ۲۰۱۳ ض ۱۶۰۷ ط ۱۲۷۴ -
ظ ۸۴۲ - ع ۹۲۲۰ - غ ۲۲۰۸ - ف ۸۴۹۹ - ق ۶۸۱۳ - ک ۹۵۲۰ -
ل ۳۳۴۳۲ م - ۲۶۵۳۵ - ن ۲۶۵۶۰ - و ۲۵۵۳۶ - ہ ۱۹۰۷۰ -
ی ۲۵۹۱۹ - ۵۳۲۴۳۱ - ۸۸۰۴ - کسوات ۳۹۵۸۲ -
نقاط ۱۰۵۶۸۱ - مدات ۱۷۷۱ - تشدیدات ۱۲۵۳ - (از مطلع العلوم)

سبحان اللہ۔ کس انداز کی نگرانی ہے کیا مجال کہ ایک شوشہ تک فرق آ جائے۔ بحمداللہ۔ یقیناً کہا جا سکتا ہے کہ یہ قرآن وہی ہے جو کہ اللہ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کی وساطت سے جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر نازل فرمایا تھا اور یہ فخر صرف قرآن مجید کو حاصل ہے۔ آج دیگر آسمانی کتابوں تک علی العموم مبدل اور محرّف ہو چکی ہیں اور ان کی اصلیت دنیا میں ختم ہو چکی ہے جس کی وجہ سے کوئی یہودی وغیرہ اپنے دین کو حقیقی اور اللہ کا دیا ہوا دین نہیں کہہ سکتا۔ الحمدللہ علیٰ ذالک۔

قرآن مجید پڑھنے کا انداز

قرآن مجید پڑھنے سے پہلے ضروری ہے کہ پڑھنے کے آداب لحاظ رکھے جائیں مشہور

ہے کہ "بے ادب محروم ماند از فضل رب" یعنی یوں خیال کرے کہ کلام اللہ معبود حقیقی اور مالک کائنات کا کلام ہے۔ اس کے فرمودہ الفاظ ہیں جن لوگوں کو محبت سے واسطہ پڑا ہو وہ جانتے ہیں کہ محبوب کے کلام اور اس کی تقریر و تحریر کی کسی پریشان اور وارفتہ انسان کے ہاں کیا وقعت ہوتی ہے۔ اس کے ساتھ جو فریفتگی کا معاملہ ہوتا ہے وہ اصول و ضوابط سے بلند و بالا ہوتا ہے۔

ع محبت تجھ کو آداب محبت خود سکھا دے گی

جن لوگوں کو سلاطین کے دربار سے کچھ واسطہ ہوتا ہے وہ جانتے ہیں کہ سلطانی احکام کی ہیبت دلوں پر کیا ہوتی ہے۔ بہر صورت یہ سمجھ کر کہ یہ میرے مولا کریم کا کلام ہے اور وہ میرا پڑھنا سُن رہا ہے۔ پورے ذوق و شوق اور حضور قلب سے پڑھے۔

منقول ہے کہ حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ جب کلام پاک پڑھنے کے لیے کھولا کرتے تھے یہ زبان پر جاری ہو جاتا تھا ھٰذا کلام ربّی۔ ھٰذا کلام ربّی۔ یہ میرے رب کا کلام ہے۔

آداب کا تصوّر

مسواک اور وضو کے بعد تنہائی میں اگر ممکن ہو بیٹھ کر نہایت وقار اور تواضع کے ساتھ رو بقبلہ بیٹھے اور نہایت حضور قلب اور خشوع کے ساتھ اس لطف مناسب کے ساتھ پڑھے کہ گویا خود حق سبحانہٗ وتعالیٰ کو کلام پاک سُنا رہا ہے۔ اگر وہ معنی سمجھتا ہے تو انتہائی غور و فکر کے ساتھ آیات رحمت پر دُعائے مغفرت و رحمت مانگے اور آیات وعید و خوف پر اللہ سے پناہ مانگے کہ اس کے سوا کوئی حقیقی طور پر چارا ساز نہیں۔ آیات تنزیہ اور تقدیس پر سبحان اللہ کہے اور از خود تلاوت کرتے رونا نہ آئے تو بتکلف رونے کی کوشش کرے۔ اگر یاد کرنا مقصود نہ ہو تو پڑھنے میں جلدی نہ کرے۔ کلام پاک کو رحل یا تکیہ یا کسی اُونچی چیز پر رکھے اور تلاوت کے درمیان کسی سے کلام نہ کرے اور اگر کسی ضرورت سے کلام کرنا ہو تو کلام پاک کو بند کر دے اور بیٹھ جائے۔ اعوذ دوبارہ پڑھ کر کلام پاک کی تلاوت کرے۔

اگر مجمع میں لوگ اپنے اپنے کاروبار میں مشغول ہوں تو آہستہ پڑھنا افضل ہے ورنہ آواز سے پڑھنا اولیٰ اور افضل ہے۔

مشائخ کرام نے تلاوتِ قرآن مجید کے چھ آداب ظاہری اور چھ آدابِ باطنی بیان کیے ہیں۔

اوّل غائت احترام سے باوضو رو بقبلہ ہو کر بیٹھے۔

دوم پڑھنے میں جلدی نہ کرے ترتیل و تجوید سے پڑھے۔

سوم رونے کی سعی کرے چاہے بتکلف ہی کیوں نہ ہو۔

چھارم آیات رحمت و وعید کا حق ادا کریں

پنجم اگر ریا کا احتمال ہو یا کسی کو تکلیف و حرج کا اندیشہ ہو تو آہستہ پڑھے ورنہ آواز سے۔

ششم خوش الحانی سے پڑھے۔

باطنی آداب

(١) کلام پاک کی عظمت اور اس کا وقار دل میں مستحکم کرے کہ یہ مالک کون و مکان کا کلام مقدس ہے۔

(٢) اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ کی تقدیس اُمورِ تنزیہیہ اور اس کی رفعت شان اور برتری و کبریائی کو سامنے رکھے کہ یہ مالک و خالق کا کلام ہے۔

(٣) دل کو حتی الوسع خیالات فاسدہ اور ہر طرح کے وساوس و خطرات سے پاک رکھے

(٤) الفاظ قرآن میں تدبر اور تفکر کرے اور انتہائی ذوق اور شوق سے تلاوت کرے

منقول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک رات اس آیت کو پڑھ کر گزار دی اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ (ترجمہ) "اے اللہ اگر تو ان کو عذاب دے تو یہ تیرے بندے ہیں اور اگر معاف فرما دے تو تو عزت اور حکمت والا ہے"

حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک رات اس آیت کو پڑھتے پڑھتے صبح کر دی وَامْتَازُوا الْيَوْمَ اَيُّهَا الْمُجْرِمُوْنَ (ترجمہ) اے مجرمو! آج قیامت کے روز فرماں برداروں سے الگ ہو جاؤ۔ پارہ23 رکوع (3)

(٥) جن آیات کی تلاوت کر رہا ہو دل کو ان کی طرف پورے طور پر متوجہ کر دے۔ مثلاً اگر آیاتِ رحمت تلاوت کرے تو دل میں ایک خاص کیف پیدا ہو اور اگر آیات عذاب تلاوت کرے تو دل میں ایک ہیجان پیدا ہو جائے۔

(٦) کانوں کو اس طور پر متوجہ کرے کہ گویا حق سبحانہٗ و تعالیٰ کلام فرما رہے ہیں اور یہ سن رہا ہے اللہ تعالیٰ مجدہٗ ہم سب کو ان مذکورہ ظاہری اور باطنی آداب کے ساتھ قرآن مجید پڑھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

قرآن مجید کا حفظ کرنا

بقدر ضرورت قرآن مجید کو حفظ کرنا جس سے نماز ادا ہو جائے۔ یہ نماز کی طرح فرض عین ہے اور تمام کلام کا حفظ کرنا فرض عین نہیں بلکہ فرض کفایہ ہے کہ دنیا میں اگر ایک بھی حافظ نہ رہے تو سب مسلمان گنہگار ہوں گے۔ حضرت علاّمہ ملا علی القاری نے زرکشی سے نقل کیا ہے کہ جس شہر یا گاؤں میں کوئی قرآن پاک کا پڑھنے والا نہ ہو تو سب گنہگار ہیں آج جہاں اس زمانہ جہالت میں جہاں پر دینی اُمور میں افراط و تفریط ہو رہی ہے وہاں ایسی آوازیں بھی سنائی دے رہی ہیں کہ قرآن مجید کا حفظ کرنا محض ایک فضول اَمر ہے۔ اس کے الفاظ کو رٹنا ایک جہالت بلکہ حماقت ہے۔ قرآن کے حفظ میں بلاوجہ دماغ سوزی اور تضیع اوقات کا ارتکاب کرنا ہے۔ استغفر اللہ۔ اللہ پاک ایسے ناپاک خیالات سے ہر مسلمان کو بچائے اور قرآن مجید کو سوجھ سے پڑھنے اور حفظ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

قرآن مجید کے مجموعی فضائل

حدیث شریف میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم میں

سب سے بہتر وہ شخص ہے کہ جو قرآن مجید کو سیکھے اور دوسروں کو سکھائے ۔

(بخاری ، ابوداؤد ، ترمذی)

شرح المعارف میں ہے کہ جو لوگ اپنے بچوں کو قرآن مجید پڑھاتے ہیں اور وہ لوگ جو بچپن میں قرآن مجید پڑھتے ہیں اور بڑے ہو کر پڑھنے کا پورا اہتمام کرتے ہیں وہ قیامت کے خطرناک حالات میں عرش معلیٰ کے سایہ میں ہوں گے ۔

حدیث شریف میں ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ مولیٰ کریم کا یہ فرمان ہے کہ جس شخص کو قرآن مجید کی مشغولی کی وجہ سے ذکر کرنے اور دعائیں مانگنے کی فرصت نہیں ملتی اس کو سب ذکر کرنے والوں سے زیادہ ثواب عطا کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا کلام باقی سب کلاموں پر ایسی فضیلت ہے جیسی کہ خود خالق کائنات کو اپنی ساری مخلوق پر ۔ (ترمذی ۔ دارمی)

حدیث میں ہے عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ تشریف لائے اور ہم سب صفوں میں بیٹھے تھے ۔ آپ نے فرمایا کہ تم سے کون شخص یہ پسند کرتا ہے کہ علی الصبح بازار بطحان یا عقیق میں جائے اور دو اُونٹنیاں عمدہ سے عمدہ بلا کسی گناہ اور قطع رحمی کے پکڑ لائے ۔ صحابہ نے عرض کیا کہ اس کو تو ہم سے ہر شخص چاہتا ہے ۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ مسجد میں جا کر دو آیتوں کا پڑھنا یا ذکر کرنا دو اُونٹنیوں سے اور تین کا تین اُونٹنیوں سے اسی طرح چار کا چار سے افضل ہے ۔ (مسلم ۔ ابوداؤد)

مطلب صاف واضح ہے کہ ایک آیت ایک اُونٹ یا اُونٹنی سے افضل ہے اور سو آیات ایک سو اُونٹ یا اُونٹنیوں سے افضل ہے اور ہزار ہزار سے اور لاکھ لاکھ سے علیٰ ھذا القیاس ۔ سبحان اللہ قرآن مجید کی تلاوت کس قدر ذریعہ حصولِ رحمت ہے ۔

حدیث میں ہے حضرت اُم المومنین حضور علیہ السلام سے روایت کرتی ہیں کہ قرآن کا ماہر ان ملائکہ کے ساتھ ہے جو انتہائی نیکوکار ہیں اور جو شخص قرآن مجید کو اٹکتا ہوا پڑھتا ہے اس میں دقت برداشت کرتا ہے اس کو دوہرا ثواب ملتا ہے ۔

(بخاری ۔ مسلم ۔ ابوداؤد ۔ ترمذی ۔ نسائی ۔ ابن ماجہ)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے نقل فرماتے ہیں کہ بروز قیامت قرآن خوان کو کہا جائے گا قرآن شریف کو پڑھتا جا اور ٹھہر ٹھہر کر ترتیل سے پڑھ جیسا کہ دنیا میں تو ٹھہر ٹھہر کر ترتیل سے پڑھتا تھا پس تیرا مرتبہ وہی ہے جہاں تو آخری آیت پر پہنچے ۔ (احمد ۔ ترمذی ۔ ابوداؤد ۔ نسائی ۔ ابن ماجہ)

یعنی جس نے قرآن مجید کو دنیا میں حفظ کیا اور حصول رضائے الٰہی کے لیے وہ پڑھتا اور پڑھاتا اور سناتا رہا ۔ اس کا جنتی مقام وہاں ہوگا ۔ جہاں اس کی یادداشت ختم ہو جائے گی ۔ شرح احادیث میں مذکور ہے کہ مطلب یہ ہے کہ قرآن کی ایک ایک آیت پڑھتا جا اور ایک ایک مرتبہ اُوپر چڑھتا جا ۔ کیونکہ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ جنت کے درجات قرآنی آیات کے برابر ہیں لہٰذا ہر شخص جتنی آیات کا ماہر ہوگا اتنے ہی درجات اُوپر چلا جائے گا اور جو سب قرآن کا ماہر ہوگا وہ سب کے اُوپر درجہ میں ہوگا ۔

مرقاۃ میں علامہ علی القاری نے لکھا ہے کہ اس حدیث میں وہ پڑھنے والا مراد نہیں جس پر قرآن لعنت کرتا ہو جیسا کہ حدیث شریف میں وارد ہے کہ بہت قرآن پڑھنے والے ایسے ہیں کہ وہ قرآن کو پڑھتے ہیں اور قرآن ان پر لعنت کرتا ہے ۔ لہٰذا اگر کسی کے عقائد صحیح نہ ہوں تو قرآن مجید پڑھنے سے اس کی مقبولیت پر دلیل نہیں قائم کی جا سکتی ۔ خوارج کے بارے ایسی بہت سی احادیث وارد ہیں کہ قرآن مجید ان کے حلق سے نیچے نہیں اُترے گا ۔

قرآن مجید کو ترتیل سے پڑھنے کا مطلب

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر عزیزی میں یوں تحریر فرمایا ہے کہ ترتیل لغت میں صاف اور واضح طور پر پڑھنے کو کہتے ہیں اور شریعت میں کئی چیزوں کی رعایت رکھ کر قرآن مجید پڑھنے کو کہتے ہیں مثلاً :

(۱) حرفوں کو اپنے صحیح مخارج سے نکالنا ۔

(۲) وقوف کی جگہ پر اچھی طرح سے ٹھہرنا تاکہ وصل اور قطع کلام کا بے محل نہ ہو جائے ۔

(۳) حرکتوں میں اشباع کرنا یعنی زیر زبر پیش کو اچھی طرح ظاہر کرنا۔

(۴) آواز کو تھوڑا سا بلند کرنا تاکہ الفاظ سنائی دے سکیں اور دل پر اثر انداز ہو سکیں۔

(۵) آواز کو اس طرح درست کرنا کہ اس سے دل میں ایک اضطراب اور درد پیدا ہو تاکہ جلدی اور زیادہ مؤثر ہو کیونکہ درد بھری آواز سے دل جلدی متاثر ہو جاتا ہے اور اس سے رُوح طاقت ور ہو جاتی ہے۔

(۶) تشدید اور مد کو اچھی طرح ظاہر کیا جائے کہ اس سے کلام کی عظمت کا اظہار ہوتا ہے۔

(۷) آیات رحمت و آیات عذاب کا حق ادا کرے۔ یہ سب وہ اُمور ہیں جن کی رعایت قرآن میں رکھنا ایک مستحب امر ہے گو منی نہ جانتا ہو۔ حضرت اُم المؤمنین اُم سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآنی ترتیل یوں نقل کرتی ہیں کہ آپ قرآن مجید پڑھتے وقت سب حرکتوں کو ظاہر فرماتے جس سے ہر لفظ جدا جدا معلوم ہوتا۔ اللہ سبحانہٗ تعالیٰ ہم سب کو ترتیل کے ساتھ قرآن مجید پڑھنے کی ہدایت فرمائے۔ (آمین)

حضرت عبد اللہ ابن مسعود حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ جو شخص قرآن مجید کا ایک حرف پڑھے گا اس کے عوض اس کو ایک نیکی ملے گی مگر یہ ایک نیکی دس نیکیوں کے برابر ہوگی۔ مَیں یہ نہیں کہتا کہ سارا الٓمّٓ ایک حرف ہے بلکہ الف ایک حرف ہے اور لام دوسرا حرف ہے اور میم تیسرا حرف ہے۔

(ترمذی۔ دارمی)

حدیث میں ہے جو شخص قرآن پڑھتا ہو اور دوسرا قرآن پڑھتے سنے تو اس کو ہر ایک حرف کے سننے پر ایک نیکی ملے گی اور جو قرآن مجید کو نماز سے خارج پڑھے اس کو ہر حرف کے بدلہ میں دس نیکیاں ملیں گی اور جو نماز میں قرآن پڑھے اگر بیٹھ کر پڑھے تو اس کو ہر حرف کے عوض پچاس نیکیاں ملیں گی اور اگر کھڑے ہو کر پڑھے تو ہر حرف کے بدلہ میں سو نیکیاں ملیں گی اور جو قرآن مجید کو ختم کرے گا اس کی ایک دعا ضرور قبول ہوگی۔ چاہے دنیا میں چاہے آخرت میں۔

حدیث شریف میں ہے بروایت حضرت معاذ جہنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ جو شخص قرآن شریف پڑھے اور اس پر عمل کرے اس کے والدین کو قیامت میں ایک ایسا تاج پہنایا جائے گا جس کی روشنی آفتاب کی روشنی سے بھی زیادہ ہوگی۔ جبکہ وہ آفتاب تمھارے گھروں میں ہو پس کیا گمان ہے تمھارا اس شخص کے متعلق جو کہ عامل ہے یعنی قرآن مجید کے پڑھنے اور اس پر عمل درآمد کرنے کی یہ برکت ہے کہ اس پڑھنے والے کے والدین کو ایسا تاج پہنایا جائے گا جس کی روشنی آفتاب کی روشنی سے زیادہ ہوگی اور وہ آفتاب تمھارے گھروں میں ہے۔

حدیث میں ہے حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ جو شخص قرآن پڑھے اور اس پر عمل کرے اس کو ایک تاج پہنایا جائے گا جو نور سے بنا ہوا ہوگا اور اس کے والدین کو دو جوڑے ایسے پہنائے جائیں گے کہ تمام دنیا اس کا مقابلہ نہ کر سکے گی وہ عرض کریں گے کہ یا اللہ یہ جوڑے کس صلہ میں ہیں ارشاد ہوگا تمھارے بچے کے قرآن پڑھنے کی وجہ سے۔ (حاکم)

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ جو شخص اپنے بیٹے کو ناظرہ قرآن پڑھائے گا اس کے سب اگلے اور پچھلے گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور جو شخص حفظ کرائے اس کو قیامت میں چودھویں رات کے چاند کے مشابہ اُٹھایا جائے گا کہ پڑھنا شروع کر جب بیٹا ایک آیت پڑھے گا باپ کا ایک درجہ بلند ہوگا حتیٰ کہ تمام قرآن شریف پورا ہو۔ (طبرانی)

تنبیہ

خیال فرمائیے کہ بچے کے قرآن پڑھنے کے واسطے سے باپ کو یہ ثواب مل رہا ہے اور جانے کیا کیا ملے گا اور اگر باپ نے اپنے دنیاوی لالچ اور چند ٹکوں کی خاطر قرآن سے محروم کر دیا اور بچہ نے اس پر عمل درآمد ترک کر دیا تو نہ صرف یہ کہ ہر دو اس ثواب لازوال سے محروم ہوں گے بلکہ اللہ تعالیٰ کے دربار لایزال میں آپ کو بچے کو قرآنی تعلیم سے

محروم رکھنے کے سلسلہ میں جواب دہ ہونا ہوگا اور اس سے نیچے کر ابدی مشکلات میں تو ہونا ہی پڑے گا مگر آپ بھی سخت جواب دہی کی ذمہ داری لے رہے ہیں۔ حدیث میں ہے کلکم راع و کلکم مسئول عن رعیتہ ہر شخص کو اپنے بچوں کے متعلق پوچھا جائیگا۔

حدیث میں ہے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ جس شخص نے قرآن پڑھا اور پھر اس کو حفظ یاد کیا اور اس کے حلال کو حلال اور حرام کو حرام خیال کیا حق تعالیٰ اس کو جنت میں داخل فرمائیں گے اور اس کے گھرانے میں سے ایسے دس آدمیوں کے بارے میں اس کی شفاعت قبول فرمائیں گے جن کے لیے جہنم واجب ہو چکی ہو گی۔ (احمد۔ ترمذی)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی کہ فرمایا کہ تم میں سے کوئی پسند کرتا ہے کہ جب گھر واپس آئے تو تین اونٹنیاں حاملہ اور بڑی موٹی اس کو مل جائیں۔ میں نے عرض کیا بے شک (ضرور پسند کرتے ہیں) حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین آیتیں جن کو تم میں سے کوئی نماز میں پڑھ لے وہ تین حاملہ بڑی اور موٹی اونٹنیوں سے افضل ہے۔ (مسلم)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے حضور نبی کریم رؤف ورحیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات سے راوی کہ فرمایا کہ میں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے درخواست کی کہ مجھے کچھ وصیت فرمائیں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تقویٰ و پرہیزگاری کا اہتمام کرو کہ تمام امور کی جڑ ہے میں نے عرض کیا کہ اس کے ساتھ کچھ اور بھی ارشاد فرمائیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تلاوت قرآن کا اہتمام کرو کہ دنیا میں نور ہے اور آخرت میں ذخیرہ۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ حق تعالیٰ شانہ، کے لیے لوگوں میں سے بعض لوگ خاص گھر کے لوگ ہیں صحابہ نے عرض کی کہ وہ کون کون لوگ ہیں۔ فرمایا کہ قرآن پڑھنے والے کہ وہ اللہ کے اہل ہیں اور خاص۔ (حاکم)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ قرآن شریف ایسا شفیع ہے جس کی شفاعت قبول کی گئی اور ایسا جھگڑالو ہے کہ جس کا جھگڑا تسلیم کر لیا گیا ہے جو شخص اس کو اپنے آگے رکھے اس کو وہ جنت کی طرف کھینچتا ہے اور جو اس کو پسِ پشت ڈال دے اس کو جہنم میں گرا دیتا ہے۔ (ابن حبان۔ حاکم)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ روزہ اور قرآن بندہ کیلئے شفاعت کرتے ہیں۔ روزہ عرض کرتا ہے کہ یا اللہ میں نے اس کو دن میں کھانے اور پینے سے روکے رکھا میری شفاعت قبول فرمایئے اور قرآن شریف کہتا ہے کہ یا اللہ میں نے رات کو اس کو سونے سے روکا میری شفاعت قبول کیجئے۔ پس دونوں کی شفاعت قبول کی جاتی ہے۔

(احمد۔ طبرانی۔ حاکم)

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا اے ابوذر اگر تو صبح کو جا کر ایک آیت کلام اللہ کی سیکھ لے تو وہ نوافل کی سو رکعت سے افضل ہے اور اگر ایک باب علم کا سیکھ لے خواہ اس وقت وہ معمول بہ ہو یا نہ ہو تو ہزار رکعت نوافل پڑھنے سے بہتر ہے۔ (ابن ماجہ)

حضرت عبداللہ بن عباس حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے راوی کہ فرمایا حضرت جبرائیل علیہ السلام نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اطلاع دی کہ بہت سے فتنے ظاہر ہوں گے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دریافت فرمایا کہ ان سے خلاصی کی کیا صورت ہے۔ انہوں نے کہا کہ قرآن شریف یعنی قرآن مجید پر عمل بھی فتنوں سے بچنے کا کفیل ہے اور اس کی تلاوت بھی فتنوں سے خلاصی کا سبب ہے۔ (رزین)

قرآن مجید کے انفرادی فضائل

ناظرین کرام! آپ نے قرآن مجید کے مجموعی حیثیت سے فضائل و محامد و فوائد سماعت فرمائے ہیں جو کہ مشتے نمونہ از خروار کے طور پر سپرد قلم کیے گئے ہیں۔ اب آپ انفرادی یعنی قرآن مجید کے بعض حصوں کے فضائل سماع فرمائیے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ سُورہ بقرہ اور سورۂ آل عمران کو سیکھو کیونکہ یہ میدان محشر میں اپنے پڑھنے والے کے سر پر پرندوں کی طرح پَر پھیلائے سفارش کیلئے آئیں گی . . . بھیر فرمایا کہ سُورۂ بقرہ پڑھو۔ اس کا پڑھنے والے پر جادو کا اثر نہیں ہونے پاتا۔ بھیر فرمایا بشرطیکہ پڑھنے والا حصول رضا الٰہی کے لیے پڑھے اور دنیاوی مقاصد کیلئے اس کو ذریعہ نہ بنائے۔ (تنبیہ الغافلین)

حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابی کو فرمایا کہ کیا میں تمہیں ایسی سورۃ نہ بتاؤں جس کی مثل سورۃ انجیل اور قرآن میں نہیں ہے۔ میں نے کہا ضرور فرمایئے آپ نے فرمایا وہ سورۃ فاتحہ شریف ہے۔

عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے کہ ہم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس تھے کہ اچانک آپ پر ایک فرشتہ اُترا۔ اُس نے کہا کہ آپ کو ایسے دو نوروں کی بشارت ہو جن کی مثل کسی نبی کو ملی نہیں اور وہ سورۃ فاتحہ اور سورۃ بقرہ کی آخری آیات ہیں کہ ان میں جو سوال آپ نے کیا وہ تسلیم کر لیا گیا۔

حدیث میں ہے کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے دو آیتیں جنت کے خزانوں سے نازل کی ہیں یعنی سورہ بقرہ کی آخری آیات ان کو اللہ سبحانہٗ نے اپنے دستِ قدرت سے مخلوق سے دو ہزار سال پیشتر تحریر فرمایا جو ان کو عشاء کے بعد پڑھ کر سوئے گا وہ اس کو قیام لیل سے کفایت کریں گی۔ (دارمی بیضاوی)

حدیث میں ہے کہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے زمین اور آسمان پیدا کرنے سے پیشتر ایک کتاب لکھی اس سے دو آیات ایسی نازل کیں جن کے ساتھ سورۃ بقرہ کو ختم کیا ہے کہ ان کو اگر کسی گھر میں تین رات پڑھا جائے تو شیطان اس گھر کے قریب نہیں جاتا۔

(ترمذی۔ دارمی)

حدیث میں ہے کہ جو شخص سورۂ کہف کی ابتدائی تین آیات پڑھے گا وہ فتنہ دجال سے محفوظ رہے گا۔ (ترمذی)

حدیث میں ہے کہ ہر چیز کا دل ہوتا ہے اور قرآن کا دل سورۂ یٰسین ہے جو

اس کو ایک مرتبہ پڑھے گا گویا اس نے دس مرتبہ قرآن پڑھا یعنی دس قرآن پڑھنے کا ثواب حاصل کیا۔ (ترمذی۔ دارمی)

حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سورۃ طٰہٰ اور یٰسٓ کو زمین و آسمان کی پیدائش سے ہزار برس پہلے پڑھا تو جب ملائکہ نے اس قرآن کو سُنا تو کہا کہ اس اُمّت کو خوشی ہو جس پر یہ قرآن نازل ہوگا اور خوشی ہو اُن پیٹوں کو جو اس کو اُٹھائیں گے اور خوشی ہو ان زبانوں کے واسطے جو اس کو پڑھیں گی۔ (دارمی)

حدیث میں ہے جو شخص رات کو سورۃ حٰمٓ الدخان کو پڑھے گا اس وقت سے لے کر صبح تک ستر ہزار فرشتے اس کے لیے دُعائے مغفرت کرتے ہیں جو ان کو جمعہ کی رات پڑھے گا اس کے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔ (ترمذی)

حدیث میں ہے سورۃ تبارك الذی پڑھنے والے کے لیے قبر میں سفارش کرتی ہے۔

(احمد۔ داؤد۔ ترمذی۔ نسائیؔ۔ ابن ماجہ)

حدیث میں ہے سورۃ اذا زلزلت الارض کے ایک مرتبہ پڑھنے سے آدھے قرآن مجید کا ثواب ملتا ہے اور سورۃ اخلاص ایک مرتبہ پڑھنے سے تیسرے حصّہ قرآن کا اور قل یا ایھا الکٰفرون ایک دفعہ پڑھنے سے چوتھائی قرآن کا ثواب ملتا ہے۔ (ترمذی)

حدیث میں ہے کہ جو شخص اعوذ باللہ السمیع العلیم من الشیطن الرجیم تین مرتبہ پڑھے اور بعدہٗ سورۃ حشر کی آخری تین آیات پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے ستر ہزار ملائکہ مقرر فرماتا ہے جو کہ شام تک استغفار پڑھتے رہتے ہیں اسی طرح جو شام کو پڑھ کر سوئے اس کے لیے بھی ستر ہزار فرشتے صبح تک دعائے خیر و برکت کرتے رہتے ہیں۔ (ترمذی۔ دارمی)

حدیث شریف میں ہے کہ جو شخص رات کو قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس اور قل ھو اللہ پڑھ کر سوئے گا صبح تک ہر شر سے محفوظ رہے گا۔ اسی طرح صبح کو اگر پڑھے تو شام تک ہر بلا سے محفوظ رہے گا۔

(ترمذی۔ ابوداؤد۔ نسائی)

حدیث شریف میں ہے کہ ایک شخص نے حضور نبی کریم رؤف رحیم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا کہ قرآن مجید میں توحید بیان کرنے میں سب سے بڑی سورۃ کون سی ہے آپ نے فرمایا کہ سورہ قل ہو اللہ احد۔ اس نے پوچھا سب سے بڑی قرآن میں کون سی آیت ہے آپ نے فرمایا کہ آیۃ الکرسی۔ پھر اس نے کہا قرآن مجید میں زیادہ ثواب کے پیش نظر آپ کو کون سی آیت مرغوب اور پسند ہے۔ آپ نے فرمایا سورہ بقرہ کی آخری تین آیتیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنی اس رحمت کے خزانوں سے اُتارا ہے جو کہ عرش کے نیچے ہیں یہ آیات ایسی میری اُمت کو دی گئی ہیں جو کہ دنیا و آخرت کی سب بھلائیوں پر مشتمل ہیں۔ (دارمی)

حدیث میں ہے کہ سورہ فاتحہ شریف ہر ایک مرض کا علاج ہے اور ہر مرض کے لیے شفا دہ بشرطیکہ اعتقاد ہو۔ (دارمی۔ بیہقی)

حدیث میں ہے جو شخص سورۂ آل عمران کی آخری آیات کو پڑھے گا اس کو رات کے مکمل قیام کا ثواب ملے گا۔ (دارمی)

خالد بن معدان تابعی سے منقول ہے کہ سورہ الم تنزیل جس کو سورۃ سجدہ بھی کہتے ہیں کو روزانہ پڑھا کرو کیونکہ ایک آدمی اس کو پڑھا کرتا تھا جو کہ سخت گنہگار تھا۔ جب اس کا انتقال ہوا تو اس سورۃ نے اپنے پروں کو اس پر پھیلا دیا اور کہا رب اغفر لہ اے اللہ اس کو معاف فرما دے کہ یہ مجھے بکثرت پڑھا کرتا تھا جس پر اللہ تعالیٰ اس کو معاف فرمائے گا اور ارشاد فرمائے گا کہ اس کی ہر بدی کے بدلے ایک ایک نیکی لکھو اور ایک ایک مرتبہ بلند کرو۔ نیز اپنے پڑھنے والے کی طرف سے یوں جھگڑے گی کہ اے اللہ میں تیری کتاب کا حصہ ہوں تو اس کے حق میں میری شفاعت قبول کر اور اگر میں قرآن سے نہیں ہوں تو مجھ کو قرآن مجید سے نکال دو، اور پرندوں کی طرح اپنے پڑھنے والوں پر اپنے پر پھیلا دیتی ہے۔ اسی طرح تبارک الذی بھی ہے۔ (دارمی)

حدیث میں ہے کہ جو شخص سورۃ یٰسین کو صبح پڑھے گا اس کی جملہ حوائج پوری کر دی جائیں گی۔ (دارمی)

حدیث میں ہے جو روزانہ سورۃ الہاکم التکاثر پڑھے گا اس کو ایک ہزار آیات

پڑھنے کا ثواب ملے گا۔ (بیہقی فی شعب الایمان)

حدیث میں ہے جو قل اللہ احد کو روزانہ گیارہ مرتبہ پڑھے گا اس کو جنت میں ایک مکان ملے گا اور جو روزانہ بیس مرتبہ پڑھے اس کو دو مکان ملیں گے اور جو تیس مرتبہ پڑھے اس کو تین مکان وعلیٰ ہذا القیاس۔ (دارمی)

حدیث میں ہے کہ ہر چیز کے لیے عروس اور زینت ہے۔ قرآن مجید کی عروس سورہ رحمٰن ہے۔ (بیہقی)

حدیث میں ہے کہ جو شخص روزانہ رات کو سورۂ واقعہ پڑھے گا اس کے گھر کبھی بھوک نہیں آئے گی۔

اسی طرح بعض اور سورتوں کو علماء کرام نے خاص خاص اوقات میں پڑھنے کو زیادہ مفید فرمایا ہے۔ مختصر یہ کہ قرآن مجید کے مجموعی اور انفرادی طور پر یہ مشتے نمونہ از خروارے کے طور پر چند فضائل بیان کیے گئے ہیں ورنہ کلام مجید ذات الٰہیہ کی طرح غیر محدود ہے اس کے فضائل اور کمالات کا کلی طور پر احاطہ طاقت بشریہ سے مستبعد بلکہ محال ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ قرآن مجید پڑھنے کی زیادہ سے زیادہ توفیق عطا فرماوے۔

قارئین کرام! یہ فضائل تو صرف پڑھنے پر حاصل ہوتے ہیں۔ آپ اس سے اندازہ لگائیں کہ قرآن مجید پر عمل پیرا ہونے پر کیا کیا اثرات مترتب ہوتے ہیں اور وہ یہ کہ قرآن مجید پر جو شخص عمل کرے گا اور وہ اس کے بیان کیے ہوئے ترقی کے راستوں پر گامزن ہو گا وہ یقینی اور قطعی طور پر دنیا اور قبر و قیامت میں ہر طرح سے کامیاب اور کامران ہو گا اور ہمیشہ کے لیے فرحت بھری حیات طیبہ سے محظوظ ہو گا حتیٰ کہ اگر کافر و مشرک بھی اپنے فائدہ کے لیے قرآن مجید کے بتائے ہوئے لائحہ عمل پیرا ہوں گے تو وہ بھی کامیاب ہو جائیں گے جیسا کہ آج دیکھا جا رہا ہے کہ دنیاوی اور مادی ترقی کے لیے جن قوموں نے قرآن مجید کو اپنایا اور اس کی نشان دہی پر گامزن ہوئے وہ اس لحاظ سے کتنے کامیاب ہیں۔

عُلومِ قُرآن

قرآن مجید میں بے شمار وہ علوم ہیں جن کی طرف بندوں کو اپنے ہر قسم کے شعبہ حیات میں سخت ضرورت پڑتی ہے اور ان کے حصول کے بغیر ان کی کامیابی خطرہ میں ہوتی ہے۔

(۱) علم بالمخاصمۃ یعنی گمراہوں اور بے دینوں کا ردّ اور ان کی ہر طرح کی افراط و تفریط کا ازالہ تاکہ صراط مستقیم واضح ہو کر زیادہ سے زیادہ مفید ہو سکے اور نیک بندوں کا کردار قابل تقلید ہو سکے۔ علم کلام جس میں اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات پر شرعی نکتہ نظر سے بحث کی جاتی ہے۔ درحقیقت اسی علم کے حصول پر مبنی ہے۔

(۲) علم التذکیر بآلاء اللہ یعنی اللہ تعالیٰ کی بے شمار نعمتوں آسمانوں و زمینوں و جملہ مخلوقات کی پیدائش کا بیان اور زمین و آسمان اور رات و دن میں جو کچھ عجائبات مخلوقات ہیں جو کہ اس کی ذات وصفات پر دلالت کرتی ہے اور بارش جو آسمان سے برستی ہے اور اس کی وجہ سے زمین میں نباتات اُگتی ہے اور ہواؤں کے ایک خاص طرز پر چلنے اور شمس و قمر کا ایک خاص انداز پر حرکت کرنے سے جو اُمور متعلق ہیں کہ جن سے تمام عالم کا انتظام متعلق ہے اور تدبیر وابستہ ہے۔ علیٰ ہذا القیاس یہ تمام چیزیں قرآن میں مذکور ہیں یوں کہ ان کے ذریعہ سے اس کی ذات و صفات کے ساتھ زیادہ سے زیادہ یقین حاصل ہو جائے اور متعدد مصنوعات دیکھ کر اپنی معرفت الٰہیہ کی تکمیل کی جائے اور قرآن کی ایسی آیات جو کہ اس کی عجائبات مصنوعہ پر دلالت کرتی ہیں حصول ثبات ابدی کے لیے بار بار تلاوت کیا جائے۔

(۳) علم التذکیر بایام اللہ یعنی ان واقعات و حوادثات کا بیان کرنا جن میں خدا کے نیک بندوں کی خوبیاں اور ان کے محامد بیان ہوں اور ان پر انعامات و احسانات الٰہیہ مذکور ہوں اور نافرمان اور سرکشوں کے ساتھ جو کچھ دنیا میں پیش آیا اور جو کچھ آخرت میں پیش آئے گا اس کا بیان ہو کیونکہ ان سے انسان کو نصیحت اور عبرت حاصل ہوتی ہے اور چونکہ قصص اور سابقہ حالات کا بیان کرنے سے

مقصود نصیحت اور عبرت ہے لہٰذا قرآنی قصص کو بالترتیب اوّل سے آخر تک بیان نہیں کیا گیا۔ موقعہ اور محل کے ساتھ جتنا حصّہ متعلق اور نصیحت آمیز تھا اتنا ہی ذکر کیا گیا اور باقی چھوڑ دیا گیا۔ نیز تفصیلی طور پر قصّہ کو بیان کرنا حصّہ تاریخ ہے جو کہ مورخ کا کام ہے اور اسی کی شان نہ رب العالمین کی۔

اور یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید میں وہی قصّے بیان کیے گئے ہیں جن سے مخاطبین حال آشنا تھے کہ ان سے ان کو نصیحت اور عبرت حاصل ہو سکے۔

قصص القرآن

جو قصّے متعدد مقامات پر قرآن مجید میں بقصد مناسب مذکور ہیں وہ حسب ذیل ہیں۔

(۱) حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش اور ملائکہ کے سجدہ کرنے اور شیطان کا انکار سجدہ کا قصّہ۔ (۲) قصّہ مخاصمہ نوح علیہ السلام (۳) قصّہ ہود علیہ السلام
(۴) قصّہ صالح علیہ السلام (۵) قصّہ لوط علیہ السلام (۶) قصّہ شعیب علیہ السلام کا اور ان کی قوموں کا کہ ان حضرات نے اپنی اپنی قوم کو توحید کی تبلیغ کی، رشد و ہدایت کی راہ دکھائی اور وہ ضعیف شبہات سے پیش آئے پھر ان شبہات کا اللہ تعالیٰ نے جواب دیا مگر وہ نہ مانے جس پر اس نے نبیوں کی علیہم السلام مدد فرمائی اور سرکشوں کو سرزنش کی اور عذاب میں مبتلا کیا۔

(۸) فرعون اور موسیٰ علیہ السلام کا اور اسرائیل نافرمانوں کا بیان کیا۔ چالیس برس کا وہ نقشہ حیات جو کہ مصر کی مسافت میں پیش آیا اجمالی طور پر بیان کیا۔

(۹) داؤد اور سلیمان علیہم السلام کی خلافت کا قصہ اور ان کی آیات و کرامات کا اظہار۔

(۱۰) قصہ مصیبت حضرت ایوب علیہ السلام کا۔

(۱۱) قصّہ حضرت یونس علیہ السلام کا۔ (۱۲) قصّہ قبول کرنا دعا حضرت زکریا علیہ السلام کا۔

(۱۳) قصّہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اور وہ اعجازی اُمور جو کہ آپ کی ولادت کے وقت ظہور میں آئے۔ یہ وہ قصے ہیں جن کا متعدد بار قرآن مجید میں آیا ہے اور جو قصے قرآن

میں ایک بار یا دو بار آتے ہیں مثلاً (۱۴) حضرت ادریس علیہ السلام کے آسمان پر جانے کا قصہ۔ (۱۵) حضرت ابراہیم علیہ السلام کے نمرود کے ساتھ مناظرہ کا قصہ۔ (۱۶) جانوروں کو زندہ ہوتے دیکھنے کا قصہ (۱۷) حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ذبح کرنے کا قصہ۔ (۱۸) حضرت یوسف علیہ السلام کا قصہ۔ (۱۹) حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ولادت کا قصہ (۲۰) اور دریائے نیل میں جانے کا قصہ (۲۱) پھر فرعون کے گھر پرورش پانے کا قصہ (۲۲) قبطی کو مکہ مارنے کا قصہ۔ (۲۳) اور مصر سے مدین میں جانے کا قصہ (۲۴) پھر وہاں پر نکاح کرنے کا قصہ (۲۵) مصر کی طرف لوٹتے وقت راستہ میں درخت میں آگ کے دیکھنے کا قصہ (۲۶) پھر اس سے کلام سننے کا قصہ (۲۷) بنی اسرائیل کے گائے ذبح کرنے کا قصہ (۲۸) موسیٰ اور خضر کی ملاقات کا قصہ (۲۹) طالوت اور جالوت کا قصہ (۳۰) ذوی القرنین کا قصہ۔ (۳۱) اصحاب کہف کا قصہ (۳۲) اور شخصوں کے مناظرہ کا قصہ (۳۳) باغ والوں کا قصہ (۳۴) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں کا قصہ۔ (۳۵) مومن شہید یعنی حبیب نجار جس کو کفار نے شہید کر ڈالا تھا کا قصہ۔ (۳۶) اصحاب الاخدود کا قصہ (۳۷) اصحاب الفیل کا قصہ (۳۸) بیت المقدس پر دوبارہ چڑھائی کا قصہ (۳۹) حضرت عزیز کا قصہ علیٰ نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام۔

مضامین قرآن

ناظرین کرام! قرآن مجید کی کوئی ایسی سورت نہیں ہے جس میں حسب ذیل خوبیوں سے کوئی خوبی نہ ہو۔

(۱) صفاتِ الٰہیہ مثلاً اس کا رحیم وکریم غفور قادر شکور علیم حلیم عادل قدوس محی ممیت مضر ومذل وغیرہ ہونا (۲) خدا کا جمیع عیوب ونقائص سے پاک ہونا جیسا حدوث عجز جہل ظلم کذب وغیرہ (۳) توحید خالص کی طرف بلانا اور شرک اور اس کی شاخ تثلیث کو مٹانا (۴) انبیاء علیہم السلام کا اس طور ذکر جو کہ لوگوں کو نیک چلنی کی طرف داعی ہو نہ بایں طور پر کہ گمراہی پر لوگوں کو حوصلہ ہو (۵) ملائکہ کا مخلوق ہونا اور اس کا فرمانبردار ہونا (۶) اللہ اور اس کے اصولوں پر ایمان لانے والوں کی مدح کرنا (۷) منکرین کی برائی اور مذمت کرنا (۸) انبیاء علیہم السلام اور اللہ تعالیٰ اور ملائکہ اور روز حساب پر ایمان لانے کی تاکید (۹) یہ وعدہ کہ آخر اللہ کے ایمان دار بندے بے ایمانوں پر غلبہ پائیں گے۔ (۱۰) قیامت اور جزائے اعمال کا بیان (۱۱) جنت و دوزخ کا بیان (۱۲) دنیا کی برائی اور بے ثباتی (۱۳) عقبیٰ اور اس کے ثبات کی مدح (۱۴) اشیاء کی حلت اور حرمت (۱۵) احکام تدبیر المنزل کا بیان (۱۶) احکام سیاست اور ان کا بیان (۱۷) تہذیب الاخلاق کی تعلیم اور مکارم اخلاق کی خوبی (۱۸) محبت الٰہی اور اس کے پاک لوگوں کے ساتھ سچی محبت (۱۹) ان امور کا ذکر جن کے ذریعہ دربار الٰہی تک رسائی حاصل ہو (۲۰) فساق و فجار کی محبت سے احتراز (۲۱) عبادت مالیہ بدنیہ میں خلوص نیت کی تاکید۔ (۲۲) ریاکار اور عبادت ریاکارانہ کی مذمت (۲۳) اخلاق مذمومہ پر وعید و تنبیہہ (۲۴) بری باتوں کو ترک کردینے کی تاکید مزید جیسے بلاوجہ صحیح غضب تکبر بخل ظلم وغیرہ (۲۵) احکام شرعیہ کا بیان (۲۶) ذکر الٰہی کی ترغیب (۲۷) زمین و آسمان میں اپنے قدرت وجبروت کا بیان (۲۸) عالم صغیر اور عالم کبیر پر غور و فکر کرنے کی دعوت۔ (۲۹) وقائع سابقہ عبرت انگیز کا بیان (۳۰) دنیائے کائنات کا وجود عارضی ہے اللہ کی طرف سے آیا اور اسی کی طرف لوٹ جائے گا۔

علیٰ ہذا القیاس اور بے شمار مضامین قرآن مجید میں مذکور ہیں جن کے تفصیلی ذکر کی یہاں پر گنجائش نہیں مختصر یہ کہ قرآن میں یہ مذکورہ بالا مضامین مثلاً مذکور ہیں انسان پر لازم ہے کہ بوقت تلاوت ان مضامین کا لحاظ رکھے تاکہ یہ تلاوت نتیجہ خیز ثابت ہو۔

تفسیر بالرائے

علمائے کرام نے سہولت کے پیش نظر تفسیر بالرائے کی قدرے تعیین کردی ہے جو کہ حسب ذیل ہے:۔

(۱) تفسیر بالرائے جس کے جواز میں اختلاف ہے تاویل متشابہات ہے جو کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم کے ساتھ مخصوص ہے اس کا نام ہے۔

(۲) تفسیر بالرائے جس کا جواز اتفاقی ہے۔ احکام شرعیہ ہوں یا فرعیہ اعرابیہ ہوں یا بلاغیہ وغیرہ کے استنباط واستخراج کا نام ہے بشرط قابلیت۔

(۳) تفسیر بالرائے جو کہ اتفاقی طور پر ناجائز ہے اور غیر صحیح ان متشابہات کی تفسیر کا نام ہے جو کہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مخصوص ہے۔

(۴) تفسیر بالرائے وہ جو کہ ان علوم کے حاصل کیے بغیر کی جائے جو کہ تفسیر کرنے میں ایک بنیادی حیثیت رکھتے ہیں۔

(۵) تفسیر بالرائے جو کہ اپنے نظریہ اور مذہب کی تائید کی خاطر کی جائے یعنی اس طور پر کہ اپنے مذہب اور نظریہ کو اصل قرار دیا جائے۔ اور تفسیر کو اس کا تابع اور اس کی فرع قرار دی جائے۔

(۶) تفسیر بالرائے یعنی بلادلیل قطعی طور پر یہ کہنا کہ اس آیت کا یہی معنی اور مفہوم ہے اور اس سے اللہ تعالیٰ کی یہی مراد ہے۔

(۷) تفسیر بالھویٰ یعنی من مانی تفسیر کرنا جو چاہے کہہ دے کہ یہی قرآن کا معنی ہے۔ اول اور دوسری کے علاوہ سب اقسام ناجائز اور غیر صحیح ہیں اور ان پر عمل پیرا ہونا سب ناروا اور یہ یاد رہے کہ تفاسیر متداولہ مشہورہ مستعملہ اہل سنت والجماعت کے علاوہ تمام تفسیر نجدی ہوں یا کوئی اور یہ سب عموماً قابل اعتماد نہیں ہیں اور تفاسیر متداولہ بین اہلسنت والجماعت تفسیر بالرائے کی جملہ ممنوعہ اقسام سے بری اور پاک ہیں لہذا قرآن مجید کی تفسیر میں تشریح بالا کا اگر خیال نہ کیا جائے تو وہ ہرگز ہرگز قابل اعتماد و عمل نہیں ہوتی۔ پس ضروری ہے کہ تفاسیر اہلسنت والجماعت قرآن وسنت کے سمجھنے میں لازمی طور پر پیش نظر رہیں۔

قرآن مجید سے احکام کا اثبات واظہار

قرآن مجید میں گو ہر ایک چیز اور ہر ایک شے کا حکم موجود ہے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہر حکم صریح الفاظ میں موجود ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ احکام قرآن مجید

سے ان قواعد اور اصول کی روشنی میں نکالے جا سکتے ہیں جو کہ عربی کلام کے سمجھنے کے لیے ایک بنیادی حیثیت رکھتے ہیں۔ مثال لیجئے کہ قرآن مجید میں والدین کے احترام بجا لانے کی شکل میں یوں ارشاد فرمایا:۔

فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا۔

یعنی والدین کو اُف مت کہو اور نہ ہی ان کو جھڑکو اور ان کے حق میں باعزت بات کہو۔

ملاحظہ فرمائیے کہ اس آیت میں یہ کہا گیا ہے کہ اُن کو اُف نہ کہو تو کیا اُف کے علاوہ سب کچھ اور ہر بدتہذیبی کا مظاہرہ ان کے حق میں جائز ہے؟ ہرگز نہیں اور بالکل نہیں تو پھر دوسری چیزوں کی ممانعت قرآن سے کیسے نکلی تو یہ کہا جائے گا کہ اُف اور غیر اُف کی ممانعت قرآن سے ہی ہے لیکن صراحتاً صرف اُف کی ممانعت ہے اور غیر اُف کی کسی اور طور پر ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ بنابریں علماء نے ذکر کیا ہے کہ قرآن مجید سے احکام کے نکالنے کے لیے متعدد طریقے ہیں کہ اصول فقہ کی کتابوں میں مذکور ہیں مثلاً ظاہر نص مفسر محکم عام خاص مشترک مؤول خفی مجمل مشکل متشابہ حقیقہ مجاز صریح کنایہ۔ عبارۃ النص اشارۃ النص دلالۃ النص اقتضاء النص وغیرہ! تو ہر حکم کو قرآن مجید سے نکالنے کے لیے ازبس ضروری ہے کہ ان مذکورہ بالا طریقوں کو اپنایا جائے۔ ان کے بغیر یہ کہنا کہ یہ حکم قرآن میں نہیں اس کو نہیں مانا جا سکتا۔ یہ دیدہ دلیری ہے۔ اس سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ قرآن مجید سے اخذ احکام کے لیے اصولی بنیادی علوم کا حاصل کرنا نہایت ضروری ہے اور ان کے ائمہ فن اور علماء ربانی و فقہاء ملت کا ارشاد احکام شرعیہ پر عمل پیرا ہونے کے لیے تسلیم کرنا لازمی اور ضروری ہے۔ محض اپنی معمولی شُد وبُد سے قرآن مجید سے احکام نکالنے کا مدعی ہونا انتہائی طور پر گمراہ کن نظریہ ہے۔ اور ایسے بے خبر لوگوں کی باتوں کو جو کہ از خود اُنھوں نے بنائی ہوں ہرگز ہرگز قابل قبول نہیں سمجھا جائے گا۔ لہذا فقہ شریف جو کہ کتاب وسنت کا حقیقی تاثر اور مفاد ہے اس کی روشنی میں عمل پیرا ہونا لازمی ہے۔

تفسیر کا معنی

علم تفسیر وہ علم ہے کہ جس میں احوال قرآن مجید سے بحث کی جائے اور بقدر طاقت بشریہ الفاظ سے جو کچھ خدا تعالیٰ کی مراد ہو اس کو ظاہر کیا جائے۔

موضوع مبادی غرض علم تفسیر

علم تفسیر کا موضوع اور محل بحث قرآن بحث ہے اور غرض اس کی قرآن مجید کے معانی اور مطالب جان لینا ہے اور اس کے مبادی یعنی اس کے ذرائع حصول صَرف نحو اور معانی بیان فقہ اُصول حدیث کلام وغیرہا علوم ہیں پس ثابت ہُوا کہ جو شخص اس زمانہ میں علوم ضروریہ اسلامیہ سے محروم ہے۔ خواہ کیسا ہی عقلمند کیوں نہ ہو وہ معرفت مطالب قرآن سے محروم ہے اور اس کی قرآنی تشریح ناقابلِ قبول۔

تفسیر قرآن بیان کرنے کیلئے ضروری علوم

(۱) علمِ لغت۔ جس سے کلام پاک کے مفرد الفاظ کے معنی معلوم ہو جائیں۔

(۲) علم نحو کہ اعراب و حرکات کے بدلنے سے معنی بدل جاتا ہے۔ اور یہ تبدیلی نحو میں بیان کی جاتی ہے (۳) علمِ صَرف کا جاننا ضروری ہے کیونکہ الفاظ اور صیغوں کے اختلاف سے معانی بالکل مختلف ہو جاتے ہیں اور یہ لفظی تغیر و تبدل علم صرف میں بیان کیا جاتا ہے۔ (۴) علمِ اشتقاق کا جاننا ضروری ہے کیونکہ لفظ جب متعدد مادوں سے مشتق ہو گا تو معنی اس کے مختلف ہوں گے۔ (۵) علمِ معانی کا جاننا ضروری ہے جس سے کلام کی ترکیبیں معنی کے اعتبار سے معلوم ہوتی ہیں (۶) علم بیان کا جاننا ضروری ہے جس سے کلام کا ظہور و خفا تشبیہ و کنایہ ہونا معلوم ہوتا ہے۔ (۷) علم بدیع جس سے کلام کی خوبیاں تعبیر کے لحاظ سے معلوم ہوتی ہیں۔ یہ تینوں فن علمِ بلاغت کہلاتے ہیں اور مفسر کے اہم معلومات میں سے ہیں اس وجہ سے کہ کلام الٰہی

جب کہ سراسر اور مجموعہ اعجاز ہے۔ انھیں سے اس کا اعجاز اور بے مثل ہونا معلوم ہوتا ہے (۸) علمِ قرأت کا جاننا بھی ضروری ہے اس وجہ سے کہ مختلف قرأتوں کی وجہ سے مختلف معنی معلوم ہوتے ہیں اور بعض معنی کی بعض معنی پر ترجیح و فوقیت معلوم ہو جاتی ہے۔ (۹) علمِ عقائد کا جاننا بھی ضروری ہے اس لیے کہ کلام میں بعض آیات ایسی ہیں جن کے ظاہری معنی کا اطلاق حق سبحانہٗ و تعالیٰ و تقدس پر صحیح نہیں اس لیے ان میں کسی تاویل کی ضرورت پڑے گی جیسی کہ آیت ید اللّٰہ فوق ایدیھم ہیں (۱۰) اصول فقہ کا معلوم ہونا ضروری ہے کہ جس سے وجوہ استدلال و استنباط احکام معلوم ہو سکیں۔ (۱۱) اسباب نزول آیات کا معلوم ہونا بھی لازمی ہے کہ شان نزول سے آیت کے معنی زیادہ واضح ہوں گے۔ اور بسا اوقات اصل معنی کا معلوم ہونا بھی بہت اہم ہے تاکہ منسوخ شدہ احکام معمول بہا سے ممتاز ہو سکیں۔ (۱۲) علم فقہ کا معلوم ہونا بھی بہت اہم ہے ضروری ہے کہ جزئیات کے احاطہ سے کلیات پہچانے جاتے ہیں (۱۴) ان احادیث کا معلوم کرنا ضروری ہے جو قرآن مجید کی مجمل آیات کی تفسیر واقع ہوتی ہیں۔ (۱۵) وہ علم وہبی ہے جو کہ اللّٰہ تعالیٰ اپنے مخصوص بندوں کو عطا فرماتا ہے۔ جس کی طرف اس حدیث میں اشارہ ہے:

من عمل بما علم ورثه الله علم ما لم يعلم (جبکہ بندہ معلوم چیز پر عمل کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ ایسی چیزوں کا علم عطا فرماتے ہیں جن کو وہ نہیں جانتا۔)

یہ وہ علوم ہیں جو کہ مفسر قرآن کے لیے بطور آلہ اور سبب کے جاننا ضروری ہیں اگر کوئی شخص ان علوم کی واقفیت بغیر قرآن کی تفسیر کرے تو وہ تفسیر بالرائے میں داخل ہے جس کی شریعت میں ممانعت آئی ہے۔ صحابہ کرام کو علوم عربیت طبعًا حاصل تھے اور بقیہ علوم مشکوٰۃ نبوت سے مستفاد تھے۔ لہٰذا بعد کے علوم مروجہ ان کیلئے نقصان دہ نہیں۔ (از فضائل قرآن مصنفہ مولوی محمد زکریا صاحب)

علامہ سیوطیؒ فرماتے ہیں کہ شاید تجھے خیال ہو کہ علم وہبی کا حاصل کرنا انسانی قدرت سے خارج ہے لہٰذا اس کا حصول تفسیر کے لیے ضروری نہیں ہونا چاہیئے لیکن حقیقتًا ایسا نہیں بلکہ اس کے حاصل کرنے کا طریقہ ان اسباب کا حاصل کرنا ہے جن پر حق تعالیٰ شانہٗ اس کو مرحمت فرماتے ہیں مثلاً علم پر عمل اور دنیا سے بے رغبتی وغیرہ وغیرہ

ناظرین کرام۔ ان مذکورہ بالا تصریحات سے یہ امر روز روشن کی طرح واضح ولائح ہوگیا کہ قرآن مجید کی تفسیر اور اس کی تشریح کے لیے علوم مذکورہ کا حاصل کرنا نہایت ضروری اور لازمی امر ہے کہ اگر ان کو حاصل کیے بغیر قرآن مجید کی تفسیر کی جائے تو وہ تفسیر بالرائے اور ذاتی رائے ہونے کی وجہ سے غیر مقبول اور مردود ہوگی۔ لہٰذا اگر کسی سے ان علوم ضروریہ کے بغیر محض اپنی ذاتی استعداد اور اُردو تراجم قرآن دیکھ کر قرآن مجید کی تفسیر شروع کردی اور یہ بتلانے کی کوشش کی کہ میرا ترجمہ اور تشریح بالکل صحیح اور ضروری العمل ہے تو یہ شرعی اور عقلی طور پر بھی سخت وبے باکی اور بے معنی عبارت ہوگی۔

لہٰذا ضروری ہے کہ وضاحت اور تفسیر قرآن کے لیے علماء ربانی اور فضلاء ملت اور مخلصین ماہرین کی طرف رجوع کیا جائے۔

نسخ قرآن کی حقیقت

نسخ قرآن کا مطلب یہ ہے کہ کسی فائدہ اور مصلحت کی وجہ سے کسی آیت کو یا کسی آیت کے حکم کو منسوخ اور ناقابل عمل قرار دیا جائے اور یہ کبھی اس طرح ہوتا ہے کہ آیت کی تلاوت اور حکم دونوں منسوخ ہوتے ہیں اور کبھی یوں کہ آیت منسوخ ہوتی ہے لیکن اس کا حکم باقی ہوتا ہے اور کبھی اس طور پر ہوتا ہے کہ تلاوت باقی ہوتی ہے اور حکم منسوخ ہوتا ہے۔

قرآن مجید میں رب تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

مَا نَنۡسَخۡ مِنۡ اٰيَةٍ اَوۡ نُنۡسِهَا نَاۡتِ بِخَيۡرٍ مِّنۡهَاۤ اَوۡ مِثۡلِهَا۔ اگر ہم کسی ایک آیت کو منسوخ کردیں یا اس کو دل سے بھلادیں تو اور آیت اس کے بدلے میں لے آتے ہیں جو کہ پہلی آیت کی طرح ہوتی ہے یا اس سے زیادہ ثواب وغیرہ کی مفید ہوتی ہے۔

عقلی طور پر بھی نسخ جائز ہے

نسخ کی حقیقت سے یہ بات واضح ہوگئی کہ اس کی بنا بندوں کا فائدہ ہے لہٰذا جب کسی وقت پہلی آیت یا پہلے حکم سے دوسری آیت یا دوسرا حکم زیادہ مفید ہوا تو اس کے جواز میں کیا شک ہوسکتا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ حکیم ہے اور وہ ہر چیز کے خالق وعالم ہونے کی وجہ سے جانتا ہے کہ یہ آیت اور حکم فلاں فلاں وقت تک مفید ہے یا فلاں وقت کے لیے غیر مفید۔ تو وہ محض بندوں کے فائدوں کے پیش نظر آیات اور اُن کے احکام میں تبدیلی کردیتا ہے اور یہ تبدیلی اللہ کے علم میں تو پہلے سے معلوم ہوتی ہے کہ اس کا علم ازلی اور ابدی غیر متبدل ہے تو اس کے لحاظ سے یہ تبدیلی محض حکم کی مدت کا بیان ہے کہ وہ پہلا حکم اتنی مدت کے لیے ہی تھا مگر بندوں کو چونکہ اس حکم و آیت کی مدت بقا کا علم نہیں ہوتا وہ یہی سمجھتے ہیں کہ یہ آیت اور یہ حکم ہمیشہ کے لیے ہی ہوگا تو جب پہلے حکم یا آیت کے بدلہ میں دوسرا حکم یا آیت آتی ہے تو یہ سمجھتے ہیں کہ پہلا حکم بدل دیا گیا ہے یا اس حکم نے پہلے حکم کو اور پچھلی آیت نے پہلی آیت کو ناقابل بقا قرار دیا ہے اور ظاہر ہے کہ اس میں کچھ حرج نہیں۔

اس کو یوں بھی سمجھا جاسکتا ہے کہ جیسے حکیم ایک مریض کی تشخیص مرض کے بعد نسخہ تجویز کرتا ہے اور کہتا ہے کہ اس پرہیز کے ساتھ اس دوا کو استعمال کرو اور ایک ہفتہ کے بعد پھر تشخیص کراؤ تو جب مریض دوا استعمال کرنے کے بعد دوبارہ حاضر ہوتا ہے تو دوا مفید یا غیر مفید ہونے کی صورت میں اگر حکیم صاحب دوا میں کچھ رد و بدل کرتا ہے تو مریض یہ نہیں کہتا کہ آپ نے نسخہ میں یہ اجزا کیوں بڑھائے ہیں یہ آپ کو پہلے معلوم نہ تھا کیونکہ مریض کو معلوم ہے کہ نسخہ مریض کی مصلحت کے لیے تجویز ہوا تھا جس کو حکیم صاحب جانتے ہیں اور مریض نہیں جانتا تو اب بھی مریض کو معلوم ہے کہ حکیم صاحب نے یہ تبدیلی کسی مصلحت کی وجہ سے کی ہے لہٰذا معترض ہونے سے وہ بچتا ہے بلکہ شکر گزار ہوتا ہے کہ حکیم صاحب نے مزید غور و خوض سے اپنی

انتہائی ہمدردی کا ثبوت دیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ امم سابقہ کے احکام اور پہلی شریعتیں قرآن مجید کے آنے کے بعد سب کی سب منسوخ ہوگئیں اور رسالتیں منسوخ العمل ہوگئیں۔ آج قرآن کے ہوتے ہوئے نہ پہلی کوئی شریعت اور نہ کسی کی نبوت اور رسالت عملی طور پر قابل عمل ہے کیونکہ اپنے اپنے وقت میں ان طبائع انسانیہ کے لیے وہی احکام الٰہیہ لائق اور مفید تھے۔ تو جیسے آج قرآن سے پہلے کسی آسمانی کتاب کو اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پیشتر کسی نبی و رسول علیہ السلام کی عملی نبوت و رسالت کو ضروری العمل قرار دینا ناجائز ہے۔ ایسے ہی قرآن مجید کے وہ حصے جو کہ کسی حیثیت سے منسوخ العمل ہو چکے ہیں ان کو زیر بحث لانا اور ان کو واجب العمل قرار دینا بھی نادرست اور غیر صحیح ہے۔

اس سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ نسخ کی حقیقت میں چونکہ بندوں کی ہر طرح سے مصلحت پیش نظر آتی ہے لہٰذا قرآن کا نسخ قرآن کے علاوہ سنت سے بھی ہو سکتا ہے کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کلام الٰہی کو اس کے حقیقی معلّم مبلغ و مفسّر ہونے کی وجہ سے جانتے ہیں کہ یہ حکم کتنی مدت تک مفید ہے اور وہ اللہ کے ہر حکم کی ہر حیثیت اور شق کو جانتے ہوئے کسی ردّ و بدل کرنے کے شرعاً مجاز ہیں اور عقل سلیم اس کو تسلیم کرتی ہے۔

محکم اور متشابہ

قرآن مجید میں بعض آیات ایسی ہیں کہ اس کا معنی ظاہر و باہر ہوتا ہے اور کسی طرح سے اس میں تاویل اور ردّ و بدل کی گنجائش نہیں ہوتی جیسا اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ نماز قائم کرو۔ اس میں کسی طرح کی تاویل نہیں صاف معنی ہے کہ نماز کو قائم کرو اور ادا کرو اور بعض آیات ایسی ہوتی ہیں کہ ان کا معنی صاف اور صریح طور پر سمجھ نہیں آتا مثلاً یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے اب نہ معلوم کہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ کی کیا کیفیت ہے کیونکہ اگر ہم کسی مخلوق کے ہاتھ

کی طرح اس کا ہاتھ سمجھ لیں اور یہ کہیں کہ اللہ کا ہاتھ فلاں کے ہاتھ یا فلاں چیز کی طرح ہے تو یہ کہنا قرآن کی رُو سے ممنوع ہے۔ کیونکہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے لَیْسَ کَمِثْلِہٖ شَیْءٌ کوئی شے اس کی مثل نہیں۔ تو اب اگر ہم یہ کہیں اس کا ہاتھ فلاں کی طرح ہے تو قرآن مجید کی صراحتہً مخالفت لازم آتی ہے۔ نیز ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ سب چیزیں ممکن اور حادث ہیں اور وہ اللہ کی طرح کیسے ہو سکتی ہیں تو پھر یہی کہنا پڑے گا کہ اللہ تعالیٰ کے لیے ہاتھ تو ہے مگر وہ جو اس کی ذات کے لائق ہے اور ہم اس کی حقیقت کو نہیں جانتے تو اس کی کوئی حقیقت متعینہ ثابت نہ ہوئی۔ لہٰذا اس آیت اور اسی قسم کی اور آیات جو کہ اللہ تعالیٰ کے اعضاء و جوارح پر دلالت کرتی ہیں سب کو متشابہات کہتے ہیں ان کا معنی اور ان کی حقیقت بجز اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا۔ ہاں جس کو اللہ تعالیٰ بتا دے۔ مثلاً انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام سے جس کو چاہے جو چاہے بطریق وحی و الہام بتا دے وہ مالک و مختار ہے اس کو کون روک سکتا ہے مگر بعض لوگوں نے اپنی بے سمجھی کی وجہ سے متشابہات کی حقیقت اور ان کے معانی میں از خود کرید شروع کر دی تو بعض علماء نے احتیاط سے ہی کام لیا اور کہا کہ ان کی حقیقت اور مراد اللہ ہی جانتا ہے اور کوئی نہیں جانتا یہ علماء متقدمین اسلام کا نظریہ ہے جس کو مذہب تفویض کہتے ہیں یعنی متشابہات کی حقیقت کو اللہ کی طرف تفویض اور سپرد کر دینا اور بعض متاخرین علماء نے متشابہات کی کچھ ایسی مناسب تاویلیں کی ہیں کہ محکمات سے تصادم بھی نہ ہو اور کسی کی نوک جھوک کا خطرہ بھی نہ رہے مثلاً ید اللہ فوق ایدیہم کا معنی یہ کیا کہ اللہ کی قدرت ان کے ہاتھوں پر مسلط اور ان پر متصرف ہے کیونکہ لغت اور عربی زبان میں ید سے مراد قدرت و نصرت مراد لیا جاتا ہے علیٰ ہذا القیاس اس طرح مقطعات قرآنیہ کو بھی علماء نے متشابہات میں داخل کیا ہے کیونکہ ان کی مراد حقیقی بھی اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے اور اگر کسی مفسّر نے ان کی کچھ تشریح کی ہے تو وہ ایک گونہ رمز و اشارہ بیان کیا ہے نہ کہ حقیقت۔ بہر صورت متشابہات کی حقیقت د

ماہیت بجز اللہ تبارک و تعالیٰ اور کوئی نہیں جانتا ہاں جس کو وہ اپنے فضل و کرم سے کچھ بتائے۔ (بیضاوی وغیرہ)۔

شرعی احکام ثابت کرنے کی ترتیب

اُمورِ شرعیہ بالخصوص احکام متنازعہ فیہا میں سب سے اوّل اور مقدم جو اَمر فیصل اور قطعی حکم ہوگا۔ وہ قرآن مجید اور حدیث صحیح ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللّٰهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُولِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ۔

اے ایمان دارو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی فرماں برداری کرو اور ان کی جو کہ تم سے اولی الامر (یعنی علماء مجتہدین) ہیں۔ پس اگر تمھارا کسی امر میں تنازع ہو جائے تو فیصلہ کے لیے صرف اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کریم کے ارشاد کو تسلیم کرو اگر اللہ اور روزِ قیامت پر ایمان رکھتے ہو۔ نیز فرمایا:

وَمَنْ لَمْ يَحْكُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللّٰهُ فَأُولٰئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ۔

یعنی جو قرآن مجید کے ساتھ فیصلہ نہ کرے وہ انتہائی ناشکرا اور کافر ہے۔

اور دوسرے مقام پر یوں فرمایا:-

فَأُولٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ

یعنی شرعی فیصلہ نہ دینے والے قطعی فاسق اور بے دین ہیں۔

اور فرمایا:

مَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا

جو کچھ تمھیں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم دیں وہ لے لو۔ اور جس سے روکیں اس سے رُک جاؤ۔

نیز فرمایا:

قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ

اگر تم اللہ کے محبوب بننا چاہتے ہو تو میری اطاعت اور فرماں برداری کرو۔

نیز فرمایا:

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتّٰى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا۔

تیرے پروردگار کی قسم وہ اس وقت تک پختہ ایمان والے نہیں ہو سکتے جب تک کہ وہ اپنے تمام اختلافات کے تصفیہ میں آپ کو قطعی منصف اور یقینی حکم مقرر کر لیں اور پھر آپ کے فیصلہ کو بنظر استحسان دیکھتے ہوئے حتمی طور پر تسلیم نہ کر لیں۔

ان آیات کریمہ میں صاف صاف فرمایا کہ مسلمان بحیثیت مسلمان ہونے کے اس امر پہ مجبور ہے کہ وہ اپنے تمام مناقشات اور جملہ اختلافات کے طے کرنے میں قرآن مجید اور سنت صحیحہ کو حکم اور اَمر فیصل تسلیم کرے ورنہ وہ برائے نام اور دکھاوے کا مسلمان ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور دوسرے علماء ربانی کی طرف رجوع

بعض اُمور اور احکام سے متعلق قرآن و حدیث میں تفصیلی بحث نہیں ہوتی صرف اجمالی طور پر ان کا ذکر ہوتا ہے۔ لہٰذا ان کی تشریح اور تحقیق میں صحابہ کرام اور تابعین اور تبع تابعین و ائمہ مجتہدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے ارشادات واجب التسلیم ہوں گے۔ قرآن مجید میں ہے:

مَنْ يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهِ جَهَنَّمَ وَسَاءَتْ مَصِيرًا

ہر وہ شخص جو کہ ہدایت واضح ہو جانے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ارادۃً مخالفت کرے اور جمہور (علماء) اہل اسلام اور ان کی اکثریت کو ترک کرے ہم اس کو اس کی نفسیاتی روش پہ چھوڑ دیں گے۔ اور دوزخ کی بڑھتی ہوئی آگ میں داخل کریں گے جو کہ کسی وجہ سے آرام کی جگہ نہیں ہے۔

تفسیر ترجمان القرآن للطائف البیان جلد نمبر ا صفحہ ۱۶۔۱۷۔۱۸ پر ہے جس کا ترجمہ حسبِ ذیل ہے۔ یعنی تفسیر میں یوں فرمایا گیا کہ قرآن کا بعض حصّہ چونکہ بطریق اجمال ہے لہٰذا اس کی تشریح و تفصیل کے لیے سب سے اوّل قرآن مجید ہے (۲) یہ کہ جو معنی قرآن کا رسول پاک صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم نے فرمایا ہے وہ بہترین تفسیر ہے بلکہ یہی وہ حقیقی اور نفس الامری تشریح ہے کہ جس کی اتباع تمام لوگوں پر عین واجب ہے (۳) یہ کہ قرآن مجید کے کسی حکم اور امر کے متعلق اگر حدیث میں تفصیل موجود نہ ہو تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی تفسیر تلاش کی جائے کیونکہ ان کی تفسیر بلحاظ اس کے کہ وہ قرآن مجید کے ان واقعات اور حالات کو جن پر قرآن مجید نازل ہُوا اچھی طرح جانتے ہیں لہٰذا ان کی تفسیر ہر امر میں تمام علمارِ کرام سے مقدم ہوگی۔

شاہ ولی اللہ صاحب محدّث دہلوی اپنی کتاب ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء میں فرماتے ہیں: (ترجمہ) کہ خلافتِ راشدہ جو کہ تقریباً تیس سال تک ہے وہ درحقیقت نبوت کا تتمہ ہے علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام گویا حق تو یہ تھا کہ اتنی مدت آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم دنیا میں رہ کر خود بنفسِ نفیس خلافت راشدہ کے ہر کردار کو جو کہ تتمہ نبوت تھے پایۂ تکمیل تک پہنچاتے لیکن حکمتِ ایزدی اور مشیتِ الٰہی اس امر کی متقاضی ہوگی کہ آپ کے بعد یہ جملہ اُمور آپ کے فیض یافتہ افراد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ذریعہ سر انجام پائیں۔

حدیث میں ہے کہ حضرت ریاض بن ساریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک روز حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نماز پڑھ کر ہماری طرف متوجہ ہوئے اور ایسا وعظ فرمایا کہ آنکھیں رونے لگیں اور دل خوف زدہ ہو گئے۔ ایک شخص نے عرض کی کہ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ وعظ تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا کوئی اپنے پس ماندگان کو بوقت مفارقت کچھ کلمات وداعیہ کہتا ہے لہٰذا ہمیں کوئی وصیّت فرمائیں۔ آپ نے فرمایا کہ میں تمہیں وصیّت کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اپنے امیر کی پوری اطاعت کرو گو وہ حبشی ہی کیوں نہ ہو بلاشبہ جو شخص میرے بعد رہے گا وہ بے شمار اختلافات

دیکھے گا پس تم اُس وقت میری اور میرے صحابہ کی سنت کو مضبوط پکڑو گویا کہ تم نے اپنی ڈاڑھوں سے ایک چیز کو پکڑ رکھا ہے اور ہر ایسی نئی چیز سے بچو جو کہ میری شریعت سے (اصولی طور پر) ثابت نہ ہو۔ کیونکہ ایسی ہر نئی چیز بدعت ہے اور ایسی ہر بدعت گمراہی ہے۔ . . . .

دیکھئے کتاب و سنت پر عمل پیرا ہونے کی سب سے پیشتر کس قدر تاکید ہے (مشکوٰۃ شریف)

حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم نے فرمایا کہ بہترین لوگ میرے زمانہ کے لوگ ہیں پھر وہ جو دوسرے زمانہ میں ہوں گے پھر وہ جو تیسرے زمانہ میں ہوں گے پھر ایسی حالت ہو جائے گی کہ ایک قوم ایسی آئے گی کہ ان کی قسمیں ایمان سے پیشتر اور ایمان قسموں سے پیشتر ہوں گے۔ پھر وہ جو تیسرے زمانہ میں ہوں گے

یعنی لوگ ایسے حریص ہوں گے کہ بلا وجہ اور ناجائز طریقے پر بلا بلائے شہادت دیں گے اور کذب و افترا کا طریقہ اختیار کریں گے۔

حدیث شریف میں آتا ہے:

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَجْمَعُ اُمَّتِيْ عَلَى الضَّلَالَةِ (ترمذی)	بلاشبہ اللہ تعالیٰ میری اُمت کو کسی گمراہی اور ضلالت پر جمع نہیں کرے گا۔

وَيَدُ اللّٰهِ عَلَى الْجَمَاعَةِ (ترجمہ) عام جماعت (اہل اسلام) پر اللہ کا ہاتھ ہوتا ہے اور جو اس سے علیحدگی اختیار کرے گا وہ دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔

مَنْ فَارَقَ الْجَمَاعَةَ شِبْرًا فَقَدْ خَلَعَ رِبْقَةَ الْاِسْلَامِ مِنْ عُنُقِهٖ (ابو داؤد)	جو شخص اہل اسلام کی مشہور اور عام جماعت سے ایک بالشت بھی علیحدہ ہو گا اس نے قطعاً اپنی گردن کو علاقہ اسلام سے آزاد

کر دیا یعنی اسلام سے اس کا رابطہ ختم ہو گیا۔

ان حوالہ جات مذکورہ بالا میں روز روشن سے زائد واضح ہوتا ہے کہ قرآن و سنت شریعت کی تشریح اور تفصیل میں ہم قرآن اور سنت اور علمارِ ربانی و فقہاء اُمت اور ان کی عام اکثریت اور ان کے متفق بہا اقوال کے پابند ہیں جو ان کی قرآن و حدیث کی روشنی میں تشریحات ہوں گی وہ حتمی طور پر ضروری العمل اور واجب الاتباع ہوں گی۔ ان کی مخالفت صراطِ مستقیم کی مخالفت ہو گی اور گمراہی اور ضلالت کا پیش خیمہ۔

سلف کی طرف رجوع کرنے میں ترتیب

کسی حکم کو ثابت کرنے کے لیے سب سے پہلے قرآن شریف کی طرف رجوع ہو گا اور قرآن مجید کو سمجھنے کے لیے پہلے خود قرآن مجید کی تفسیر ہو گی اور بعد میں حدیث سے اور پھر صحابہ کرام اور دیگر فقہاء اُمت مگر پہلے صحابہ کرام سے جو فقیہہ ہوں گے وہ غیر فقیہوں سے مقدم ہوں گے اور پھر تابعین اور تبع تابعین سے بھی اسی طرح فقیہہ غیر فقیہہ پر مقدم ہوں گے۔ اور اسی طرح بعد میں بھی لحاظ کیا جاوے گا لہذا جو اس طرح کتاب و سنت کی تشریح کو ضروری العمل اور یقینی الاتباع نہ سمجھے گا بلکہ اپنی طرف سے اور اپنی خیال آرائی و آزادی سے قرآن و حدیث کا معنی کرے گا۔ اور اس کے ماننے پر کسی کو مجبور کرے گا یہ قطعاً نادرست ہو گا اور غیر صحیح اور بوجہ تفسیر بالرائے اور خلاف اجماع اور مخالفت جمہور ہونے کے مردود ہو گا۔

ان حوالجات مذکورہ سے واضح ہوا کہ وہ حضرات جو کہ زمانہ مشہود لہ بالخیر یعنی صحابہ کرام اور تابعین و تبع تابعین میں موجود تھے ان کے ارشادات بوجہ تتمہ نبوت ہونے اور قرآن و حدیث کی صحیح تشریح و تفسیر ہونے کی حیثیت سے نہ صرف واجب العمل بلکہ قرآن و حدیث کے بعد سب سے مقدم اور برہان مستحکم ہوں گے ان کو چھوڑنا ایمانی تقاضے کے خلاف ہے۔

بعینہٖ اسی طرح جس طرح بعض چیزیں قرآن و حدیث پاک میں مبہم اور مجمل و غیر مشرح ہوتی ہیں اسی طرح صحابہ کرام اور تابعین اور تبع تابعین سے بھی ان کی کوئی تشریح اور تفصیل و تنقیح مذکور نہیں ہوئی تو اس وجہ سے جو تشریح علماء و صوفیاء کرام باتفاق آراء سب مل کر فرمائیں گے اور اس پر رجوع کریں گے وہ قطعاً حجت ہو گی اور ضروری العمل قرار پائے گی۔ اور اس رجوع کے خلاف

کرنے کی صورت میں پہلے قرآن مجید میں گذرا ہے کہ رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا جو شخص رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور عام جماعت اہل اسلام اور فضلاء اُمت سے الگ ہو جائے گا تو ہم اس کو اس کی خواہشات پر چھوڑ دیں گے اور جہنم کی دہکتی آگ میں داخل کریں گے جو کہ بہت برا مقام ہے۔

اعاذنا اللہ منہا بصدقۃ حبیبہ صلی اللہ علیہ والہ
وبارک وسلم

تراجم قرآن مجید

قرآن مجید کے متعدد تراجم آپ کو ملیں گے۔ ان میں اکثر صاحب علم حضرات کے کیے ہوئے ہیں لیکن بعض ایسے بھی ہیں جو کہ کم استعداد والے حضرات کے کیے ہوئے ہیں جن سے پورے طور پر اطمینان نہیں حاصل ہو سکتا۔ لہٰذا آپ اپنے سلف صالحین اہلسنت کے تراجم جیسے حضرت شیخ سعدی کا ترجمہ اور حضرت شاہ ولی اللہ کا ترجمہ۔ حضرت شاہ رفیع الدین صاحب کا ترجمہ۔ مفتی احمد یار صاحب گجراتی کا ترجمہ بالخصوص اعلیٰ حضرت شاہ محمد احمد رضا خاں صاحب بریلوی رحمۃ اللہ علیہ محشی حضرت حافظ محمد نعیم الدین مرادآبادی کا ترجمہ انتہائی طور پر مفید ترجمہ ہے اس کو پڑھیے اور اگر کسی اور ترجمہ کو ملاحظہ فرمانا چاہیں تو اس کو تراجم اہلسنت والجماعت سے موازنہ کر لیں اور پھر اس کو لائحہ عمل بنائیں کیونکہ کبھی غلط ترجمہ سے اعتقادی کیفیت میں بُرا اثر پیدا ہوتا ہے۔ اور جب اعتقاد میں فرق آگیا تو عمل بڑی حد تک بیکار ہو جاتا ہے اور وجہ اس کی یہ ہے کہ ایمان و اعتقاد کو بلحاظ عمل کے بنیادی حیثیت حاصل ہے کہ قرآن و حدیث میں ایمان و عمل کو جہاں بھی بیان کیا گیا ہے ایمان کو مقدم رکھا ہے اور عقل بھی اس کو تسلیم کرتی ہے کہ عمل بجز اعتقاد اور رجحان قلبی کے ظہور پذیر نہیں ہوتا۔ سب اعضاء جوارح دل کے تابع ہیں جدھر قلب کا میلان ہوگا ادھر ہی سب جوارح و اعضاء ہو جائیں گے تو ثابت ہوا کہ ایمان و اعتقاد اگر درست ہے تو اعمال بھی صحیح ہیں اور مفید ورنہ کچھ بھی نہیں اور یہی وجہ ہے کہ نفاق انسان کو جہنم میں پہنچائے گا اور منافق کے جملہ اعمال بیکار ثابت ہوں گے کیونکہ اس کے ایمان میں خلل ہے

جیسا کہ قرآن و حدیث سے واضح ہوتا ہے۔ بہر صورت قرآن مجید کے تراجم سننے اور پڑھنے میں تفصیل بالا اور تشریح مذکور کا واجبی طور پر خیال رکھنا از بس ضروری ہے نیز بہتر بلکہ ضروری ہے کہ تراجم دیکھ سُن کر ان کو تفاسیر معتبرہ اہلسنت والجماعت کی تشریح و تصریح کے موافق سمجھنا چاہیئے کیونکہ بسا اوقات لفظی ترجمہ تو ظاہر و باہر ہوتا ہے مگر اس سے مراد اور حقیقی مطلب کچھ اور ہوتا ہے۔ یہاں لفظی ترجمہ کے بجائے مرادی مفہوم اور حقیقی مطلب کو لائحہ عمل بنانا نہایت ضروری ہے ورنہ کبھی لفظی ترجمہ سے پریشانی ہوتی ہے۔

قرآن مجید اور کتابوں کے بعض ضروری آداب

قرآن مجید پر سونے و چاندی کا پانی چڑھانا جائز ہے کہ اس سے نظرِ عوام میں قرآن کی عظمت پیدا ہوتی ہے اور اس میں نقطے اور اعراب لگانا جائز اور مستحسن ہیں کیونکہ اگر ایسا نہ کیا جائے تو اکثر لوگ اس کو صحیح نہ پڑھ سکیں گے۔ اسی طرح آیت سجدہ پر سجدہ لکھنا اور وقف کی علامات لکھنا اور رکوع کی علامت لکھنا اور دس دس آیتوں پر نشان لگانا جائز ہے۔ اسی طرح سورتوں کے نام لکھنا اور یہ لکھنا کہ اس میں اتنی آیات ہیں۔ یہ بھی جائز ہے۔ (درمختار، رد المختار) اس زمانہ میں قرآن مجید کے تراجم چھاپنے کا رواج ہے سو اگر ترجمہ صحیح ہو اور مستند جیسا کہ تشریح ہو چکی ہے۔ تو ترجمہ قرآن مجید کے ساتھ چھاپنے میں حرج نہیں۔ اس لیے کہ اس آیت کا ترجمہ جان لینے میں سہولت ہوتی ہے مگر تنہا اور اکیلا ترجمہ طبع نہ کیا جائے گا۔ اسی طرح کتب تواریخ قرآن مجید کی جلد پر چولی یا تفسیر کی کتابوں پر چولی بطور غلاف چڑھانا جائز ہے (درمختار) قرآن مجید کی کتابت نہایت خوشخط اور واضح حرفوں میں کی جائے کاغذ بھی بہت اچھا و روشنائی بھی خوب اچھی ہو کہ دیکھنے والے کو بھلا معلوم ہو (درمختار) بعض اہلِ مطابع نہایت معمولی کاغذ پر بہت خراب کتابت و ردّی روشنائی سے طبع کرواتے ہیں یہ ہرگز نہیں ہونا چاہیئے۔ اسی طرح قرآن مجید کا حجم چھوٹا کرنا مکروہ ہے (درمختار) مثلاً آجکل

بعض مطابع نے تعویذی قرآن مجید چھپوائے ہیں جن کا قلم اتنا باریک ہے کہ پڑھنے میں بھی نہیں آتا بلکہ حمائل بھی نہ چھپوائی جائے کہ اس کا حجم بہت کم ہوتا ہے۔ قرآن مجید اگر بوسیدہ و پرانا ہو گیا اور اس قابل نہ رہا کہ اس کی تلاوت کی جائے اور یہ اندیشہ ہو کہ اس کے اوراق منتشر ہو کر ضائع ہوں گے تو کسی پاک کپڑے میں لپیٹ کر احتیاط کی جگہ دفن کر دیا جائے اور دفن کرنے میں اس کے لیے لحد بنائی جائے تاکہ اس پر مٹی نہ پڑے یا اس پر تختہ لگا کر چھت بنا کر مٹی ڈال دیں کہ اس پر مٹی نہ پڑے۔ مصحف شریف بوسیدہ ہو جائے تو اس کو جلایا نہ جائے یہی بہتر ہے۔ لغت و نحو و صرف کا ایک ہی مرتبہ ان میں سے ہر ایک کی کتاب کو دوسرے کی کتاب پر رکھ سکتے ہیں اور ان کے اُوپر علم کلام کی کتابیں رکھی جائیں۔ ان کے اُوپر اور احادیث و مواعظ و دعوات ماثورہ فقہ کے اُوپر اور تفسیر کو ان کے اُوپر اور قرآن مجید کو سب کے اُوپر رکھیں۔ قرآن مجید جس صندوق میں ہو اس پر کپڑا وغیرہ نہ رکھا جائے (عالمگیری) اگر کسی نے محض حصول برکت کے لیے قرآن مجید گھر میں رکھا ہے اور وہ پڑھتا نہیں تو گناہ نہیں بلکہ اس کی یہ نیت باعث ثواب ہے (خانیہ) قرآن مجید پر اگر قصد یا ارادے سے پاؤں رکھا تو یہ کفر ہے۔ (عالمگیری) جس گھر میں قرآن مجید ہو وہاں بیوی سے مباشرت جائز ہے جب کہ قرآن مجید پر پردہ پڑا ہوا ہو (عالمگیری) قرآن مجید نہایت اچھی آواز سے پڑھنا چاہیے یعنی اگر آواز اچھی نہیں ہے تو اچھی بنانے کی کوشش کرے۔ لحن سے پڑھنا جس سے حروف میں تغیر و تبدل پیدا ہو جائے جیسا کہ گانے والے پڑھتے ہیں یہ ناجائز ہے بلکہ پڑھنے میں قرأت و تجوید کے قاعدوں کی مراعات کرے (درمختار) اور قرآن مجید کو اسی قرأت سے پڑھنا چاہیے جو کہ وہاں عوام میں رائج ہے کیونکہ ایسا نہ ہو کہ غیر مروجہ قرأت کو سُن کر وہ انکار کر بیٹھیں قرآن مجید پڑھتے وقت اگر جانے کی ضرورت پڑھ جائے تو قرآن مجید کو بند کر کے جانا چاہیئے۔

قرآن مجید کے آداب میں سے یہ بھی ہے کہ اس کی طرف پیٹھ نہ کی جائے نہ پاؤں

پھیلائے جائیں نہ پاؤں کو اس سے اُونچا کریں اور نہ یہ ہو کہ خود اُونچی جگہ ہو اور قرآن مجید نیچے جگہ پر ہو۔ قرآن کو جزو دان اور غلاف میں رکھنا ادب ہے اور اسی پر اہل اسلام کا عمل درآمد ہے۔ نئے قلم کا تراشہ اِدھر اُدھر پھینک سکتے ہیں مگر مستعمل قلم کا تراشہ احتیاط کی جگہ رکھا جائے پھینکا نہ جائے۔ اسی طرح مسجد کا گھاس و کوڑا موضع احتیاط میں ڈالا جائے۔ ایسی جگہ نہ ڈالا جائے کہ عزت و احترام کے خلاف ہو (عالمگیری) جس کاغذ پر اللہ تعالیٰ کا نام لکھا ہو اس میں کوئی چیز رکھنا مکروہ ہے اور تھیلی پر اسمائے الٰہیہ لکھے ہوں اس میں روپیہ پیسہ رکھنا مکروہ نہیں۔ کھانے کے بعد انگلیوں کو کاغذ سے پونچھنا مکروہ ہے۔ (عالمگیری) ایسے ہی روٹی اور وہ دسترخوان جس پر کلمہ یا آیات یا باعث احترام کلمات لکھے ہوں سے ہاتھ پونچھنا مکروہ ہے۔

قرآن مجید سے رُوگردانی

قرآن مجید خداوند کریم وحدہٗ لاشریک لہٗ کا مبارک و مقدس کلام ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی بہتری کے لیے نازل فرمایا اور اس کے بقاء و دوام کے لیے وعدہ فرمایا اور بے شمار فضائل کے حصول کا ذریعہ بنایا جیسا کہ ابھی آپ نے کچھ پڑھا ظاہر ہے کہ ایسی چیز سے اعراض انتہائی طور پر شقاوت قلبی اور محرومی نعمت کا باعث ہے اور خدا تعالیٰ کی ناراضگی کا سبب قرآن مجید میں وارد ہے

مَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِیْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِیْشَةً ضَنْكًا وَّ نَحْشُرُهٗ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اَعْمٰی۔

جس نے اس کے ذکر (قرآن) سے منہ پھیرا دنیا میں اس کی معاشی زندگی تنگ کر دی جائے گی اور قیامت میں اس کو اندھا اُٹھائیں گے۔

اسی طرح اور متعدد آیات پیش کی جا سکتی ہیں جن کا مضمون بھی یہی ہے۔

حدیث پاک میں وارد ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود روایت کرتے ہیں کہ روز قیامت یہ قرآن اپنے پڑھنے اور عمل کرنے والوں کی شفاعت کرے گا جو کہ دربار الٰہی

ہیں قبول کی جائے گی اور اس کے ترک کرنے والوں کی شکایت کرے گا کہ انھوں نے نہ پڑھا اور نہ عمل کیا جس کو سنا جائے گا اور سزا دی جائے گی۔ (تنبیہ الغافلین)

حدیث میں ہے کہ جس نے قرآن پڑھا اور پھر کسی دنیادار کو محض دنیادار ہونے کی وجہ سے اپنے سے بہتر خیال کیا تو گویا اس نے جس کو اللہ تعالیٰ نے حقیر بنایا یعنی دینار اس نے اس کو عظیم بنایا اور اللہ تعالیٰ نے جس کو عظیم بنایا تھا یعنی قرآن نے اس کو حقیر بنا دیا استغفر اللہ العلی العظیم۔

حدیث میں ہے کہ امام عادل اور بوڑھے مسلمان اور قرآن مجید سے روگردانی کرنا صرف منافق کا کام ہے۔

حدیث میں ہے کہ میرے رُوبرو گناہوں کو پیش کیا گیا جس میں سب سے بڑا گناہ یہ ہے قرآن مجید کا پڑھ کر ترک کر دیا جائے۔

حدیث میں ہے جس نے قرآن مجید کو پڑھ کر بلا وجہ بھلا دیا۔ ہر آیت کے بدلے میں اس کا ایک مرتبہ کم کر دیا جائے گا اور قیامت میں وہ کوڑھی بن کر اُٹھے گا۔

حدیث میں قرآن مجید بھولنے کی وجہ یہ بتائی ہے کہ انسان شریعت کے برخلاف زندگی اختیار کر لیتا ہے۔ استغفر اللہ العظیم۔

حدیث شریف کی بحث

یوں تو اس چشمہ حیات اسلام کو ہر دور میں گرد آلود کرنے کی معاندین نے سر توڑ کوششیں کی ہیں اور اس کو آئے دن نت نئے فتنوں سے دوچار ہونا پڑا ہے مگر اس دورِ انحطاط اور زمانہ الحاد و زندقہ کے علمبرداروں نے جس حیثیت سے اسلام پر متعدد یلغار کی ہے وہ کم از کم تاریخ اسلام کے کسی دوسرے دور میں اس کی نظیر ملنا مشکل ہے۔ فتنہ اشتراکیت، فتنہ عیسائیت اور فتنہ مرزائیت کے بعد اب انکار حدیث کے علمبردار کیل کانٹے سے لیس ہو کر ایک مہلک فتنے کی صورت میں ایک،

منجھی سکیم کے ماتحت میدان میں آ چکے ہیں اور سرورِ دو جہاں خواجہ کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث کی حجیت و قطعیت سے بالکل انکار کر رہے ہیں۔ اسلامی شعار اور احکام کی من مانی نئی نئی تعبیریں کر رہے ہیں حالانکہ حدیث کی حجیت اور تدوین و کتابت قرآن پاک اور احادیث مرفوعہ تاریخ اور صحابہ تابعین تبع تابعین اور مورخین اسلام کے اقوال کی روشنی میں صحیح اور ثابت ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ فتنہ انکار حدیث میں سابقہ تمام فتنوں سے خطرناک اور مہلک نتائج کے اعتبار سے تباہ کن اور اصل اسلام سے کلی انحراف کا دوسرا نام ہے۔ حامیان حدیث و سنت اور اسلام پسند عناصر کی غیرت و حمیت کو ایک کھلا ہوا چیلنج ہے۔ لہٰذا ضرورت ہے کہ فتنہ انکار حدیث کے تاثرات کو دبانے کے لیے کسی طرح کے اقدام سے دریغ نہ کیا جائے اور دلائل واضحہ سے ثابت کر دیا جائے کہ قرآن مجید کی طرح شرعی احکام کے ثابت کرنے کے لیے حدیث بھی ایک مستقل حیثیت رکھتی ہے اور مستقل کا انکار کرنا شریعت کے انکار کے مترادف ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ قرآن و حدیث پر عمل درآمد کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

حدیث قرآن مجید کی نظر میں

وَمَا اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَمَا نَھٰکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْا

رسول جو کچھ تم کو دے قبول کر لو اور جس سے منع کرے چھوڑ دو۔

اس آیت کریمہ میں آپ کے امر و نہی سے متعلق صاف ارشاد فرمایا کہ وہ جو حکم دیں اس پر عمل کرو اور وہ جس سے منع کریں اس سے باز آ جاؤ یہاں پر آپ کو واجب الاطاعت قرار دیا گیا ہے۔

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ

اے ایمان والو حکم مانو اللہ اور حکم مانو رسول کا اور ان کا جو اختیار والے ہیں تم میں سے پھر اگر جھگڑ پڑو کسی چیز میں

فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ۔

تو اس کو پھیرو طرف اللہ کے اور رسول کے۔

اس آیت میں مسلمانوں کے لیے تین اُمور کو ضروری قرار دیا گیا ہے۔ اطاعت اللہ اور اطاعت رسول، اطاعت اولی الامر ہر ایک مستقل چیز ہے اور منکم سے ظاہر کر دیا ہے کہ اولی الامر مسلمان ہونا لازمی ہے۔

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ

جس نے حکم مانا رسول کا اس نے حکم مانا اللہ کا۔

اس آیت میں آپ کی اطاعت اللہ کی ہی اطاعت بتلائی گئی ہے اور یہ حکم عام ہے۔ قرآن مجید میں کوئی تخصیص مذکور نہیں۔

وَاِنَّكَ لَتَهْدِیْٓ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ

اور البتہ تو سمجھتا ہے سیدھی راہ

اس آیت میں آپ کے اعمال و افعال و اقوال سب کو صراط مستقیم کی طرف ہدایت کا سبب ارشاد ہوا ہے لہذا ہدایت کو قرآن میں منحصر کرنا قرآن اور عموم قرآنی کے صریح برخلاف ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ

جو لوگ ہاتھ ملاتے ہیں تجھ سے وہ ہاتھ ملاتے ہیں اللہ سے۔

اس آیت کریمہ میں آپ سے بیعت کرنے کو اللہ تعالیٰ سے بیعت کرنے کے قائم مقام بتلایا گیا ہے اور بیعت کا مفہوم یہ ہے کہ آپ کے ہر حکم کو ماننے کا ایک قوی معاہدہ کرنا ہے کہ جس وقت آپ حکم دیں اور جس کام سے متعلق دیں بغیر پس و پیش اس کی تعمیل کی جائے۔

وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا۔

اور جو کوئی مخالفت کرے رسول کی جبکہ کھل چکی اس پر راہ سیدھی اور چلے سب مسلمانوں کے راستے کے خلاف تو ہم متوجہ کریں گے اس کو اس کی طرف جو اس نے اختیار کی اور ڈالیں گے ہم اس کو دوزخ میں اور وہ بہت بری جگہ ہے۔

اس آیت کریمہ میں مخالفت رسول کو دوزخی ہونے کا سبب گردانا گیا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کوئی حکم فرمائیں جو موجود نہ ہو اس کے ماننے سے انکار کرنا قطعی طور پر مخالفت رسول ہے۔ نیز اس میں اشارہ ہے کہ مسلمانوں کے اجماع و اتفاق سے انکار کرنا اور ان کی مخالفت کرنا دخول جہنم کا سبب ہے۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ۔

تمہارے لیے مفید تھی کہ رسول اللہ کی بہتر چال چلن سیکھیں۔

اس آیت کریمہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہر چیز کو عمل ہو یا قول حرکت ہو یا سکون اُمت کے لیے باعث رہنمائی قرار دیا گیا ہے اور ہر کام میں آپ کی اقتداء و اتباع کا حکم دیا گیا ہے۔

وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ

اور آپ پیدا ہوئے ہیں بڑے اخلاق پر۔

اس آیت کریمہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فطری ملکات و اخلاق کی تعریف کر کے اُمت کی رہنمائی کی گئی ہے کہ اس سے سبق حاصل کریں کہ جن کے فطری اخلاق عالیہ ملکات فاضلہ عادات اطوار حیات بھی اُمت کے لیے باعث رہنمائی قرار دیئے گئے ہوں تو اُن کے صریح احکام یعنی ارشادات واحادیث کی تعمیل میں چون وچرا کی گنجائش ہو سکتی ہے گویا قرآن علمی و عملی پروگرام ہے اور آپ کا وجود مبارک اس کا عملی آئینہ ہے اور آپ کی زندگی قرآن کریم، آیات بینات و ہدایات واضحات کا اعلیٰ ترین مظہر اور اکمل ترین نمونہ ہے۔

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ يُّوْحٰى۔

آپ کے تبلیغی احکام و ارشادات نفسی خواہشات کا نتیجہ نہیں بلکہ وہ وحی الٰہی ہے۔

اس آیت کریمہ میں فرمایا کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو امر دین سے متعلق ارشاد فرماتے ہیں وہ سب وحی الٰہی ہے اور واجب الاتباع

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا۔	آپ کے رب کی قسم جب تک یہ اپنے اختلافی معاملات میں آپ کا فیصلہ نہ مانیں اور دل میں کسی طرح کی تنگی محسوس نہ کریں اور عملی طور پر اس کو تسلیم نہ کریں یہ ایمان دار نہ ہوں گے۔

اس آیت کریمہ میں آپ کے ہر فیصلہ کو دین کا ہو یا دنیا کا ہو حلال کا ہو یا حرام کا محبت اور ثبوت ایمان کا معیار فرمایا ہے اور اس میں کوئی تخصیص نہیں کہ وہ قرآنی حکم ہو۔ اسی طرح اور آیات کریمہ ہیں جن میں آپ کو مزکی مطہر دافع محلل محرم منعم وغیرہ الفاظ سے یاد کیا گیا ہے۔ بہر صورت قرآن مجید کی یہ چند آیات کریمہ مختصر تشریح کے ساتھ پیش کی گئی ہیں جن سے مقصد محبت اور صحت حدیث کی تائید اور وضاحت میں امداد ملتی ہے اور ان آیات سے حسبِ ذیل نتائج باسانی اخذ کیے جا سکتے ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے رسول بنا کر بھیجا اور شرح اور مبین احکام قرار دیا۔ آپ کو اعلیٰ ترین اخلاق سے آراستہ فرمایا۔ آپ کو امت کے لیے نمونہ بنا کر بھیجا۔ خدا کی مخلوق کو صراطِ مستقیم کی طرف ہدایت کرنا خدا کا پیغام پہنچانا ان کے اخلاق اعمال عقائد کی اصلاح کرنا۔ ان کی دینی مذہبی تربیت کرنا۔ دین کے معارف وعلوم ان کو سکھانا یہ آپ کے فرائض ہیں۔ آپ کی اطاعت ان پر ضروری اور آپ کی اطاعت خدا کی اطاعت ہے۔ ان کی مخالفت کرنا اللہ تعالیٰ کی مخالفت کرنا ہے۔ آپ کے مخالفین کا ٹھکانا جہنم ہے۔ آپ کی مخالفت کرنا مسلمانوں کا شیوہ نہیں ہے۔ آپ کے فیصلہ کے سامنے سر جھکانا آپ کے محاکمہ فیصلہ کو بغیر چون وچرا تسلیم کرنا آپ کے خصائص سے ہیں۔

ثابت ہوتا ہے کہ آپ کا کام صرف قرآن سنانا اور اس کے ظاہری احکام

کی تبلیغ ہی صرف مقصود نہیں بلکہ جو کچھ دین و دنیا کے لیے ارشاد فرمایا سب کا منوانا اور ان پر عمل درآمد کرانا منصب نبوت کا انتہائی مقصد ہے اور ان کا تسلیم کرنا اور ان پر عمل کرنا سب پر واجب اور ضروری ہے۔

اور ظاہر ہے کہ قرآن مجید کے علاوہ جملہ ارشادات حدیث ہی کہلاتے ہیں ثابت ہوا کہ حدیث کا قرآن مجید کی طرح ماننا نہایت ضروری اور لازم ہے اس کے بغیر مسلمان مسلمان ہی نہیں ہو سکتا۔

صحت حدیث اور اس کی حجیت میں پہلا قول

یہ ایک بڑا معرکۃ الآراء مسئلہ ہے اور اس میں متعدد اقوال ہیں۔ پہلا قول یہ ہے کہ قرآن مجید احکام شرعیہ فرائض و حدود حلال و حرام جائز و ناجائز سب پر حاوی ہے۔ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے قول و عمل سے احکام قرآنی اور صرف قرآنی احکام کی تشریح وتفسیر فرما دی ہے۔ یہ ایک قول ہے

صحّت حدیث اور اس کی حجیّت میں دوسرا قول

دوسرا قول یہ ہے کہ قرآنی احکام تمام مصالح ومفاسد انسانی پر حاوی نہیں۔ بنا بریں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مزید احکام ضروریہ مستحسنہ کا افادہ فرما کر انسانی ضروریات کی تکمیل فرمائی ہے۔ دوسرا قول جمہور اہل اسلام کا ہے کہ قرآن مجید کے علاوہ حدیث شریف بھی احکام شرعیہ کے لیے مستقل دلیل ہے۔ اور حسب ذیل نصوص سے اپنے نظریہ کی تائید کی ہے۔

(۱) وَمَا اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا	اور جو کچھ تم کو پیغمبر دیں اس کو لے لو اور جس سے منع کریں اس سے رک جاؤ۔ (سورۃ نساء)
(۲) فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ	پھر اگر تمہارے آپس میں جھگڑا ہو تو

فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ۔
(سورۂ نساء)

اس میں اللہ اور رسول کی طرف رجوع کرو یعنی جھگڑے کا حل قرآن مجید اور پیغمبر کے قول و عمل میں تلاش کرو۔

صاف ہے کہ اگر رسول کی حدیث قرآن مجید کی سچی تفسیر و توضیح نہ ہوتی تو فقط اللہ ہی کی طرف رجوع کرنے کا حکم ہوتا اور یہ مضمون حدیثوں میں مزید وضاحت کے ساتھ آیا ہے۔ حدیث شریف میں وارد ہے:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اَلَا لَا اُلْفِيَنَّ اَحَدَكُمْ مُتَّكِئًا عَلٰى اَرِيْكَتِهٖ يَاْتِيْهِ الْاَمْرُ مِنْ اَمْرِيْ مِمَّا اَمَرْتُ بِهٖ اَوْ نَهَيْتُ عَنْهُ فَيَقُوْلُ لَا اَدْرِيْ مَا وَجَدْنَا فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ اتَّبَعْنَاهُ۔ (ابو داؤد۔ ترمذی)

"رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا میں تم سے کسی کو ایسا نہ پاؤں کہ تکیہ لگا کر تخت پر بیٹھا ہو اور ہمارے امر و نہی میں سے جب کوئی حکم اس کے پاس پہنچے تو کہہ دے کہ اسے ہم نہیں جانتے جو قرآن میں ہے ہم اس کی اتباع کریں گے۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اَلَا اِنِّيْ اُوْتِيْتُ الْقُرْاٰنَ وَمِثْلَهٗ مَعَهٗ اَلَا يُوْشِكُ رَجُلٌ شَبْعَانُ عَلٰى اَرِيْكَتِهٖ يَقُوْلُ عَلَيْكُمْ بِهٰذَا الْقُرْاٰنِ فَمَا وَجَدْتُّمْ فِيْهِ مِنْ حَلَالٍ فَاَحِلُّوْهُ وَمَا وَجَدْتُّمْ فِيْهِ مِنْ حَرَامٍ فَحَرِّمُوْهُ وَاِنَّ مَا حَرَّمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ كَمَا حَرَّمَ اللّٰهُ اَلَا لَا يَحِلُّ لَكُمُ الْحِمَارُ الْاَهْلِيُّ وَلَا كُلُّ ذِيْ نَابٍ مِّنَ السِّبَاعِ وَلُقَطَةُ مُعَاهِدٍ اِلَّا اَنْ يَّسْتَغْنِيَ عَنْهَا صَاحِبُهَا۔

"رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگوں کو معلوم ہونا چاہیئے کہ مجھ کو قرآن عطا ہوا ہے اور اس کے برابر اور احکام بھی دیئے گئے ہیں پس قریب

ہے کہ آسودہ حال شخص منبر پر بیٹھ کر تقریر کرے گا کہ بس یہ قرآن واجب العمل ہے اس میں جو حلال ہے اس کو حلال سمجھو اور جو حرام ہے اس کو حرام سمجھو حالانکہ اللہ کے رسول نے جن کو حرام کیا ہے ویسا ہی حرام ہے جس کو اللہ نے حرام کیا ہے۔

مگر معلوم ہونا چاہیئے کہ نہ گدھا حلال ہے اور نہ درندہ جانور اور نہ کسی کا پڑا ہوا مال سوائے اس چیز کے جس کی مالک کو پرواہ نہ ہو۔

ان احادیث مذکورہ کے علاوہ اور بھی آیات و احادیث اور بہتیرے مسائل شرعیہ اور قواعد دینیہ شاہد ہیں کہ قرآنی ہدایات سے الگ افعال و ارشادات نبوی مشعل ہدایت ہیں جن کی روشنی میں پچھلے جمہور مسلمان دینی و دنیاوی کامیابی کی منزل میں پہنچ گئے تھے۔

اور قول اوّل یہ کہ قرآن مجید میں تمام احکامِ شرعیہ کا بیان تفصیلی یا اجمالی طور پر موجود ہے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنے قول و عمل سے ان ہی احکامِ شرعیہ کی شرح فرمائی ہے۔ کہیں اجمال قرآن کی حدیث نے تفصیل کی ہے اور کہیں مشکل قرآن کا حل کیا ہے۔ کہیں اختصار قرآنی کا بسط و اطناب فرمایا ہے اور کہیں اصل قرآن سے بنا بر علت و سبب استنباط فرمایا ہے۔ مختصر یہ کہ قرآن مرجع احکام شرعیہ ہے اور حدیث میں کوئی ایسا حکم نہیں ہے جو قرآن کی طرف راجع نہ ہو اس وجہ سے کہ قرآن مجید جملہ ضروریات انسانی اور اصلاحات روحانی پر مشتمل ہے اور اس نظریہ کے دلائل حسب ذیل ہیں:

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ
(سورہ مائدہ)

آج میں نے تمہارے فائدے کے لیے تمہارے دین کو مکمل کر دیا ہے۔

وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ۔
(سورہ نحل)

اور ہم نے تمہارے پاس ایسی کتاب بھیجی ہے جس میں ہر چیز کا بیان ہے۔

اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَهْدِيْ لِلَّتِيْ هِيَ -

بیشک یہ قرآن وہ راستہ دکھاتا ہے جو

أَقْوَمُ۔ (سورہ بنی اسرائیل) بہت ہی سیدھا ہے۔

ظاہر ہے کہ اگر قرآن مجید تمام احکامِ شرعیہ اور ضروریاتِ انسانی کو شامل نہ ہو تو یہ عام دعویٰ ہدایت درست نہ ہو گا۔

سَأَلَتْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا عَنْ خُلُقِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ كَانَ خُلُقُهُ الْقُرْآنَ كَمَا فِي صَحِيْحِ مُسْلِمٍ وَسُنَنِ أَبِي دَاؤُدَ۔

"رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق کے بارے میں حضرت اُم المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا تو جواب دیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خلق قرآن تھا۔

صرف قرآن پاک کی تعمیل کو اخلاق رسول بتانے کے یہ معنی ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا کردار و گفتار و اقرار کوئی بھی قرآن سے باہر نہ تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے قول و عمل سے اسی قرآن کی تبلیغ اور توضیح و تشریح فرماتے تھے جیسا کہ حسب ذیل آیت سے ظاہر ہے۔

لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ

"اور ہم نے تمہاری طرف قرآن نازل کیا تاکہ جو اتارا گیا ہے اس کو تم لوگوں سے بیان کرو۔" (کیونکہ اس کا نزول انسانی ضرورت کی بنا پر ہے)

چنانچہ احادیث میں اگر گہری نظر کی جاوے تو ان میں سے بہت کو قرآن ہی کا بیان پاؤ گے۔ قیام رکوع و سجود و قرأت تکبیر تسبیح وغیرہ نماز کی احادیث کتاب اللہ کے حکم أَقِيمُوا الصَّلٰوةَ کی تفسیر ہے۔

حَرَّمَ الرِّبٰوا اللہ تعالیٰ نے سود کو حرام قرار دیا ہے۔ اس آیت کریمہ سے سود کی حرمت بیان کی گئی ہے اور سود زیادتی بلا مقابلہ کو کہتے ہیں اور اس کو ایک ضابطہ کی صورت میں بیان کیا ہے جو کہ متعدد معاملات میں متحقق ہو سکتی ہے۔

خلاصہ یہ کہ قرآن نے بلا مقابلہ زیادتی کو حرام قرار دیا ہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم نے ہر اس معاملہ کو ربوٰا قرار دیا جس میں بلا حقیقی مقابلہ کے زیادتی ہو۔ چنانچہ مشہور حدیث ہے اَلذَّهَبُ بِالذَّهَبِ اَلْفِضَّةُ بِالْفِضَّةِ (الحدیث) اور کثرت سے احکام سنت ان اصول و ضوابط قرآنی کی طرف راجع ہیں جن کے ماتحت احکام قرآنی کی مشروعیت واقع ہوئی ہے۔

مختصر یہ کہ جو سعادتِ دارین اور حصول دین و دنیا کے طریقے بیان کر کے دعوت دی ہے وہ سب تین اصول کے ماتحت ہیں۔

(۱) ضروریات خمسہ یعنی حفاظتِ دین و نفس و مال و عقل و آبرو۔

(۲) حاجیات یعنی جہاں تک حاجت ہو تنگی نہ برتی جائے جیسے سفر و مرض کے احکام افطار قصر و تیمم وغیرہ۔

(۳) تحسینات یعنی مکارمِ اخلاق اور محاسن عادات۔

اور بہت سے احکامِ حدیثیہ انھیں اصول ثلٰثہ کی طرف راجع ہو کر قرآن مجید کا بیان واقع ہوتے ہیں۔

خلاصہ یہ کہ حدیث شریف سے جس قدر احکام ثابت ہیں وہ کسی نہ کسی طرح پر قرآن مجید کی طرف لوٹائے جا سکتے ہیں اور کسی نہ کسی اصل قرآن میں داخل ہو جاتے ہیں لہذا ثابت ہوا۔

کہ جملہ احکامِ شرعیہ قرآن مجید سے ہی ثابت ہیں تفصیلاً ہوں یا اجمالاً۔

مگر حق اور صحیح قول دوم ہی ہے اور قرآن مجید کے بعد بحیثیت ایک مستقل اصل ہونے کے حدیث پر اعتماد کرنے کا مذہب غالب ثابت ہوا ہے کیونکہ تفصیلی طور پر ہر شرعی حکم کو قرآنی نصوص سے اخذ کرنا انتہائی طور پر ناممکن نہ سہی لیکن مستبعد اور مشکل ضرور ہے اور حقیقت یہ ہے کہ اس میں ذرا بھی شبہ نہیں کہ سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود ایک مستقل دلیل ہے کیونکہ احکام اسلامیہ کی عملی شکل حدیث ہی کے آئینہ میں رونما ہوتی ہے اور رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا صحیح اتباع جس سے خدائے قدوس کی محبوبیت کا شرف حاصل ہو سکتا ہے وہ بغیر حدیث کے ناممکن ہے۔ (واللہ الہادی)

صحت حدیث اور اس کی حجیت میں تیسرا قول

بعض کا خیال ہے کہ قرآن مجید موجود ہے۔ صرف اسی سے ہر حکم ثابت ہو اور جس کا ذکر بظاہر قرآن میں نہیں ہے وہ حدیث سے ثابت نہ ہوگا۔ مگر یہ مذہب اور قول صریح طور پہ باطل ہے کیونکہ اس سے یہ لازم آتا ہے کہ پھوپھی اور اس کی بھتیجی کو یا اس کی بھانجی کو بیک وقت نکاح میں لایا جا سکتا ہے۔ کیونکہ ان دونوں کو جمع کرنے کی ممانعت حدیث ہی سے ثابت ہے۔ قرآن میں یہ ممانعت صراحۃً مذکور نہیں لہذا اُحِلَّ لَکُمْ مَّا وَرَاءَ ذَالِکُمْ کی روشنی میں ان ہر دو کو بیک وقت نکاح میں لایا جا سکتا ہے۔ العیاذ باللہ۔

اور یہ مذہب اور قول یوں بھی سخت مردود ہے۔ اول اس وجہ سے کہ اس قول کا مدعی یہ ہے کہ صرف وہ حکم صحیح ہے جو کہ قرآن مجید کے صریح اور صاف الفاظ سے ثابت ہو اور یہ باطل اور غلط ہے کیونکہ قرآن مجید سے استخراج احکام اور استنباط مسائل کے متعدد طریقے ہیں جیسا کہ گزرا

دوم اس وجہ سے کہ یہ جمہور اہل اسلام اور قرآن و حدیث بلکہ عقل کے بھی خلاف ہے اور اخلاقی طور پر بھی مذموم اور قبیح ہے۔

حدیث کی صحت اور حجیت پر چوتھا قول

صحت و حجیت حدیث پاک کے متعلق چوتھا قول یہ ہے کہ حدیث سے استدلال قطعاً ناجائز ہے اور حدیث سے کسی حکم کو اخذ کرنا اور اس کو واجب العمل قرار دینا کسی طرح درست نہیں اور نہ ہی احکام حدیثیہ موجب اجر و ثواب ہیں۔ یہ قول انتہائی طور پہ مردود ہے اور ناقابل التفات کیونکہ حدیث کی صحت اور اس کی حجیت جب عقلی اور نقلی دلائل سے نصف النہار کی طرح واضح اور روشن ہے تو پھر اس کا انکار کیا معنی؟

خلاصہ کلام یہ کہ یہ دونوں قول مردود ہیں اور ناقابل عمل اور پہلے دو قول کہ ان سے

قول اول گو ممکن العمل ہے لیکن مستبعد مشکل بلکہ عادی محال سا ہے اور دوسرا قول غالب اور کثیر الاستعمال سہل الفہم محدثین و فقہاء کرام کا معمول بہ ہے اللہ تعالیٰ اس پر عمل درآمد کی توفیق مزید عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

ارشادات رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث کی صحت و حجیت کا ثبوت

حجۃ الوداع میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو خطبہ مبارکہ ارشاد فرمایا تھا کہ جو لوگ حاضر ہیں وہ غیر حاضروں تک میری حدیث پہنچا دیں۔

حدیث شریف یہ ہے:

اَلَا لِیُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ فَلَعَلَّ مَنْ یُّبَلِّغُهٗ اَنْ یَّکُوْنَ اَوْعٰی لَهٗ مِنْ بَعْضِ مَنْ سَمِعَهٗ (بخاری صـ٥٤ ج ٦)

"لازم ہے کہ حاضر غائب کو یہ کلام پہنچا دے اس وجہ سے کہ ممکن ہے کہ بعض وہ لوگ جن تک میرا کلام پہنچایا جائے وہ ان لوگوں سے اس حدیث کے زیادہ محافظ ہوں جنھوں نے مجھ سے سنا ہو۔"

اَلَا اِنِّیْ اُوْتِیْتُ الْقُرْاٰنَ وَمِثْلَهٗ مَعَهٗ (ابوداؤد، دارمی)

"خبردار بے شک مجھ کو قرآن دیا گیا ہے اور اس کے ساتھ اس کی مثل حدیث بھی۔"

نَضَّرَ اللّٰهُ عَبْدًا سَمِعَ مَقَالَتِیْ فَحَفِظَهَا وَوَعَاهَا وَاَدَّاهَا کَمَا سَمِعَ۔ (مشکوٰۃ صـ٢٨)

"اللہ تعالیٰ اس بندے کو خوش رکھے جو میری باتوں کو سُنے اور یاد کر کے محفوظ رکھے اور جس طرح سُنا تھا اسی طرح دوسروں کو پہنچا دے۔

کس قدر اہتمام کی ترغیب دی ہے کہ میری حدیث کو اچھی طرح یاد کیا اور سمجھا اور دوسروں کو سنایا ایک مبارک کام ہے اور یہ کہ قرآن کی طرح مجھے اس کی برابر اور

احکام دیئے گئے ہیں۔ کس قدر حدیث کے واضح اور صحیح اور ضروری العمل ہونے کی تصریح ہے۔ اور حدیث میں کسی طرح کی افراط و تفریط پر سخت وعید فرمائی ہے۔

حدیث میں ہے کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم جب کچھ بیان فرماتے تو ایک حکم کو تین تین بار دہراتے تاکہ وہ حدیث اچھی طرح ذہن نشین ہو جائے۔ (بخاری ج ۱ ص ۰)

حدیث میں ہے جس کو باسٹھ صحابہ نے روایت کیا ہے جو شخص میرے ذمہ عمداً جھوٹی باتیں کہے وہ اپنا ٹھکانہ دوزخ بنالے۔ (بخاری و مسلم)

حدیث میں ہے کہ فرمایا کہ اس حدیث کو یاد کرلو اور جنہیں پیچھے چھوڑ کر آئے ہو ان کی اس کو خبر دو۔

مرفوع احادیث کی روشنی میں حدیث کی صحت و حجیت کا ثبوت

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ فتح مکہ کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے خطبہ ارشاد فرمایا۔ خطبہ کے بعد ایک آدمی ابوشاہ نامی کھڑا ہو کر عرض کرنے لگا۔ اے اللہ کے رسول مجھے یہ خطبہ لکھ دیجئے، بعض صحابہ کو آپ نے حکم دیا کہ خطبہ ابوشاہ کے لیے لکھ دو۔ (ابوداؤد، ترمذی)

حدیث میں عمرو بن شعیب اپنے دادے سے راوی کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے کہا یا رسول اللہ میں آپ سے ہر وہ بات لکھ لوں جو آپ سے سنوں۔ آپ نے فرمایا ہاں! میں نے کہا آپ کبھی خوش ہوتے ہیں اور کبھی غصے۔ آپ نے فرمایا ہاں۔ میں اس سے (منہ) جو کہتا ہوں وہ سب کچھ حق ہے۔ (احمد)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا۔ علم کو کتاب میں لکھا کرو۔ (ابوداؤد، ترمذی)

حضرت علی بن یزید تیمی سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے

صدقہ دیت فرائض سنن کے احکام لکھ کر عمرو بن حزم وغیرہ کو مرحمت فرمائے۔

ابوجعفر بن علی سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی تلوار کے قبضہ میں ایک کاغذ ملا جس میں لکھا تھا اندھے کو راستہ بھلانے والا ملعون ہے، زمین کا چور ملعون ہے۔ احسان فراموش ملعون ہے۔ اپنے مولا کے سوا دوسروں کی طرف نسبت کرنے والا ملعون ہے۔ (جامع بیان العلم)

عبداللہ بن عمرو فرمایا کرتے تھے دو چیزوں نے میرے لیے زندگی پسند کر رکھی ہے صادقہ نے اور وسیطہ نے۔ صادقہ اس تحریر کا نام ہے جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے لکھوائی تھی اور وسیطہ وہ زمین ہے جو عمرو بن العاص نے صدقہ کو دی تھی اور خود اس کے نگہبان تھے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انصار میں سے ایک شخص رسول پاک صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی خدمت میں بیٹھا تھا۔ اور آپ سے حدیث سنتا تھا اور اس کو بہت پسند کرتا تھا مگر اس کو حدیث محفوظ نہ رہتی تھی۔ اس نے اس کی شکایت کی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کہ آپ کی حدیث سنتا ہوں مگر وہ مجھے یاد نہیں رہتی۔ آپ نے فرمایا۔ اپنے داہنے سے مدد لے اور دست مبارک سے لکھنے کی طرف اشارہ فرمایا۔ (ترمذی)

حضرت ابوبکر بن محمد بن عمرو بن حزم اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے یمن والوں کے پاس خط لکھا۔ اس خط میں یہ مضمون تھا۔ (نسائی۔ دارمی۔ موطا امام مالک)

حضرت عبداللہ بن عمر سے مروی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے صدقہ کی کتاب اپنی زندگی میں لکھ رکھی تھی اور اپنے عاملوں اور حاکموں کو نہ دی تھی یہاں تک کہ آپ انتقال فرماگئے۔ (مسند امام احمد)

حضرت ابوراشد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص کے پاس حاضر ہوا اور عرض کیا کہ کوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی سنی ہوئی حدیث

سناؤ تو ایک کتاب نکالی اور فرمایا یہ کتاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے لیے لکھوائی تھی میں نے اس کو دیکھا تو لکھا ہوا تھا۔ (ترمذی)

عبداللہ بن حکم سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک تحریر ہمیں پہنچی کہ مردہ جانوروں کی کھال اور پٹھے بغیر پکائے ہوئے کام میں نہ لاؤ۔ (ترمذی نسائی)

عبداللہ بن عمر فرماتے ہیں کہ ہم لوگ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لکھ رہے تھے کہ آپ سے دریافت کیا گیا کہ دونوں شہروں میں سے کون پہلے فتح ہوگا۔ قسطنطنیہ یا رومہ۔ (دارمی شریف)

امام زہری سالم بن عبداللہ سے روایت کرتے ہیں کہ مجھ کو سالم نے وہ کتاب پڑھائی جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زکوٰۃ کے بارے میں اپنی وفات سے قبل لکھا تھا۔ (ابن ماجہ)

ناظرین کرام: یہ ہیں وہ روایات مرفوعہ جو علم حدیث کی تھوڑی سی ورق گردانی سے ہم کو دستیاب ہوئی ہیں۔ ورنہ اگر علم حدیث کی ساری کتابوں کا بنظر غائر مطالعہ کیا جائے تو نہ معلوم کس قدر روایات اور طریق روایات جمع ہو جائیں۔

اِن احادیث مرفوعہ سے روز روشن کی طرح ثابت ہو رہا ہے کہ حدیث کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے لکھوایا اور لکھنے کا حکم دیا اور کتابت کی نگرانی اور حفاظت کی تاکید فرمائی جس سے حدیث کی صحت اور اس کی حجیت میں کسی طرح سے کلام کرنے کا حق نہیں رہتا۔ اللہ تعالیٰ ہدایت فرمائے۔

اقوال صحابہ اور تابعین سے حدیث کی صحّت و حجّیت کا ثبوت

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ اصحابِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں سے عبداللہ بن عمرو کے سوا مجھ سے زیادہ کسی کے پاس احادیث نہ

تھیں عبداللہ بن عمرو لکھا کرتے تھے اور میں لکھتا نہ تھا۔ (بخاری۔ ترمذی)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ علم کو کتاب میں قید کرو۔ (جامع بیان العلم)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ابوبکر نے جب انس کو بحرین کا حاکم مقرر کیا تو ان کو یہ پروانہ لکھ کر دیا کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔۔۔ (بخاری شریف)

سعید بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جب میں حضرت ابن عباس کے ساتھ سفر میں ہوتا تو جو کچھ ان سے سنتا کجاوے کی لکڑی پر لکھتا رہتا جب منزل پر پہنچتا تو کتاب میں لکھ لیتا۔ (دارمی)

حضرت بشیر فرماتے ہیں جو حدیثیں حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنتا لکھ لیتا۔ جب رخصت ہونے کا ارادہ کیا تو اس کتاب کو آپ کے پاس لایا اور پڑھ کر سنائی۔ میں نے کہا کہ یہ آپ سے سنی ہوئی احادیث ہیں۔ فرمایا ہاں! (دارمی)

حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے متعلق مروی ہے کہ وہ علم کی کتابت میں حرج نہیں سمجھتے تھے بلکہ ان کا درس تفسیر تو لوگ لکھ لیا کرتے تھے۔ حسن ہی کا یہ قول اعمش نے روایت کیا ہے کہ ہمارے پاس کتابیں ہیں جن میں ہم برابر دیکھا کرتے تھے۔ (جامع بیان العلم)

ہشام بن عروہ کہتے ہیں کہ میرے والد عروہ کی کتابیں یوم حرہ میں جل گئی تھیں بعد میں برابر فرمایا کرتے تھے کاش اہل عیال و دولت کی جگہ کتابیں میرے پاس رہ گئی ہوتیں۔ (جامع بیان العلم)

ثمامہ سے مروی ہے کہ ہم کو حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ علم کو لکھ کر محفوظ کر لو۔

طارق بن شہاب کہتے ہیں کہ میں نے منبر پر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو

خطبہ دیتے ہوئے کہا ان کی کمر میں تلوار تھی جس کے قبضہ کی زینت لوہے سے کی گئی تھی۔
میں نے اس وقت سنا فرمارہے تھے کہ اللہ کی قسم ہمارے پاس اللہ کی کتاب (قرآن)
اور اس کے صحیفے کے سوا کوئی ایسی کتاب نہیں ہے جس کو تمہارے لیے پڑھوں
اور یہ صحیفہ مجھے رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عطا فرمایا ہے۔ اس میں زکوٰۃ کی تفصیل
ہے (یعنی قانون زکوٰۃ کی تفصیل ہے)۔ (مسند امام احمد طبقات ابن سعد)

ناظرین یہ روایات اور آثار ایسے ہیں جن سے حدیث کی صحت اور اس کی حجیت
کے درست اور صحیح ہونے کا کافی سے زیادہ ثبوت ملتا ہے اور ثابت ہوتا ہے کہ صحابہ کرام
رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اور تابعین عظام اور تبع تابعین نے قرآن مجید کی طرح
حدیث پاک کو احکام شرعیہ میں معمول بہا بنایا اور اس کو ضروری اور لازمی اعتقاد کیا۔
اپنے ہر معاملہ میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حال وقال کو لائحہ عمل بنایا اور آپ کے
اسوہ حسنہ کو ذریعہ نجات یقین کیا۔ اللہ تعالیٰ ان کی طرح ہم سب کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام
کے اقوال وافعال عبادات معاملات اطوار حیات کی پوری اور مکمل اتباع کرنے کی توفیق
عطا فرمائے۔ (آمین ثم آمین)

حدیث پاک کی ترغیب حفظ وضبط

بلاشبہ یہ چند مرفوع روایات ہم نے صحت وحجیت حدیث سے متعلق نقل کی ہیں ان
سے کئی گنا زیادہ وہ روایات پائی جاتی ہیں جن میں امت کو دین الٰہی کی نشر واشاعت
کے لیے اور اپنے فرامین اور سنن کو زبانی یاد کرنے اور پھر ان کی پوری پوری حفاظت کرنے
اور پہنچانے کے متعلق تاکیدیں فرمائی ہیں جن کے نقل کرنے کی یہاں گنجائش نہیں ان
میں سے چند مشہور روایات اور اس مقام پر نقل کی جاتی ہیں۔

حدیث میں ہے اَلَا لِیُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ فَرُبَّ اَوْعٰی مِنْ
سَامِعٍ (بخاری ومسلم) حاضرین میری باتیں غائبین کو ضرور پہنچائیں کیونکہ بہت سے
غائبین سامعین سے زیادہ یاد رکھنے والے ہوں گے۔

احادیث شریف میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: نَضَّرَ اللّٰهُ
اِمْرَأً سَمِعَ مَقَالَتِیْ وَوَعَاهَا وَاَدَّاهَا كَمَا سَمِعَ۔
"خدا اس شخص کا بھلا کرے جو میری بات کو سن کر یاد رکھے اور پھر دوسروں
کو پہنچادے۔"

خَیْرُ الْهُدٰی هُدٰی مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ
"سب سے اچھا طریقہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا طریقہ ہے۔"

عَلَیْکُمْ بِسُنَّتِیْ وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِیْنَ الْمَهْدِیِّیْنَ۔
"میرا اور میرے نیک اور بھلے جانشینوں کا طریقہ لازم پکڑو۔"

مَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِیْ فَلَیْسَ مِنِّیْ۔
"جو میرے طریقہ سے منہ پھیرے گا وہ مجھ سے نہیں۔"

تَرَکْتُ فِیْکُمُ الثَّقَلَیْنِ لَنْ تَضِلُّوْا مَا تَمَسَّکْتُمْ بِهِمَا کِتَابُ اللّٰهِ
وَسُنَّتِیْ۔ (ترجمہ) "میں نے تم میں دو چیزیں چھوڑی ہیں۔ جب تک
تم ان کو مضبوط تھامے رہو گے حق سے بے راہ نہ ہو گے ایک اللہ کی کتاب
اور دوسرے میری سنت۔"

مَنْ اَحْیٰی سُنَّةً مِّنْ سُنَّتِیْ قَدْ اُمِیْتَتْ بَعْدِیْ فَاِنَّ لَهٗ مِنَ
الْاَجْرِ مِثْلَ اَجْرِ مَنْ عَمِلَ بِهَا مِنْ غَیْرِ اَنْ یَّنْقُصَ مِنْ
اُجُوْرِهِمْ شَیْئًا۔ (ترمذی۔ ابن ماجہ)
"جو شخص میری کسی مردہ سنت کو زندہ کرے اس کو اس سنت پر تمام عمل
کرنے والوں کے برابر ثواب ملے گا اور ان لوگوں کے ثواب میں سے کچھ بھی
کم نہ کیا جائے گا۔"

اِرْجِعُوْا اِلٰی اَهْلِیْکُمْ فَعَلِّمُوْهُمْ۔
"واپس جاکر اپنے گھر والوں کو سکھاؤ۔"

ناظرین! انہیں ان حوالجات سے حدیث پاک کے سیکھنے اور اس کو محفوظ رکھنے

اور اس کو دوسروں تک پہنچانے کی تاکید فرمائی ہے اور اس کی مخالفت پر اور ترک کرنے اور بے اعتنائی برتنے پر کس قدر وعید فرمائی ہے اور حصول نجات اور ثبوت رضا الٰہی اور ہر طرح کی ضلالت اور گمراہی سے بچنے کے لیے اپنی سنت بلکہ اپنے خلفاء راشدین مہدیین کی پیروی واجب اور لازم قرار دی ہے۔

کتابتِ حدیث اور تاریخ

ایک مسلمان کے لیے ایک چیز کو ماننے کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ وہ قرآن اور حدیث میں مذکور و مسطور ہو اور علماء اُمت کا معمول بہ ہو جیسا کہ حجیت حدیث کو اوراق گزشتہ میں ذکر کر دیا گیا ہے مگر یہاں تو انشاء اللہ قرآن و حدیث کے علاوہ تاریخ میں بھی کتابت حدیث کی تصدیق موجود ہے اور اس کا معمول بہ ہونا ایک اتفاقی اَمر ہے۔

قَالَ حماد وَمَاتَ اَبُوْ قِلَابَةَ بِالشَّامِ فَاَوْصٰی بکتبہٖ لایوب السختیانی فَجِیَ بِھَا فِیْ عِدْلِ وَاحِدٍ۔ (تذکرۃ الحفاظ ذہبی ج ۱ صـ ۸۸)

"ابو قلابہ کا جب انتقال ہُوا تو وفات سے پہلے اپنی کتابوں کے متعلق انھوں نے وصیت کی تھی ابو سختیانی (ان کے شاگرد) کے سپرد کر دی جائیں۔ کتابیں جب ایوب کے پاس پہنچیں تو ایک اونٹ کا بار تھا۔"

طبقات ابن سعد میں ہے کہ موسیٰ بن عقبی نے کہا ہمارے پاس عبداللہ بن عباس کے مولی کریب نے ابن عباس کی کتابیں رکھوائی تھیں جو ایک اُونٹ تھیں۔

(طبقات ابن سعد صـ ۲۱۶ ج ۸)

اسی طرح بشیر صنعانی غلاد بن سعدان شامی کلاعی رجاء بن حیرہ فلسطینی تابعی عبدالرحمٰن نبیرہ عبداللہ بن مسعود۔ جابر بن عبداللہ تحریری سلمان بن قیس صالح بن کیسان۔ جامع سنن وہب عینیہ کامل الیمانی صنعانی خلاص بن عمر و سنجری البصری ان سب کے احادیث کے مجموعے تھے۔ (تاریخ اسلام مفتی انتظام اللہ)

حضرت عمر بن عبدالعزیز کا اہتمام کتابت حدیث

آپ نے جب دیکھا کہ بڑے بڑے حفاظ حدیث اُٹھتے جاتے ہیں اور ان کے ساتھ حدیثیں بھی دفن ہوتی جا رہی ہیں تو قاضی ابوبکر بن حزم گورنر مدینہ کو لکھا کہ احادیث نبویہ کی جستجو اور تلاش کرو اور انھیں لکھ لو مجھے علماء کے ساتھ علم کے مٹ جانے کا بھی خوف ہے لیکن یہ احتیاط ملحوظ رہے کہ صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیثیں قبول کی جائیں اس قسم کا فرمان تمام صوبوں کے والیوں کے نام لکھا۔ اس حکم پر تمام محدثین نے حدیثیں تلاش کر کے ان کے مجموعے مرتب کیے اور تمام ممالک محروسہ میں بھیجے گئے۔ سعد بن ابراہیم کا بیان ہے کہ ہم نے عمر بن عبدالعزیز کے حکم سے دفتر کے دفتر احادیث لکھیں اور انھوں نے اس کا ایک ایک مجموعہ تمام ممالک محروسہ میں بھیجا۔

(تاریخ اسلام ج ۲ صـ ۴۷)

کتابتِ حدیث پر ابنِ خلدون کا بیان

آپ فرماتے ہیں کہ صحابہ و تابعین کے زمانہ میں راویانِ حدیث کے تمام حالات ان کے ہم وطنوں کو معلوم تھے اور ہر شخص جانتا تھا کہ کون ثقہ ہے اور کون غیر ثقہ کس کی طبیعت میں احتیاط ہے اور کس کے مزاج پر بے احتیاطی غالب ہے۔ غرض کہ روایت کے لیے جو اوصاف لازمی ہوں لوگ راویوں کے ان اوصاف سے باخبر تھے اور راویان حدیث کا گروہ حجاز بصرہ کوفہ عراق شام مصر وغیرہ میں پھیلا ہُوا تھا اور ان کے جاننے والے ہر زمانہ میں موجود تھے۔ انھیں ذرائع و وسائل سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل حجاز کا طریق روایت بلحاظ سند کے باقی اور تمام جگہوں کے راویوں کی نسبت زیادہ مضبوط اور اعلیٰ درجہ کا رہا اس لیے کہ حجازیوں نے راوی کی عدالت اور حفظ کا ہمیشہ اور پورا خیال رکھا اور کسی کی مجہول الحال کی روایت کو اختیار نہیں کیا۔ حجازیوں راویوں نے روایت کی سند اسلاف کرام کے بعد امام مالک قرار پائے جو اپنے وقت

میں آپ ہی اپنی نظیر تھے اور عالم مدینہ کہلاتے تھے۔ آپ کے بعد روایت کا مدار زیادہ تر آپ کے شاگردوں امام محمد بن ادریس شافعی اور امام احمد بن حنبل وغیرہ جیسے اکابر پر آکر ٹھہرا۔ ابتدائی زمانہ میں حدیث کا دارومدار بالکل نقل پر تھا اور علماء کرام نہایت درجہ سے احادیث صحیحہ کو غیر صحیحہ سے الگ کرتے تھے یہاں تک کہ تمام ضعیف احادیث کو نکال کر صحیح کو الگ کردیا۔ (از مقدمہ تاریخ ابن خلدون ج ۲ ص ۱۰۲ مطبوعہ حمیدیہ پریس)

عقلی طور پر کتابتِ حدیث کا ثبوت

قارئین حضرات! کسی چیز کو حاصل کرنے کے لیے دو ہی طریقے ہیں۔

اول: زبانی افہام وتفہیم اور حفظ اور **دوم** کتابت

ابتدا میں جب عرب نوشت وخواند سے عموماً محروم اور بے بہرہ تھے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے سامنے موجود تھے تو ان حالات میں یہی ہو سکتا تھا کہ آپ ان کو یاد کرائیں اور وہ اس لیے کہ وہ کلام اللہ ہے اور اس کی عملی تکمیل کر کے اس کو دکھائیں اور زبانی افہام و تفہیم سے دین الٰہی کو ذہن نشین کرائیں اور اس پر عمل بھی کریں اور یاد بھی رکھیں۔ تاریخ عرب قدیم یہ بتاتی ہے کہ ظہورِ اسلام سے پہلے عرب والوں کا یہ دستور تھا کہ وہ اپنے اکابر واسلاف کے مراسم وشعائر ووقائع اور تاریخی روایات ہر ممکن طریق سے محفوظ رکھنے کی کوشش کیا کرتے تھے اور یہ اہل عرب کی ہی کیا خصوصیت ساری قومیں فطری طور پر یہی کیا کرتی ہیں۔ ایسی قوم کے افراد اپنی سابقہ روایات کو زبانی یاد رکھا کرتے تھے۔ اس وجہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو کچھ دیا کرتے تھے صحابہ کرام اس کو زبانی یاد کر لیا کرتے تھے۔ جب آپ کی بعثت سے ان کے اندر ذہنی اور دماغی انقلاب ہوا تو ان قدیم روایات کو یاد کرنے اور رکھنے کی طرف سے ان کا خیال ہٹ کر ساری توجہ اس طرف چلی گئی کہ قدیم عربی روایات کو محفوظ رکھنے کی بجائے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اقوال وافعال کی روایات کو زندہ رکھیں۔ لہٰذا جو لوگ اَن پڑھ تھے اور لکھ پڑھ نہیں سکتے تھے وہ آپ کے فرامین اور افعال کو اپنے حافظہ میں رکھنے کے عادی بن گئے اور دوسرے لکھے پڑھے افراد نے

حفظ کے ساتھ بصورت کتابت بھی نگرانی شروع کردی اور حضور علیہ السلام کی ترغیب پر اس کو لازم اور واجبی امر تصور کر لیا جیسا کہ ترغیبی احادیث کتابت سے ظاہر ہوتا ہے۔

بہرصورت کتابت حدیث بھی دینی امور اور شرعی مسائل اور مذہبی روایات کو زندہ رکھنے کا بہترین ذریعہ ہے۔ لہٰذا عقلی طور پر ثابت ہوا کہ کتابت حدیث ایک مستحسن امر ہی نہیں بلکہ ضروری اور لازمی طور پر صحیح ہونا چاہیئے۔

کتابتِ حدیث کے متعلق ایک اعتراض

بعض لوگوں کو کتابت حدیث اور اس کی صحت اور حجیت پر اعتراض ہے کہ صحابہ کرام نے چونکہ حدیث کو نہیں لکھا بلکہ ثابت ہے کہ بعض صحابہ نے کتابت شدہ مجموعہ احادیث کو جلا دیا جس سے حدیث کی کتابت اور حجیت ثابت نہیں ہوتی۔

چنانچہ حدیث میں وارد ہے:

قَالَ جَمَعْنَا مَا كَتَبْنَاهُ فِي صَحِيفٍ وَاحِدٍ ثُمَّ اَحْرَقْنَاهُ

(مجمع الزوائد ج ۱ ص ۱۵۱)

"پس ہم نے جو کچھ بھی لکھا تھا جمع کر کے جلا دیا۔"

جواب: حقیقت میں یہ ایسے مجموعہ کے تلف کر دینے کا واقعہ ہے جس میں قرآن مجید اور حدیث کی کتابت میں خلط ملط تھا اور دیکھنے میں دونوں یکساں معلوم ہوتے تھے اور قرآن وحدیث کا امتیاز معدوم تھا۔ چنانچہ اصل حدیث یوں ہے:

عَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ قَالَ كُنَّا نَعُوْدُ الْكِتٰبَ مَا نَسْمَعُ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فَخَرَجَ عَلَيْنَا فَقَالَ مَا هٰذَا فَقُلْنَا مَا نَسْمَعُ مِنْكَ فَقَالَ كِتَابٌ مَعَ كِتَابِ اللّٰهِ اِمْحَضُوْا وَاَخْلِصُوْا قَالَ فَجَمَعْنَا مَا كَتَبْنَاهُ فِيْ صَحِيْفٍ وَاحِدٍ ثُمَّ اَحْرَقْنَاهُ۔

"حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جو کچھ بھی ہم نے رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سُنا تھا اس کو بیٹھ کر لکھ رہے تھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا کہ کیا لکھ رہے تھے۔ ہم نے عرض کیا جو بھی آپ سے سُنا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ کیا اللہ کی کتاب کے ساتھ ایک اور کتاب لکھی جارہی ہے۔ اللہ کی کتاب کو علیحدہ کرو۔ پس ہم نے جو کچھ بھی لکھا جمع کر کے جلا دیا۔"

خطوط کشیدہ الفاظ میں یہ مذکور ہے کہ اس لکھے ہوئے میں قرآن وحدیث میں کوئی امر باعث امتیاز نہ تھا۔ پس حضور علیہ السلام کی دوررس نگاہ نے ان کے اس اختلاط قرآن وحدیث سے منع فرمایا اور بڑی تاکید سے فرمایا:۔

"یعنی اللہ کی کتاب کو الگ کرو اور خالص کرو۔"

پس حکم کی تعمیل میں صحابہ کرام اپنے مخلوط نوشتوں کو جلا دیا کرتے تھے۔

(۱) ثابت ہوا کہ احادیث کے جلانے کا قصّہ اس کی حقیقت صرف یہ ہے کہ اس سے قرآن وحدیث میں کوئی امتیاز باقی نہ رہتا جس سے غیر قرآن کے قرآن ہونے کا شبہ ہوتا تھا نہ یہ کہ ہر وجہ سے کتابت حدیث منع ہے۔

(۲) نیز مشہور ہے کہ کتاب لکھتے وقت کئی ایک مسودے بنائے جاتے ہیں۔ پھر چھانٹ کاٹ کر آخر پر عمل درآمد ہوتا ہے اور باقی مسودے تلف کر دیئے جاتے ہیں جیسا کہ قرآنی کتابت میں مشہور ہے کہ وہ نسخہ جو کہ قرأت قریش پر مشتمل تھا اس کو باقی رکھا باقی سب تلف کر دیئے گئے۔

(۳) یہ راوی جو کہ جلانے یا ممانعت کتابت حدیث کے راوی ہیں یہی وہ ہیں جن سے اکثر احادیث مروی ہیں اور وہ قبول اور واجب العمل ہیں ثابت ہوا کہ مطلقاً کتابت حدیث کی ممانعت نہیں۔

(۴) یہ ممانعت کتابت حدیث مطلق ہو تو تعارض ہوتا ہے کہ آپ نے منع بھی فرمایا اور اجازت بھی دی۔

(۵) یہ ممانعت کتابت والی حدیث خبر واحد ہے جو کہ مشہور احادیث اور ثقہ روایت

کے خلاف ہے۔

(۶) اس میں توفیق ہو سکتی ہے کہ بوقت اختلاط و اشتباہ ممانعت ہے اور وقت عدم اختلاط اجازت۔

(۷) یہ ممانعت بطور احتیاط تھی وجہ یہ ہے کہ آپ کی بعثت سے پہلے قوم عرب لکھنے پڑھنے کے فن سے عموماً ناواقف تھی بلکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت سے پیشتر ایشیا کوچک سے کچھ یہود ونصاریٰ علاقہ عرب اور حجاز مقدس آئے اور یہ لکھنے پڑھنے کا فن اپنے ہمراہ لائے تھے عربوں نے لکھنا پڑھنا انھیں سے سیکھا تھا اور ابھی یہ لکھنے پڑھنے کے ابتدائی منازل میں تھے کہ انہی نو آموز منشیوں کو کتابت قرآن پر متعین کر دیا گیا۔ ایسے وقت میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ان کو بطور احتیاط یہ فرمانا لَا تَكْتُبُوْا عَنِّيْ غَيْرَ الْقُرْاٰنِ صراحۃً کتابت حدیث کی ممانعت پر دلالت نہیں کرتا۔ جیسا کہ یہ ظاہر ہے۔

(۸) یہ کہ اگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قرآن مجید کی تشریح و تفصیل میں ضروری اُمور دینی ارشادات اور آپ کے اقوال و اعمال اخلاق و عادات کو تحریری اجازت نہ دی جاتے تو دین کی یہ تفصیلی کیفیت اور انسانی زندگی کے جملہ کوائف وغیرہ کس طرح سمجھے جاتے۔ لہٰذا حدیث کی کتابت کا جواز ایک فطری اخلاقی اور مذہبی ناقابل انکار حقیقت ہے۔

(۹) اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وصال کے وقت اس کہنے حَسْبُنَا كِتَابُ اللّٰهِ اسے بھی حدیث کی کتابت پر مخالفت کا خیال کرنا صریح غلط فہمی ہے۔

اور یہ اس وجہ سے کہ آپ نے یہ خیال فرما کر دین بفحوائے اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ کامل ہو چکا ہے تو بوقت وصال آپ کا تحریر کے متعلق کچھ کہنا اس سے کوئی ضروری امر مقصود نہیں ہے تو ایسی شدت اور گھبراہٹ میں اس کی کتابت کو ضروری خیال کرنا باعث تکلیف ہے جو ایسے حالات میں نہیں ہونی چاہیئے۔ لہٰذا اگر یہ امر غیر ضروری نہ بھی لکھا گیا تو بھی فکر کی بات نہیں کیونکہ حسبنا کتاب اللہ۔ ظاہر ہے کہ اس کو حدیث

کی کتابت کی ممانعت سے قطعاً کوئی تعلق نہیں یہاں تو کسی خاص بات مگر غیر ضروری کتابت کا خیال تھا جس میں اختلاف پیدا ہو گیا۔

نیز اس میں امتحان تھا کہ تیئیس برس کی تعلیم و تربیت سے یہ کس قدر متاثر ہوئے ہیں آیا کتاب الٰہی سے اپنے دین کی تکمیل سمجھ سکتے ہیں؟ اور واقعہ بھی یوں ہی ہے کیونکہ اس کے بعد آپ گھنٹوں بقید صحت رونق افروز رہے لیکن آپ نے اس تحریر کا ذکر نہیں دہرایا۔ صاف ثابت ہے کہ اگر وہ ضروری ہوتا تو ضرور معرض تحریر میں آجاتا کیونکہ ضروری اور واجبی امر کو واضح نہ کرنا ایک تبلیغی نقص ہے۔

(۱) یہ کہ جیسے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک سو پچاس احادیث مروی اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پانچ سو چھیاسی۔ اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے پانچو انتالیس احادیث کا مجموعہ مروی ہے۔ اب اگر حدیث کی کتابت آپ کے مخالف ہوتے یہ احادیث کیسے روایت فرماتے بلکہ ان احادیث کے علاوہ اور ہزاروں فتاوٰی اور فیصلہ جات وغیرہ آپ سے مروی ہیں جو کہ دوسرے صحابہ کی موجودگی میں ہوئے اور آپ وہ سب اُمور احادیث کی روشنی میں فرماتے تھے۔ ثابت ہوا کتابت حدیث جائز ہے۔

(۱۱) یہ کہ اگر یہ امر ناجائز ہوتا تو ثابت ہوتا کہ لکھنے والوں کو آپ سزا دیتے تھے مگر ایسا ہرگز ثابت نہیں کہ کتابت حدیث پر آپ نے کسی کو سزا و تعزیر دی ہو۔ ثابت ہوا کہ حدیث ایک جائز امر ہے۔

ناظرین حضرات! یہاں تک نصف النہار اور شمس و امس کی طرح واضح ہو گیا کہ قرآن مجید کی طرح حدیث پاک بھی احکام شرعیہ اور حدود و قصاص و دیگر دینی اُمور میں ایک مستقل اصل کی حیثیت رکھتی ہے۔ قرآن مجید کی طرح یہ بھی واجب الاتباع عمل دینی حصول نجات کا مستقل ذریعہ ہے اس کا انکار و اقرار قرآن مجید کے انکار و اقرار کی طرح ہے۔ دربار الٰہی میں قرب و وصال اور ہر طرح کی رسائی کا سبب حدیث پر عمل درآمد زینہ ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ ہم سب کو قرآن مجید اور حدیث پاک پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین ثم آمین۔

کتابتِ حدیث پر پہلا قول

اور یہ قول حدیث کی صحت و حجیت میں یوں ہے کہ جب قرآن مجید میں بیان موجود ہو تو پھر حدیث سے استدلال کی ضرورت نہیں۔ نتیجہ یہ کہ جس پر نماز کا لفظ بولا جا سکتا ہو یا زکوٰۃ کا لفظ بولا جا سکتا ہے اس نے فرض ادا کر دیا مثلاً ایک شخص نے ایک روز دو رکعت نماز پڑھی یا اس نے ساری عمر میں دو رکعت نماز پڑھی تو اس نے نماز ادا کر دی اب اس کو نماز پڑھنے کی ضرورت نہیں اور جس نے ایک چیز کی زکوٰۃ دے دی یا اتنی چیز جس پر زکوٰۃ کا لفظ بولا جا سکے پس اس کی سب زکوٰۃ ادا ہو گئی۔

مگر یہ مذہب جمہور اسلام اور قرآن مجید اور صریح احادیث صحیحہ کے برخلاف ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔ اور ناقابلِ عمل اور یہی وجہ ہے کہ اس پر کوئی معتدبہ جماعت نظر نہیں آتی۔

حدیث مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کیا ہے

حدیث اس مبارک قلب پاک کے تاثرات کا نام ہے جس پر کلام الٰہی نازل ہوا۔ حدیث اس زبانِ پاک کے ارشادات عالیہ ہیں جس نے قرآن مجید سُنایا پڑھایا۔ حدیث قرآن کریم کی وہ تفسیر ہے جو کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو سکھائی اور نہایت تفصیل سے ذہن نشین کرائی۔ حدیث حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وہ احکامات ہیں جو کہ تمام قسم کے ذہنی عقلی اعمالی خوبیوں کے محرک ہیں اور ان جملہ جرائم کا قطعی ذریعہ انسداد ہیں جن کو عادل حکمرانیں مٹا کر ملکی حالات کی اصلاح کیا کرتی ہیں۔ حدیث قرآن کی طرح ان لطائف اور حکمتوں کی تعلیم ہے جو کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قیامت تک آنے والی مخلوق کے لیے جاری فرمائی ہے۔ حدیث ان اخلاق و ملکات کی تدریس ہے جن سے جرائم ملکی، چور بازاری، ذخیرہ اندوزی، گراں فروشی، رشوت ستانی، شراب نوشی

بدکاری، بے حیائی، غریب کشی وغیرہ جیسے مذموم اقدامات سے نفرت دلاتی ہے۔
حدیث احکام الٰہیہ اور ارشادات ربانیہ کا پرتو ہے۔ حدیث حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وہی اُسوۂ حسنہ مبارکہ ہے جو کہ انسانی زندگی کے ہر شعبہ میں بہترین رہنما ہے حدیث حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تریسٹھ سالہ زندگی اخلاق وعادات عالیہ کا وہ مجموعہ ہے جس پر عمل درآمد عین عبادت اور اطاعت خدائے قدوس ہے۔ حدیث حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ان فیصلوں کا نام ہے جن پر عمل درآمد ایمان کی شرط ہے۔ حدیث دین وایمان کی وہ جامع ومانع بنیاد ہے جو کہ معرفت الٰہی کا سنگِ بنیاد ہے۔ حدیث حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بابرکت تعلیم ہے جس پر عمل کرنے والے کی اطاعت سے اللہ تعالیٰ خوش ہو کر ہمیشہ کے لیے جنت عطا فرماتا ہے۔ حدیث اسلام اور ایمان کی وہ بنیادی تعلیم ہے جس پر تمام اہل بیت صحابہ کرام ائمہ مجتہدین اولیاء اللہ آج تک عمل کرتے آتے ہیں۔ اور نجات کا باعث سمجھتے رہے ہیں۔ اور نجات کا باعث سمجھتے رہے ہیں۔ حدیث حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وہ حکم وارشاد ہے جو کہ معرفت الٰہی اور فراست قرآنی اور اس کے اصل مفہوم سمجھنے کا صحیح معیار ہے۔ حدیث حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے احکام کا وہ مجموعہ اور مرقع ہے جس پر عمل درآمد کرنے والے کامل الایمان بلکہ ایسے واجب الاطاعت ہو جاتے ہیں کہ اُن کی نافرمانی وگمراہی اور دوزخ کا سبب بن جاتی ہے۔ حدیث جناب مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وہ کلام معجز نظام ہے۔ جس کی محبت جان ومال، اولاد اور دنیا کی تمام دولتوں سے زائد لازمی ہے۔ حدیث وہ پاکیزہ کلمات ہیں جن پر صحابہ کرام اور اہلبیت رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عمل کر کے تمام دنیا پر حکومتیں کیں اور جن کے ماننے والے حضرات خلفاء راشدین خالد بن ولید ابو عبیدہ بن جراح ضرار طارق حارث قتادہ محمد بن قاسم صلاح الدین ایوبی محمود غزنوی عالمگیر اورنگزیب وغیرہ ہم فاتحان اسلام گزرے ہیں اور تاقیامت انشاء اللہ تعالیٰ کفر وشرک کے ایوانوں میں تہلکہ مچا

دینے والے ہیں اور رہیں گے۔ حدیث حضور پر نور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وہ مستند کلام ہے جو کہ سچے پاکباز فضلاء صوفیاء کرام کی وساطت سے ہم تک پہنچا ہے۔
حدیث وہ لائحہ عمل ہے جس پر نماز روزہ حج عمرہ تمام عبادات معاملات اور زندگی کے ہر شعبہ کے جملہ کوائف موقوف ہیں۔ حدیث اس مسودہ مبارکہ کا نام ہے جس کو دس بارہ ہزار صحابہ کرام کے تعاون علمی سے حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ عالم مدینہ طیبہ نے مرتب کیا اور ملکی وملی معاملات میں معیار عمل بنایا۔

بہرصورت حدیث کا ماننا نہایت ضروری اور لازمی امر ہے اس کے بغیر دین بلکہ قرآن کا ماننا بے معنی ہو جاتا ہے۔ حدیث کا انکار گویا قرآن کا انکار ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن وحدیث پر سب مسلمانوں کو عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین

حدیث کے اقسام

جس طرح قرآن مجید کی متعدد قسمیں ہیں جن کے ذریعہ سے احکام اور مسائل قرآن سے اخذ کیے جاتے ہیں۔ اسی طرح حدیث شریف میں وہ تمام اقسام جاری ہوتے ہیں مثلاً قرآن میں خاص عام مشترک موول اگر ہیں تو حدیث میں بھی یہ اقسام نکلتے ہیں بلکہ زیادہ کیونکہ حدیث کی سند اور طریق ثبوت میں کبھی کمزوری آجاتی ہے جس کی وجہ سے حدیث کے اقسام اور بڑھ جاتے ہیں مثلاً حدیث کبھی خبر متواتر ہوتی ہے اور کبھی مشہور اور کبھی خبر واحد وغیرہ ہوتی ہے اور یہ اقسام زائد قرآن مجید میں بوجہ قطعی ثبوت ہونے کے نہیں نکل سکتے۔ لہٰذا احادیث پر عمل کسی ایک قسم میں منحصر کرنا درست اور صحیح نہ ہوگا۔ یعنی یوں کہنا جائز نہ ہوگا کہ اگر صحیح حدیث میں ہو تو ٹھیک ہے ورنہ نہیں کیونکہ حدیث کے طرق متعدد ہیں تو ایک طریقہ سے حکم اگر ثابت نہ ہُوا تو دوسرے طریقہ سے ثابت ہو جائے گا۔ ایک طریقہ سے ایک حکم ہوگا اور دوسرے طریقہ سے کوئی اور حکم نکلے گا نیز یہ بھی واضح ہو گیا کہ حدیث سے حکم نکالنا ہر شخص کا کام نہیں بلکہ اس کا جو کہ حکم نکالنے کے تمام طریقوں کو جانتا ہو لہٰذا حدیث کے ظاہری الفاظ پر ہی اکتفا کرنا یا

یہ کہنا کہ یہ حکم حدیث میں نہیں اور حدیث کے ظاہری مفہوم کے علاوہ اور ہر مفہوم کا انکار کرنا درست نہیں ہے۔

حدیث پر عمل پیرا ہونے کی صورت

حدیث کے چونکہ متعدد اقسام ہیں مثلاً صحیح حسن غریب وغیرہ اور ہر شخص ان کو معلوم نہیں کر سکتا لہذا حدیث شریف پر عمل کرنے کی یہ صورت ہے کہ جس حدیث پر جمہور فقہاء اہل سنت کا عمل ہوگا اور ان کے بعد جمہور محدثین اہلسنت کا عمل درآمد ہوگا اس پر عمل کیا جائے گا اور جمہور کے بالمقابل بعض کا قول معتبر نہ ہوگا بلکہ بعض کا قول ترک کر دیا جائے گا اور نظریہ جمہور کو اپنایا جائے گا۔

اجماعِ اُمّت

بعض وقت کوئی حادثہ ایسا پیش آجاتا ہے جس کا حکم کتاب وحدیث سے اخذ نہیں کیا جا سکتا تو پھر جس نظریہ پر اُمت کے اہل رائے اتفاق کر لیں اسی پر عمل پیرا ہونا شرعاً جائز ہوگا اور یہ عمل موجب اجر وثواب ہوگا کیونکہ حدیث شریف میں وارد ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ میری اُمت کسی ناجائز اور گمراہی پر جمع نہ ہوگی مگر اہل رائے سے مراد عام نہیں بلکہ وہ جو کہ شرعی احکام میں درجہ اجتہاد پر فائز ہوں یعنی علوم اسلامیہ اور ضروریہ میں مہارت تامہ کے ساتھ متقی زاہد مخلص متشرع بھی ہوں۔ قرآن مجید میں ہے جو ہدایت کے واضح ہو جانے کے بعد جمہور اہلسنت کی مخالفت کرے اس کو جہنم رسید کر دیا جائے گا۔

خلاصہ یہ کہ جس پر جمہور علماء کا اتفاق ہو جائے اس پر عمل کرنا ضروری اور لازمی ہے اور اس کی مخالفت شریعت کی مخالفت ہے اور اس کی پیروی کتاب وسنت کی پیروی ہے مثلاً حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت حقہ پر اس پر جمہور صحابہ کا اتفاق ہے اجماع ہو گیا۔ لہذا ان کی خلافت شرعی اُمور پر جائز

اور واجب الاطاعت ہے اس کا انکار کرنا ضلالت وجہالت ہے۔

اجماع کے اقسام

اجماع کی چار قسمیں ہیں۔ ایک اجماع تمام صحابہ کرام کا ہے اور یہ بمنزلہ کتاب اللہ کے ہے۔ دوسری قسم اجماع یہ ہے کہ بعض نے کہا ایسا ہونا چاہیئے اور بعض دوسرے خاموش رہے اور یہ حدیث متواتر کی طرح ہے۔ تیسری قسم تابعین کا اجماع ہے اور یہ حدیث مشہور کی طرح ہے اور چوتھی قسم علماء متاخرین کا سلف کے کسی قول پر اجماع کرنا ہے اور یہ خبر واحد کی طرح ہے جو کہ مشہور نہ ہو۔

اس کے علاوہ اور اقسام بھی ہیں لیکن امر مشترک ان سب میں یہی ہے کہ امر اجماع پر عمل کیا جائے گا۔ بعض پر واجب اور بعض پر جائز نیز یہ اجماع اہل رائے واجتہاد کا ہوگا جیسا کہ گزرا اس میں عوام کو کچھ دخل نہیں۔

اس سے یہ امر واضح اور روشن ہو گیا کہ اجماع کسی قسم کا ہو وہ بہر صورت کتاب و سنت سے حکم اخذ کیا جا سکتا ہے اجماع کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

نیز یہ واضح ہوا کہ عوام کا کسی بات پر اتفاق کر لینے کے کوئی معنی نہیں رکھتا اور پھر یہ جبکہ شریعت کے برخلاف بھی ہو جیسا کہ آج کل معمول بنا ہوا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اجماع اور جمہوریت یہ تھی کہ ہر شعبہ حیات میں ارباب حل و عقد اور اصحاب بست وکشاد جب کہ کسی چیز کے حکم کی وضاحت کتاب وسنت میں نہ ملے اور عوام اس میں مبتلا ہیں تو اپنی طبعی فراست وکیاست کی روشنی میں اس کا علاج کریں اور حل نکالیں کہ عوام کی مصیبت بھی حل ہو جائے اور کتاب و سنت کی مخالفت بھی نہ آئے مگر اندھیر ہے کہ آج کتاب وسنت کے حکم کے برخلاف جب لوگ چاہتے ہیں کسی بات پر اتفاق کر لیتے ہیں اور اس کہنے پر مرنے مارنے پر ادھار کھا لیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم کو ہدایت دے۔ آمین ثم آمین۔

قیاس

بعض وقت کسی حکم کی تصریح نہیں ہوتی۔ اختصار کے طور پر یہ کہہ دیا جاتا ہے کہ فلاں چیز پر اس کو قیاس اور اعتبار کرلو جو اس کا حکم ہے وہی اس کا ہے جیسا قرآن مجید میں ہے فَاعْتَبِرُوْا یَا اُوْلِی الْاَلْبَاب کبھی ایک حکم کی علت معلوم ہوتی ہے اور دوسری جگہ حکم نہیں ہوتا مگر پہلے حکم کی علت وہاں ہوتی ہے لہٰذا بوجہ اس علت کے پہلا حکم اس پر جاری کر دیا جاتا ہے اس کو قیاس کہتے ہیں مگر یہ علت معلوم کرنا کہ فلاں چیز حکم کی علت ہے یہ ہر شخص کا کام نہیں ہے بلکہ یہ مجتہد کا کام ہے عام آدمی ایسا نہیں کر سکتے۔

مجتہد

مجتہد وہ ہوتا ہے کہ اس کو علوم اسلامیہ ضروریہ قرآن حدیث، لغت، صرف، نحو، معانی، فقہ، اصول، تفسیر، وراثت، نسب، تاریخ، ناسخ، منسوخ، شان نزول۔ ادب و اخلاق وغیرہ محفوظ ہوں اور استخراج و استنباط احکام کی استعداد ہونا استصحاب حال کے نشیب و فراز سے واقف ہونا اور وہ احادیث جو کہ احکام شرعیہ سے متعلق ہوں ان سے واقف ہونا۔ مذاہب سلف سے پوری واقفیت رکھتا ہو۔

قیاس کے اصول و قواعد میں ماہر ہو اور علاوہ اس کے پرہیزگاری میں اعلیٰ درجہ پہ ممتاز ہو علی سبیل الکمال متشرع اوصاف عالیہ سے مالا مال ہو جس میں ان صفات کی کمی ہو خواہ کیسا ہی حاکم کیوں نہ ہو وہ مجتہد کی تقلید کرنے کا پابند ہے اور ان اوصاف مذکورہ سے متصف ہونا اُسی کے آثار اجتہادی اور زہد و تقویٰ سے ظاہر ہو سکتا ہے جیسا کہ کسی فن کے متعارف حضرات کی اعلیٰ مہارت ان کے ظاہری آثار اور بے مثال فن کاری سے ہر عام و خاص کے ہاں مسلم ہوتی ہے۔ اسی طرح جب کسی عالم متقی کے آثار اجتہادی اس قدر ظاہر ہوں کہ عوام و خواص اس کے لیے منصب اجتہاد تسلیم کرنے پر مجبور رہیں تو وہ مجتہد مسلّم ہوتا ہے۔

اُمّتِ محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں ائمہ اربعہ ابوحنیفہ مالک شافعی احمد بن حنبل رحمہم اللہ کا اجتہاد ان کے سب معاصرین و لاحقین میں اعلیٰ درجہ کا مانا گیا ہے۔ اس کی وجہ وہی آثار علمی اور علامات زہد و تقویٰ ہیں جس سے آج تک ہر طبقہ کے لوگ ان کو مجتہد تسلیم کرتے آئے ہیں ان میں سے امام الائمہ سراج الأمۃ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نعمان بن ثابت کوفی تابعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ رئیس المجتہدین تسلیم ہو چکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے تلامذہ مقلدین میں ایسے اکابر اسلام پیدا کیے جنہوں نے حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مسائل مخرجہ اور اصول مقررہ کو بے شمار تصانیف میں انتہائی تنقیح و تحقیق سے بیان کیا جو کہ آئندہ واقعات اور صور حادثہ اور تازہ پیش آمدہ حوادث کے لیے دستور العمل کی حیثیت سے متعین ہوئے اس کی چند اقسام ہیں:

(۱) مجتہد مطلق جو کہ سب احکام میں اجتہاد کرے جیسا کہ ائمہ اربعہ (۲) مجتہد فی المذہب۔ (۳) مجتہد فی المسائل (۴) اصحاب التخریج (۵) اصحاب الترجیح (۶) اصحاب التمیز (۷) اور وہ جو اُمورِ مذکور پر قادر نہ ہوں۔ جیسے امام ابویوسف اور امام محمد آپ کے روبرو آپ کے اصول و قواعد کے مطابق قرآن مجید سے تازہ احکام استنباط کرتے تھے اور اسی وجہ سے یہ مجتہد فی المذہب کہلائے اور جیسا کہ حضرت امام ابوجعفر طحاوی۔ ابوالحسن کرخی۔ شمس الائمہ حلوائی شمس الائمہ سرخسی فخر الاسلام بزدوی وغیرہم کہ ان کو حنفی مذہب کے اصول و قواعد کا اتنا علم تھا کہ وہ حسب اصول و قواعد امام ان مسائل کا استنباط کرتے جن میں امام سے روایت نہیں تھی اور اس وجہ سے یہ مجتہد فی المسائل کہلائے اور جیسا کہ امام ابوعبداللہ جرجانی رحمہ اللہ وغیرہ کہ اصول و فروع مذہب میں ان کو اتنی مہارت تھی کہ امام یا اصحاب امام کا جو قول مجمل متشابہ اور حکم مبہم ہوتا اس کے امثال و نظائر پر قیاس کر کے اس کی تفصیل کر سکتے تھے اور اس کی وجہ سے اصحاب تخریج کہلائے اور جیسا کہ امام اسبیجابی اور علی رازی کہ یہ بعض روایات کو بعض پر ترجیح دینے کی لیاقت رکھتے تھے اس کی وجہ سے یہ اصحاب ترجیح کہلائے اور جیسا کہ وہ حضرات جن کی کتابیں ہمارے زمانہ میں باعث فیض اور عالمگیر قبولیت سے ممتاز ہیں کہ مراتب مذکورہ کے گروہ

مالک نہیں ہیں لیکن روایات متعددہ میں سے اقوی قوی ضعیف اور ظاہر مذہب اور روایت نادرہ میں فرق کر سکتے تھے اور ان طبقات اربعہ مذکورہ سے جو مذہب متعین ہو چکا ہے وہ کنز، درمختار، وقایہ، مجمع البحرین وغیرہ میں کمال تنقیح سے مذکور ہے اور بعد کے علماء کرام نے ان کتابوں پر کلی اعتماد کیا ہے اور یہ کتب دراصل طبقات اربعہ مذکورہ کی قوی روایات کی راوی ہیں اور ان کا ثقہ ہونا سب کے نزدیک مسلم ہو چکا ہے اور متون و شروح و فتاوی متاخرین جو کہ دستور العمل ہیں مقرر ہو چکے ہیں۔ بلاشبہ وہ مذہب حنفی کی تفصیل ہے اور حقیقت یہ ہے کہ چوتھی صدی ہجری تک مذاہب اربعہ خصوصاً مذہب حنفیہ کی ایسی تنقیح ہو گئی تھی کہ کوئی جزئی بلا تحقیق نہیں رہی اور آئندہ اغلب واقعات کے جوابات انہی تحقیقات سے برآمد ہو سکتے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ فقہاء کا فتویٰ ہے کہ اب اجتہاد ختم ہو چکا ہے۔ اب کوئی جدید مجتہد مطلقاً اغلباً پیدا نہ ہو گا۔ اور یہ کہ جس طرح حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام احکام الٰہی کے مبلغ اور آپ کی اطاعت جزو ایمان ہے ویسے ہی حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مبلغ ہیں اور آپ کی اطاعت لازمی ہے اور کسی غیر مجتہد شخص کو ائمہ اربعہ میں سے کسی ایک امام کی احکام شرعیہ میں تقلید اس طور پر واجب ہے کہ وہ عام احکام میں اس کا ہی مقلد ہو کسی مسئلہ میں ایک امام کی تقلید اور کسی دوسرے میں دوسرے امام کی تقلید کرنا تلفیق ہے جس سے دین کا لہو و لعب ہونا لازم آتا ہے جو قطعاً حرام ہے اور کسی غیر مجتہد کو یہ جائز نہیں کہ وہ اپنی رائے سے احکام ضروری سے متعلق کسی حدیث پر عمل کرے بلکہ اس پر لازم ہے کہ وہ اپنے امام کی تقلید کرے کیونکہ براہ راست حدیث پر عمل در آمد کرنے کے لیے جو شرائط ہیں وہ صرف مجتہد ہی میں پائی جاتی ہیں۔ خلاصہ یہ کہ مجتہد کی چند اقسام ہیں۔ ان سب میں گو غیر معمولی تفاوت موجود ہے لیکن علوم ضروریہ شرعیہ پر سب حاوی ہوتے ہیں اور سب میں یہ شرط ہے کہ یہ قیاس کتاب و سنت کے خلاف نہ ہو۔

ظاہر ہے کہ یہ منصب ہر شخص کا نہیں ہے بلکہ خواص اصحاب تشریع حضرات کا ہے لہٰذا ذرا شد وبد اور معمولی استعداد اور محض ترجمہ بینی اور مطالعہ کیشی اور محض تعلی اور حصول

اور بچوں میں دیگرے بہت کی نعوذ فی سے مرتبہ اجتہاد پر اپنے کو تصور کرنا اور پھر کتاب و سنت اور علماء متقدمین و متاخرین کے نظریات کو بھی پیش نظر نہ رکھنا۔ سینہ زوری اور حق و انصاف کا خون بہانا ہے۔

بہر صورت قیاس درست ہے۔ صحیح ہے اور جائز ہے اور نافذ مگر اپنی شرائط و قیود کے ساتھ اللہ سبحانہٗ ہم کو سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے اور اپنے اسلاف کے قدم بقدم چلنے کی ہدایت فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

بحث عقیدہ اور اس کی اہمیت

ناظرین کرام! انسان کی دنیوی اور اخروی نجات گو نبوت اعمال صالحہ اور دائمی کردار نیک سے بھی متعلق ہے لیکن صحت عقیدہ کو اس میں اولیت اور بنیادی حیثیت حاصل ہے بلکہ صحت عقیدہ نجات اخروی کے لیے ایک معیاری حیثیت رکھتا ہے۔ اعمال کم ہوں یا زائد ان کی صحت و بقا اور ان کا موجب اجر و ثواب ہونا اس پر موقوف ہے کہ عقیدہ صحیح ہو اگر سرے سے عقیدہ ہی نہ ہو یا عقیدہ میں فساد اور نقص ہو تو اعمال کا کوئی اعتبار نہیں سب کے سب اکارت جاتے ہیں۔ قرآن مجید میں جہاں اعمال کا ذکر کیا گیا ہے اس سے پیشتر ایمان کا ذکر کیا ہے اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ۔ وَالْعَصْرِ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ (خلاصہ ترجمہ) کہ انسان کی نجات کامل چار چیزوں پر موقوف ہے - ایمان - عمل صالح - صحیح امور کی نشر و اشاعت - مصائب و مشکلات میں صبر و استقلال۔ ان میں اول کو اول ذکر کیا ہے۔ حدیث میں فرمایا قُلْ اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ ثُمَّ اسْتَقِمْ (ترجمہ) کہہ کہ میں اللہ پر ایمان لایا اور پھر اس پر قائم رہا۔ اسی طرح اور آیات و احادیث بھی گنائی جا سکتی ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ ایمان کو اعمال پر اولیت اور تقدیم حاصل ہے پس جب ایمان اور عقیدہ صحیح ہو گا تو اعمال بھی درست ہو سکتے ہیں اور اگر عقیدہ و ایمان میں فساد و قصور ہوا تو

پھر اعمال کا کچھ اعتبار نہیں سب برباد اور بے اثر ثابت ہوں گے مثلاً ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خاتم النبیین پر عقیدہ وایمان نہ رکھتا ہو یا آپ کی عزت نہ کرتا ہو یا صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی عزت اس کے دل میں نہ ہو یا احادیث صحیحہ کو تاریخ سے زیادہ حیثیت ووقعت نہ دیتا ہو تو ان میں سے ہر بات بجائے خود اتنی مذموم اور قبیح ہے کہ اس کی قباحت اور برائی ہر حسن اعمال اور کثرت کردار کا پورا دفتر بھی کم نہیں کر سکتا۔ جہاں پر یہ قباحت پائی جائے گی وہاں اگر نیکو کاری کے پہاڑ بھی کھڑے ہوں تو بھی یہی جائے گا کہ ان کا کچھ اعتبار نہیں حتیٰ کہ اگر بددین اور بدعقیدہ آدمی دین کی بھی باتیں کرتا ہو تو ان پر بھی ظلمت لپٹی ہوتی ہوتی ہے۔ اس کی تحریر کے نقوش میں بھی ایک گونہ ظلمت مخلوط ہوتی ہے اس وجہ سے بے دینوں کی صحبت اور بے دینوں کی کتابوں کا مطالعہ ہرگز نہ چاہیئے۔ ثابت ہوا کہ اچھے کردار سے جب کہ عقیدہ اچھا اور درست نہ ہو۔ انسان مومن اور مستحق فلاح نہیں ہو سکتا اور یہی وجہ ہے کہ کفار سے گو بے تعداد اچھے افعال واقوال صادر ہوں مگر ایمان کے بغیر یہ اعمال موجب نجات نہیں ہوں گے حتیٰ کہ ان کا اقرار ربوبیت بھی بد عقیدہ کی وجہ سے قابل قبول نہ ہوا وہ مغفرت مانگتے ہیں معطی اور خالق رزاق وغیرہ سب مانتے ہیں مگر عقیدہ کی کمزوری کی وجہ سے یہ سب کچھ دربار الٰہی میں قبول نہیں اور منافقین بھی گو وہ کلمہ گو تھے اور صوم وصلوٰۃ پر عامل مبدٔ ومعاد کے قائل صدقہ وخیرات کے عامل لیکن چونکہ ان کا عقیدہ صحیح نہ تھا کہ دل میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ایمان وعقیدہ نہ تھا لہٰذا یہ سب مردود ہوا اور ناقابل قبول اور ان سے متعلق یوں حکم ہوا اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِي الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّا کہ بلاشبہ منافقین اپنی بدعقیدگی کی وجہ سے وہ جہنم کے نیچے طبقہ میں ہوں گے۔

یہ بھی واضح ہوا کہ عقیدہ کے فساد یا کمزوری کے ہوتے ہوئے پھر اپنے ظاہری اعمال پر اترانا فخر کرنا یا کسی کی تحقیر وتوہین کرنا یا صرف اعمال ہی کو ذریعہ نجات خیال کرنا محض جہالت اور نادانی ہے اور عذاب دائمی میں مبتلا ہونے کا پیش خیمہ اللہ تبارک وتعالیٰ عقیدہ صحیح رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

کیا عقیدہ کی صحتِ دائمی ضروری ہے

نجات کامل کے حصول کے لیے یہ ضروری ہے کہ عقیدہ صحیح ہو مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ ایک وقت عقیدہ صحیح کر لیا جائے اور پھر اس کی صحت ضروری نہ خیال کی جائے بلکہ ضروری ہے کہ عقیدہ کا ثبوت اور اس کی صحت دائمی اور تادم آخر ہونی چاہیئے اگر کسی وقت بھی عقیدہ درست نہ رہا تو اس سے پیشتر کیے ہوئے اعمال سب ضائع ہو جائیں گے اور ان پر کچھ ثواب واجر نہ ملے گا۔

حدیث میں ہے کہ قرب قیامت میں ایسا وقت آئے گا کہ انسان شرعی احکام کی ناواقفیت کی وجہ سے صبح مومن ہوگا اور شام کو کافر اور شام کو مومن ہوگا اور صبح کو کافر۔ (معاذ اللہ)

مطلب یہ کہ دین ومذہب کی ناواقفیت کی وجہ سے صبح وشام وہ بعض ایسی حرکات وافعال کا ارتکاب کرے گا کہ کافر ہو جائے گا۔ خلاصہ یہ کہ مومن کو لازم ہے کہ اپنی دولتِ ایمان کو ضائع نہ ہونے دے شیطان اور گمراہ افراد کے تاثرات سے بچتا رہے اور شب وروز یہ دھیان رکھے کہ کوئی حرکت ایسی سرزد نہ ہو جس سے متاع ایمان خورد برد ہو جائے اور ہمیشہ کے لیے انسان جہنم رسید ہو جائے اور تاریخ میں ایسے واقعات موجود ہیں قرآن وحدیث اس پر شاہد عدل ہے کہ بسا اوقات ایسا ہوا کہ "بعض آدمیوں کا ایمان جاتا رہا" اور نجات دائمی سے ہمیشہ کے لیے محروم ہو گئے اور یہی وجہ ہے کہ حدیث پاک میں وارد ہے اِنَّمَا الْعِبْرَةُ بِالْخَوَاتِيْمِ (ترجمہ) نجات انجام پر موقوف ہے اگر خدا کے فضل سے خاتمہ ایمان پر ہو گیا تو نجات ورنہ . . . . . . اللہ تعالیٰ سب ایمان داروں کو آخر دم تک ایمانی دولت مندی کو محفوظ رکھنے کی سعادت سے مالا مال کرے۔ آمین ثم آمین

بزرگان دین نے ارشاد فرمایا ہے کہ کوئی شخص ایمان کے حصول کے بعد اپنے اعمال پر فخر نہ کرے اترائے نہیں جو کار خیر نصیب ہو یہ سمجھے کہ یہ میرے مولیٰ کریم کی توفیق سے ہے۔ اس کا کرم ہے اعمال صالح کرنے پر اللہ کا شکر ادا کرنے اور اعمال کے ضائع

ہونے سے ڈرتا رہے اور علماء کرام سے پوچھتا رہے کہ کون سی باتوں اور کاموں سے ایمان ضائع ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی پناہ میں رہے۔ شیطان اور گمراہ لوگوں کے وساوس اور خیالات سے بچتا رہے دُعا مانگتا رہے کہ اے اللہ دولتِ ایمان جو تو نے مجھ ناچیز کو محض اپنے فضل کرم سے عطا فرمائی ہے تا آخر میرے ہمراہ رہے اور اسی پر میرا خاتمہ ہو تو اُمید ہے کہ بفضلہ تعالیٰ ایمان محفوظ رہے گا۔

عقیدہ صحیح ہونے کا معیار

معیارِ نجات اور کامل سرخروئی صحت عقیدہ پر موقوف ہے کہ جس کا عقیدہ صحیح ہو گا اس کا عمل بھی صحیح اور نجات و فلاح بھی متوقع مگر اس کی کیا صورت ہے کہ یہ عقیدہ صحیح ہے۔ ہر شخص یہی تصور کرتا ہے کہ میرا عقیدہ صحیح ہے لہٰذا ہم بزرگانِ دین اور علماءِ شرعِ متین کے ارشادات کی روشنی میں اس پر روشنی ڈالتے ہیں کہ عقیدہ صحیح کیا ہے۔

تفسیر رُوح البیان میں ہے زیرِ آیت: وَعَلَى اللّٰهِ قَصْدُ السَّبِيْلِ فرماتے ہیں اِنَّ قَصْدَ السَّبِيْلِ هُوَ دِيْنُ الْاِسْلَامِ وَهُمْ اَهْلُ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ ترجمہ: بے شک دین اسلام ہی سیدھا راستہ ہے اور وہ اہل سنت و الجماعت کا طریقہ ہے۔

علامہ ذہبی فرماتے ہیں:

اَلْفِرْقَةُ النَّاجِيَةُ هُمْ اَهْلُ السُّنَّةِ (فتوحاتِ وہبیہ شرح اربعین نووی ص۱۶۹)

"یعنی اہل سنت ہی وہ جماعت ہے جو کہ ناجی ہے۔"

تفسیر مواہب الرحمٰن ص۱۶۳ اہلسنت سچا مذہب ہے۔

تفسیرات احمدیہ ص۲۳ (ترجمہ) "لیکن تحقیق یہی ہے کہ سچائی اور صداقت اہلسنت والجماعت میں ہے۔

تفسیر مظہری۔ (ترجمہ) فرقہ ناجیہ اہلسنت والجماعت چار مذہب حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی پر جمع ہوا ہے۔ اور جو ان چار مذہب سے خارج ہے وہ اہل بدعت و نار سے ہے۔

حضرت مرزا جانجاناں رحمۃ اللہ علیہ کلماتِ طیبات فارسی ۳۲ مقالات مظہری میں ہے۔ (ترجمہ) "اہل سنت ہی حق بجانب معلوم ہوتے ہیں۔"

شاہ ولی اللہ صاحب فیض الحرمین مشہد دہم (ترجمہ) میں نے غور کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مذہب فقہ (حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی) میں سے کس مذہب کی طرف مائل ہیں تاکہ میں بھی وہی مذہب منتخب کروں تو معلوم ہوا کہ سب مذاہب فقہ آپ کے نزدیک صحیح ہیں۔

شیخ المحدثین شیخ عبدالحق دہلوی اشعۃ اللمعات ص۱۴۰ پر تحریر کرتے ہیں۔

(ترجمہ) احادیث متواترہ اور آثار کثیرہ سے سلف صالحین صحابہ کرام تابعین اور ان کے بعد والوں کا مذہب یہی معلوم ہوتا ہے کہ وہ سب اہل سنت والجماعت عقیدہ اور طریقہ پر ہے۔

امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

(ترجمہ) آخری نجات کا دار و مدار صرف اس پر موقوف ہے کہ تمام اقوال و افعال اور اصول و فروع میں فرقہ ناجیہ اہل سنت والجماعت کی پیروی کی جائے کیونکہ اہلسنت یہی ایک جنتی فرقہ ہے اس کے علاوہ جتنے فرقے ہیں سب زوال اور ہلاکت کے کنارہ پر کھڑے ہیں۔ آج اس بات کو کوئی جانے یا نہ جانے کل قیامت کو ہر ایک جان لے گا مگر اس وقت کا جاننا کچھ نفع نہ دے گا۔

(مکتوبات شرح ۶۹/۱ مکتوب ۶۹/ب۔ اسی طرح مکتوب فارسی ۵۹/۱ ص۴۰ و ص۵۷ پر ہے۔

امام جلال الدین سیوطی شرح الصدور ص۱۱۹ آپ فرماتے ہیں اسماعیل فقیہہ فرماتے ہیں کہ میں نے حافظ ابو احمد حاکم کو خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ تمہارے نزدیک زیادہ نجات یافتہ کون سا فرقہ ہے۔ پس انھوں نے کہا کہ اہل سنت

حضرت عبدالوہاب شعرانی فرماتے ہیں۔ المیزان الکبریٰ ص۸ ج۱

"بیشک تم اس کتاب (میزان کبریٰ) کو نظر انصاف سے دیکھو گے تو اس سے

صحیح عقیدہ کی تحقیق ہو جائے گی یعنی بے شک چاروں امام اور ان کے مقلدین (حنفی ، شافعی ، مالکی ، حنبلی) ظاہری اور باطنی طور پر خدا کی طرف سے ہدایت پر ہیں۔

مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی سبیل الرشاد صہ۲۵ پر فرماتے ہیں جو عامل بالحدیث بزعم خود ہو کر مجتہدین راسخین پر سب وشتم کرتے ہیں اور فقہ کے مسائل مستنبطہ عن النصوص کو بنظر حقارت دیکھ کر زشت وزبوں جانتے ہیں۔ وہ لوگ خارج از فرقہ ناجیہ اہلسنت اور متبع ہوا انسانی اور داخل گروہ اہل ہوا کے ہیں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

نیز فرماتے ہیں جملہ مجتہدین اور اُن کے اتباع اور جملہ محدثین فرقہ ناجیہ اہل سنت والجماعت ہو گئے ۔ صہ۲۵ ۔

حضرت علامہ ابن العابدین رحمۃ اللہ علیہ ردالمحتار صہ۲۵۴ ج ۲ ارشاد فرماتے ہیں ۔یعنی جو اہل سنت والجماعت کے اعتقاد کے خلاف بات کرے وہ بدعتی ہے۔

علامہ ابن تیمیہ فرماتے ہیں :

ترجمہ " اہل سنت والجماعت ایک پرانا اور مشہور مذہب ہے ۔یہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا مذہب تھا جو کہ اُنھوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے سیکھا تھا جو اس کی مخالفت کرے وہ اہلسنت والجماعت کے نزدیک بدعتی ہے ۔
(منہاج السنہ صہ۲۵۶ ج ۱)

ناظرین کرام ! ان مندرجہ حوالجات سے ثابت ہوا کہ صحابہ کرام اور تابعین اور تبع تابعین اور بزرگان دین اور سلف صالحین بلکہ مخالفین کا بھی اعتراف ہے کہ مسلک حق اہلسنت والجماعت کا ہی مسلک ہے اور یہی فرقہ ناجیہ ہے اور اس جماعت کے سب مخالف فرقے بدعتی ناری اور صراط مستقیم سے دور ہیں ان کی پیروی شریعت کے خلاف ہے ان کی راہ جنت کی راہ نہیں اور ان کا عمل قابل تعریف نہیں ۔

اور روز روشن سے زیادہ واضح ہو گیا کہ صراط مستقیم اور نجات یافتہ جماعت اور قابل تقلید لائحہ عمل اور قرون اُولیٰ سے لے کر آج تک اور سلف سے خلف تک سب کا یہی نظریہ ہے ۔ مذہب صحیح اور ضروری الاطاعت یہی طریقہ اہل سنت والجماعت

کا ہے اور یہی مدار نجات ہے اور یہی اللہ تعالیٰ اور رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دربار میں مقبول و منظور ہے ۔ انتہائی کوشش ہونی چاہیئے کہ اپنی حیات مستعارہ میں لائحہ زندگی یہی طریقہ و عقیدہ اہلسنت والجماعت ہو اور اسی پر خاتمہ ہو۔ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اسی پر خاتمہ فرمائے اور ابدی انعامات اور دائمی احسانات سے مالا مال کرے آمین ثم آمین ۔

عقائد حقہ اہلسنت والجماعت کیا ہیں

مندرجہ بالا بیان سے معلوم ہو گیا کہ نجات کلی کا ذریعہ گو حقیقت میں اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کی رحمت اور اس کا فضل و کرم ہے لیکن اعمال صالح کو ذریعہ وسبب بنایا ہے۔ جس کے اعمال صالح بڑھ جائیں گے اور وزنی ہوں گے اس کو وہ محض اپنے فضل و کرم سے جنت میں ابدی انعامات سے مالا مال کرے گا اور ان اعمال کا ثبوت وبقا عقیدہ کی صحت پر موقوف ہے کہ اگر عقیدہ صحیح ہے تو اعمال کا اعتبار ہے ورنہ نہیں اور عقیدہ جو کہ نجات و فلاح کا ذریعہ بن سکے وہ عقیدہ صرف اہلسنت والجماعت کا ہے تو ضرور ہے کہ عقائد حقہ اہلسنت والجماعت کی ذرا تفصیل کر دی جائے تاکہ ہر طرح کی افراط و تفریط اور کمی وبیشی سے اپنے عقیدہ کو محفوظ رکھا جا سکے۔

عقائد متعلقہ ذات وصفات الٰہیہ

عقیدہ ۱ اللہ ایک ہے اس کی ذات صفات افعال اقوال اسماء حسنیٰ احکام میں حقیقۃً کوئی شریک نہیں وہ سب میں منفرد و مستقل ہے ۔ اس کا وجود ذاتی ہے عطائی نہیں جس کی نہ ابتداء ہے نہ انتہاء ہے اور وہی عبادت کا مستحق ہے وہ کسی کا کسی شے میں محتاج نہیں اور سب جہان اس کا محتاج ، اس کی ذات وصفات کا عقل احاطہ نہیں کر سکتی اور وہ سب پر محیط ہے ۔ ہاں اس کے افعال

کے واسطے سے اس کی صفات کا اجمالی وجود معلوم ہوتا ہے اور صفات سے اس کی
ذات کی قدرے معرفت حاصل ہوتی ہے۔ عقیدہ اس کی صفات نہ اس کی ذات
ذات کا عین ہیں اور نہ ہی غیر بلکہ نفس ذات کا مقتضی اور عین ذات کو لازم ذات
کی طرح نہ ان کی ابتداء ہے نہ انتہا نہ مخلوق میں نہ زیر قدرت۔ عقیدہ ذات
وصفات الٰہیہ کے سوا تمام چیزیں حادث یعنی عدم سے وجود میں آئی ہیں۔ عقیدہ
نہ وہ کسی کا باپ نہ بیٹا۔ نہ اس کا کوئی رشتہ دار نہ بیوی۔ عقیدہ جو چیز عقلی طور
پر محال اور ناممکن ہو وہ اس سے پاک ہے کہ محال کا معنی یہ ہے کہ موجود نہ ہو سکے اور
اگر محال ممکن اور موجود ہو جائے تو محال نہ رہا مثلاً جھوٹ، دغا، خیانت، ظلم، جہل،
وغیرہ عیوب اس پر سب قطعاً محال ہیں کہ ان کی خدا کی طرف نسبت عقل محال
سمجھتی ہے۔ اسی طرح یہ کہنا کہ ان عیوب پر اللہ کو قدرت ہے مگر وہ کرتا کہنا نہیں
بالکل ناجائز ہے اور یوں بھی کہ یہ عیوب نقص ہے اور ہر نقص اللہ پر عقلی طور پر
بھی محال اور ناممکن ہے اور اس کی تعظیم و تنزیہہ کے خلاف ہے اور یہ کہنا بھی
غلط ہے کہ اگر کذب جہل وغیرہ پر اللہ کو قادر نہ مانیں تو وہ ہر چیز پر قادر نہ ہوا
کیونکہ ہر چیز پر قادر ہونے کا معنی یہ ہے کہ وہ ہر ممکن و مقدور پر قادر (یعنی ہر وہ چیز
جو ہو سکتی ہے اس پر وہ قادر ہے) نہ کہ محالات پر بھی کیونکہ وہ پھر محال نہ رہے گا، بلکہ
ممکن ہو جائے گا۔ پس عیوب و نقائص پر قدرت الٰہیہ بایں معنی کہ وہ ان سے
موصوف ہو محال اور اس کا امکان بھی محال عقیدہ۔ حیات قدرت سننا دیکھنا
کلام علم ارادہ اس کی ذاتی صفات ہیں مگر سننا کان سے دیکھنا آنکھ سے اور کلام
زبان سے نہیں کہ یہ اجسام کا خاصہ اور وہ جسم سے پاک ہے۔ عقیدہ اس کا
وصف کلام قدیم و ازلی ہے جو اس کے کلام اور قرآن کو حادث و مخلوق مانے وہ
شرعاً کافر ہے۔ اس کا کلام آواز سے پاک ہے۔ یہ قرآن جس کو ہم زبان سے تلاوت
کرتے ہیں۔ کان سے سنتے ہیں اور مصاحف میں لکھتے ہیں اس کا کلام قدیم بلا صوت
ہے اور یہ ہمارا پڑھنا لکھنا اور آواز حادث ہے اور جو پڑھا وہ قدیم ہے۔ عقیدہ
اس کا علم ازلاً و ابداً تمام جزئیات کلیات معدومات ممکنات محالات کو محیط ہے

وہ ہمارے سب غیب و شہادت کو جانتا ہے اور اس کا علم ذاتی غیر عطائی ہے اور اس
کے سوا سب کا عطائی ہے۔ عقیدہ وہ ہر چیز کا خالق ہے ذوات ہوں یا افعال اقوال
ہوں یا عزائم خواطر ہوں یا ہوا جس اچھے ہوں یا بُرے۔ عقیدہ حقیقۃً روزی
پہنچانے والا وہی ہے ملائکہ وغیرہ ہم محض اسباب و وسائل ہیں لہذا غیر اللہ کو وسیلہ
اور سبب سمجھ کر روزی دینے والا کہنے پر کوئی مواخذہ نہیں۔ عقیدہ ہر بھلائی و
بُرائی اس نے اپنے علم ازلی کی وجہ سے مقدر فرمائی ہے کہ جیسا ہونے والا تھا اور جیسا
کسی نے اپنے اختیار سے کرنا تھا اپنے علم سے جانا اور ویسا ہی لکھ دیا کہ علم معلوم
کے مطابق ہوتا ہے یعنی یہ نہیں کہ جیسا اس نے لکھ دیا ہے ویسا ہم کو ضرور کرنا ہے
بلکہ جیسا ہم پیدا ہو کر اپنے اختیار سے کرنے والے تھے ویسا اس نے لکھ دیا۔ زید
کے ذمہ برائی لکھی زید نے وہ بُرائی اختیاری طور پر کرنی تھی اور اگر وہ بھلائی کرتا تو
بھلائی لکھی جاتی تو اس کے علم یا لکھ دینے نے کسی کو مجبور نہیں کر دیا لہذا یہ کہنا کہ
اس نے چونکہ ایسا لکھ دیا ہے لہذا ہم کرنے پر مجبور ہیں اور بے قصور درست نہیں۔ اسی
واسطے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تقدیر کا انکار کرنے والوں کو اس اُمت کا مجوسی
کہا ہے۔ عقیدہ قضاؤ قدر کے مسائل عام عقلوں میں نہیں آسکتے ان میں زیادہ
غور و خوض کرنا سبب ہلاکت ہے۔ عقیدہ بُرا کام کر کے تقدیر کی طرف منسوب کرنا
اور مشیّت الٰہی کے حوالہ کرنا انتہائی بُری بات ہے بلکہ حکم یہ ہے کہ جو اچھا کام کرے
اس کو منجانب اللہ کہے اور جو بُرائی سرزد ہو اس کو شامتِ نفس تصور کرے۔ عقیدہ
قضا تین قسم پر ہے۔ قضا مُبرم حقیقی اور وہ یہ ہے کہ علم الٰہی میں کسی شے پر معلق نہیں
ہوتی۔ دوسری قسم معلق محض اور وہ یہ ہے کہ صحف ملائکہ میں اس کا معلق ہونا ظاہر
فرمایا گیا ہو۔ تیسری قسم یہ ہے معلق شبیہ بہ مبرم کہ صحف ملائکہ میں اس کی تعلیق مذکور
نہیں اور علم الٰہی میں تعلیق ہے۔ قسم اول یعنی مبرم حقیقی اس کی تبدیلی ناممکن ہے۔ اکابر
محبوبان خدا اگر اتفاقاً اس بارے میں کچھ عرض کرتے تو انھیں اس خیال سے واپس فرما
دیا جاتا ہے اور دوسری دونوں قسموں میں تبدیلی ہو سکتی ہے لہذا جہاں عدم تبدیلی

تقدیر مذکور ہو وہاں حقیقی مراد ہے اور جہاں تبدیلی کا جواز وہاں دوسری قسمیں مراد ہیں
عقیدہ اللہ تعالیٰ جہت مکان زمان حرکت سکون شکل صورت جمیع حوادث و انقلابات سے پاک ہے۔ **عقیدہ** وہ جو چاہے اور جیسا چاہے کرے نہ وہ سوتا ہے نہ ہی اس کو اونگھ آتی ہے۔ سب سے زیادہ مہربان حلم والا معافی دینے والا توبہ قبول کرنے والا عظمت والا جبار و قہار جس کو چاہے پکڑے جس کو چاہے چھوڑے عزت دینے والا ذلیل کرنے والا ہدایت دینے والا قرب بخشنے والا وہی حقیقۃً نفع و نقصان کا مالک ہے اس کے ارادہ کے بغیر حرکت نہیں ہوتی۔ اچھوں سے خوش بروں سے ناراض مالک علی الاطلاق حسب وعدہ اپنے فضل و کرم سے ایمان والوں کو جنت میں داخل کرنے والا اور بمقتضائے عدل و انصاف کفار کو جہنم میں وعدہ فرمایا ہے شرک و کفر کے سوا وہ ہر گناہ چاہے تو معاف کر دے گا اس کے ہر فعل میں بے تعداد حکمتیں ہیں۔ ہمیں معلوم ہوں یا نہ ہوں اور اس کے افعال کسی اپنی غرض پر مبنی نہیں اور نہ وہ کسی علت و سبب کے محتاج ہیں۔ اُس نے اپنی کمال حکمت کے مطابق اس عالم اسباب میں مسببات کو اسباب کے ساتھ مربوط کر رکھا ہے مثلاً آنکھ دیکھتی ہے کان سنتا ہے وہ چاہے وہ چاہے تو کان دیکھے اور ہر آنکھ سُنے پانی جلائے آگ پیاس بجھائے نہ چاہے تو لاکھ آنکھیں ہوں دن کو پہاڑ نہ سوجھے کروڑ آگیں ہوں ایک تنکے پر داغ نہ آئے وہ مؤثر حقیقی ہے اس کی تاثیر کے لیے عادی طور پر اسباب و وسائط ہیں ان اسباب میں جس قدر چاہے وہ تاثیر پیدا کرنے والا وہی ہے جس قدر چاہے پیدا کرے۔ اگر چاہے تو آنکھ سے ایک میل یا ہزار میل یا لاکھوں میل پر دکھا دے ہزاروں میل سے سنا دے لہذا اگر کوئی صاحبِ استعداد یہ کہہ دے کہ مجھ کو اتنے میل پر ہر چیز نظر آتی ہے تو ممکن ہے کیونکہ مؤثر اسباب میں حقیقۃً اللہ تعالیٰ ہے اور وہ کسی پر اگر کرم کرے کہ وہ دُور سے کسی چیز کو دیکھے تو تعجب کی کوئی بات نہیں آخر وہ ہر چیز پر قادر ہے اور اس کی طاقت غیر محدود ہے اور بے اندازہ جتنی چاہے ظاہر فرما سکتا ہے۔ اسی طرح ہر چیز کو جو کہ قدرت نے کسی سبب و واسطہ کے ساتھ مربوط کر رکھا ہے سمجھا جا سکتا ہے۔

اور یہ درست نہیں جو خداداد قوت سے خلاف عادت کے طور پر دیکھنا سننا کام کرنا مدد کرنا بنا بر عالم اسباب مظاہرہ کیا ہو تو اس کو بدعتی کافر اور مشرک کہا جائے اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ پوری سمجھ عطا فرمائے۔

تنبیہ

اللہ تعالیٰ کے ایک ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ بذاتِ خود مستقل ہے ہر کام میں منفرد ہے کسی کام میں غیر کا محتاج نہیں کہ اگر غیر ساتھ نہ ہو تو وہ کام نہ ہو سکے۔ اسی کا نام توحید ہے ذاتی ہو یا صفاتی۔ ذاتی یوں کہ وہ اپنی ذات میں واجب بالذات ہے اپنے وجود اور ثبوت ذات میں مستقل اور غیر کا محتاج نہیں اور یہ وجوب اور الوہیّت اس کی ذاتی وصف ہے کوئی اس میں شریک نہیں۔ اس وجوب ذاتی میں کسی کو شریک کرنا توحید کے خلاف ہے منافی ہے اور شرک اور اسی استقلال ذاتی کی وجہ سے وہی اور صرف وہی پرستش اور عبادت کا مستحق ہے اور غیر کو اس عبادت میں شریک کرنا توحید و استقلال کے منافی ہے اور توحید صفاتی یوں کہ مثلاً صفت علم اللہ تعالیٰ کے لیے ازلاً ابداً ذاتی طور پر بوجہ ایک وصف کمال ہونے کے اس طور پر ثابت ہے کہ ہر چیز موجود ہو یا معدوم اس کے دائرہ علم سے خارج نہیں اور یہی اس کی توحید علمی ہے۔ اور اسی طرح یہ وصف کسی اور کے لیے خیال کر لی جائے تو یہ توحید علمی کے منافی ہے اسی طرح وہ رزاق ہونے میں مستقل ہے۔ سمیع و بصیر ہونے میں مستقل ہے یہاں اس کے رزاق ہونے کی صورت یہ ہے کہ وہ اسباب و ذرائع سے رزق دیتا ہے اور رب ہونے کی صورت یہ ہے کہ وہ اسباب و وسائل وغیرہ سے رزق دیتا ہے اور سمیع ہونے کا معنیٰ یہ ہے کہ وہ ہر شے جو سنی جا سکتی ہے وہ اس کے دائرہ سماعت سے خارج نہیں اور بصیر ہونے کا یہ معنیٰ ہے کہ وہ ہر شے جو دیکھی جا سکتی ہے وہ اس کے دائرہ بصارت سے خارج نہیں اور اس کے قادر ہونے کا معنیٰ یہ ہے کہ کوئی ممکن و مقدور اس کے دائرہ قدرت سے خارج نہیں۔ اسی طرح تمام اوصاف الٰہیہ کو اعتبار کیا جا سکتا ہے۔ اس سے روزِ روشن سے

زائد واضح ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ کی صفات کے متحقق اور ثبوت کا جو طریقہ ثابت ہے اگر کسی اور اعتبار سے یہ صفات غیر اللہ کے لیے ثابت ہوں تو یہ توحید کے ہرگز منافی نہیں مثلاً یوں کہ غیر اللہ کی رزاقیت ربوبیت سماعت و بصارت اسباب و وسائط کے طور پر اور خدا کے

عطا کرنے کی وجہ سے ہے تو یہ توحید صفاتی کے ہرگز منافی نہیں مثلاً یوں کہ غیر اللہ کی رازقیت و ربوبیت سماعت و بصارت اسباب و وسائط کے طور پر اور خدا کے عطا کرنے کی وجہ سے ہے تو یہ توحید صفاتی کے ہرگز منافی نہیں اور یہ ظاہر ہے۔ کیونکہ اس قسم کا اطلاق اور استعمال شریعت میں جائز ہے مثلاً اللہ تعالیٰ سمیع و بصیر ہے۔ رؤف و رحیم ہے۔ علیم و کریم ہے۔ ستار ہے تو انسان پر بھی شریعت میں یہ الفاظ بولنے جائز ہیں تو اس کی صورت جواز یہی ہے کہ اوصاف اللہ تعالیٰ پر ذاتی اور مستقل طور پر بولے جاتے ہیں اور مخلوق پر مجازی اور عطائی پر بولے جاتے ہیں نہ کہ حقیقی طور پر جیسا کہ جنتوں کے پھلوں پر انگور کھجور کیلا بیری وغیرہ کا نام بولا جاتا ہے ویسے ہی دنیاوی پھلوں اور انگور کھجور وغیرہ الفاظ بولے جاتے ہیں۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ کے لیے صفات اضافی جیسے رزاق اور صفات فعلی جیسے مکوّن محی و ممیت اور ایسے ہی اس کے لیے صفات سلبی اور عدمی جیسے وہ مجسم نہیں ہے محدود متبعض و متمکن متجزی نہیں ہے۔ وغیرہ بے شمار اسماء و صفات ہیں مگر ذاتی نہیں اور جس طرح ذاتی صفات کا اطلاق و استعمال غیر اللہ تعالیٰ پر اضافی اور مجازی طور پر جائز ہے اور اسی طرح دوسری صفات کا بھی مجازی طور پر اطلاق غیر اللہ پر حاوی ہے اور اس سے اللہ تعالیٰ کی توحید پر کسی طرح کا نقص نہیں آتا کیونکہ توحید کی حقیقت جیسا کہ مذکور ہوا۔ یہی ہے کہ خداوند کریم ذات و صفات میں ہر حیثیت اور اعتبار سے مستقل و منفرد ہے کسی کا محتاج نہیں۔ ہاں اپنے احکام کے نافذ اور جاری کرنے کے لیے وسائط اور اسباب و وسائط مقرر کردہ کی طرف افعال و حوادث کو منسوب کرنے پر کسی مواخذہ کی وعید نہیں فرمائی کیونکہ اس کے مقرر اور متعین کیے ہوئے اسباب و وسائل کی طرف نسبت بعینہ اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت ہے گویا اللہ ہی حقیقت میں یہ افعال و حوادث سر انجام دے رہا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

عقاید صحیحہ متعلقہ نبوّت

مسلمان کے لیے جس طرح ذات و صفات باری کا جاننا ضروری ہے کہ کسی ضروری حکم کا انکار یا محال اور غیر ممکن کا اثبات اس کو کافر نہ کر دے۔ اسی طرح یہ جاننا بھی ضروری ہے کہ نبی کے لیے کیا جائز ہے اور کیا واجب اور کیا محال اور غیر ممکن کیونکہ واجب کا انکار اور محال اور غیر ممکن کا اقرار شرعاً موجب کفر ہے اور بہت ممکن ہے کہ انسان نادانی سے کسی غلط عقیدہ یا ناجائز بات کہنے سے ہلاک ہو جائے اور جملہ اعمال کو اکارت کر بیٹھے۔ لہٰذا از بس ضروری ہے کہ نبوت و رسالت کی حقیقت و شان سے متعلق صحیح اور درست عقیدہ رکھے۔ **عقیدہ** نبی اس بشر کو کہتے ہیں جس کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت کے لیے وحی بھیجی ہو اور رسول پر بھی وحی ہدایت ہوتی ہے مگر فرق یہ ہے کہ رسول جیسے بشر ہوتا ہے فرشتہ بھی۔ **عقیدہ** انبیاء علیہم السلام بظاہر سب بشر تھے اور مرد۔ نہ کوئی جن نبی ہوا اور نہ ہی عورت۔ ان کو اللہ تعالیٰ نے محض اپنی رحمت اور فضل و کرم سے اپنی مخلوق کی ہدایت کے لیے بھیجا۔ **عقیدہ** نبی ہونے کے لیے اس پر وحی کا ہونا ضروری ہے خواہ فرشتہ کی معرفت ہو یا بلاواسطہ **عقیدہ** اکثر انبیاء علیہم السلام پر اللہ تعالیٰ نے ہدایت کے لیے صحیفے اور آسمانی کتابیں اتاریں۔ ان سے چار کتابیں بہت مشہور ہیں۔ **تورات** حضرت موسیٰ علیہ السلام پر۔ **زبور** حضرت داؤد علیہ السلام پر، **انجیل** حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر، **قرآن عظیم** جو کہ سب سے افضل کتاب ہے سب سے افضل رسول حضور پُر نور سید یوم النشور جناب **احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ** صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ کلام الٰہی کا جو بعض کا بعض سے افضل ہونا بیان فرمایا ہے۔ اس کا معنی یہ ہے کہ ہمارے لیے اس میں ثواب زائد ہے ورنہ اللہ ایک اور اس کا کلام ایک اس میں افضل و مفضول کی گنجائش نہیں۔ **عقیدہ** سب کتابیں اور آسمانی صحیفے حق ہیں اور سب کلام اللہ ہیں ان میں جو کچھ بیان ہوا سب پر ایمان واجب و ضروری ہے مگر البتہ یہ بات ہوئی کہ اگلی کتابوں کی حفاظت اللہ تعالیٰ نے امتوں کو سپرد کی

تھی ان سے اس کا حفظ نہ ہو سکا کلام الٰہی جیسا اُترا تھا ان کے ہاتھوں ویسا باقی نہ رہا بلکہ ان کے شریروں اور نفس پرستوں نے اپنی خواہشوں کے مطابق ان میں کمی و بیشی اور ردّ و بدل کر دیا جب کوئی بات ان کتابوں سے ہمارے سامنے آئے تو وہ اگر قرآن کے مطابق ہو تو ہم اس کی تصدیق کریں گے اور اگر مخالف ہوگی تو یہ یقین کر لیں گے کہ یہ ان کی ردّ و بدل کی وجہ سے ہے اور اگر موافق و مخالف کچھ معلوم نہ ہو تو حکم یہ ہے کہ ہم اس کی نہ تصدیق کریں گے نہ تکذیب۔ بلکہ یوں کہیں گے اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ وَمَلٰٓئِکَتِہٖ وَکُتُبِہٖ وَرُسُلِہٖ اللہ اور اس کے فرشتوں اور اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں پر ہمارا ایمان ہے اور یہ دین اسلام چونکہ ہمیشہ رہنے والا ہے۔ لہٰذا قرآن عظیم کی حفاظت اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمّہ رکھی چنانچہ قرآن میں ہے اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوْنَ "بے شک ہم نے قرآن اُتارا اور بے شک ہم اس کے نگہبان ہیں۔ لہٰذا اس میں کسی حرف یا نقطہ کی کمی و بیشی ناممکن ہے اگرچہ تمام دنیا اس کے بدلنے پر جمع ہو جائے لہٰذا جو کہے کہ اس میں کے کچھ پارے یا سورتیں یا آیتیں بلکہ ایک حرف بھی کسی نے کم کر دیا یا بڑھا دیا وہ قطعاً کافر ہے کہ مندرجہ بالا آیت کا اس نے گویا انکار کیا ہے اور یہ قرآن اپنی ذاتی فصاحت و بلاغت اور اخبار صحیحہ اور علوم غیب کی وجہ سے اپنی صداقت کی خود دلیل ہے اور یہی وجہ ہے کہ کوئی آج تک اس کا مقابلہ نہ کر سکا اور نہ ہی تا قیامت کوئی کر سکے گا۔ **عقیدہ** اگلی کتابیں صرف نبیوں کو یاد ہوتی تھیں مگر قرآن مجید عظیم کا یہ معجزہ ہے کہ مسلمانوں کا بچہ بچہ حفظ کر لیتا ہے۔ **عقیدہ**۔ قرآن مجید نے اگلی کتابوں کے بہت سے احکام منسوخ کر دیئے یونہی قرآن مجید کی بعض آیات نے اور بعضوں کو منسوخ کر دیا۔ **عقیدہ**۔ وحی نبوت انبیاء علیہم السلام کے لیے خاص ہے جو اس کو غیر نبی کے لیے مانے کافر ہے۔ نبی کو خواب میں جو چیز بتائی جائے وہ بھی وحی ہے اس کے جھوٹا ہونے کا احتمال نہیں۔ **عقیدہ** نبوت کسبی نہیں کہ آدمی ریاضت و عبادت سے حاصل کر سکے بلکہ محض عطائے الٰہی ہے کہ جسے چاہتا ہے اپنے فضل و کرم سے دیتا ہے ہاں دیتا !

اُسی کو دیتا ہے جسے اس منصب عظیم کے قابل بناتا ہے جو قبل حصول نبوت تمام اخلاق رذیلہ سے پاک اور تمام اخلاق فاضلہ سے مزین ہو کر جملہ مدارج ولایت طے کر چکتا ہے اور اپنے حسب و نسب و جسم قول و فعل حرکات و سکنات وغیرہ میں ہر ایسی بات سے منزّہ ہوتا ہے جو باعث نفرت ہو اور اس کو عقل کامل عطا کی جاتی ہے جو اوروں کی عقل سے بدرجہا زائد ہوتی ہے۔ کسی حکیم یا فلسفی کی عقل اس کے لاکھویں حصہ تک نہیں پہنچ سکتی اور جو اس کو کسبی مانے اور کہے کہ کسب و ریاضت سے منصب نبوت تک پہنچ سکتا ہے وہ کافر ہے۔ **عقیدہ** جو شخص نبی کی نبوت کا زوال جائز مانے کافر ہے۔ **عقیدہ**۔ نبی کا معصوم ہونا ضروری اور بدیہی ہے اور یہ عصمت نبی اور ملک کا خاصہ ہے کہ نبی اور فرشتہ کے سوا کسی معصوم نہیں۔ اماموں کو نبیوں کی طرح معصوم سمجھنا بددینی اور گمراہی ہے۔ عصمتِ انبیاء کا معنی یہ ہے کہ ان کے لیے حفظ الٰہی کا وعدہ ہو لیا جس کے سبب ان سے صدور گناہ شرعاً محال ہے بخلاف ائمہ و اکابر اولیاء کہ اللہ عزوجل انھیں محفوظ رکھتا ہے۔ ان سے گناہ نہیں ہوتا مگر ہو تو شرعاً محال بھی نہیں۔ **عقیدہ** انبیاء علیہم السلام شرک و کفر اور ہر ایسے امر سے جو خلق کے لیے باعث نفرت ہو جیسے کذب خیانت جہل وغیرہ صفات ذمیمہ سے نیز ایسے افعال سے جو وجاہت اور مروت کے خلاف ہیں قبل نبوت اجماعی طور پر معصوم ہیں اور کبائر سے مطلقاً معصوم ہیں اور حق یہ ہے کہ صغائر سے بھی قبل نبوت اور بعد نبوت معصوم ہیں۔ **عقیدہ**۔ انبیاء کرام نے جملہ احکام الٰہیہ کی مکمل تبلیغ کی ہے جو یہ کہے کہ کسی حکم کو کسی نبی نے چھپا رکھا خوف یا تقیہ کے طور پر یا اور کسی وجہ سے کوئی حکم نہیں پہنچایا وہ کافر ہے۔ **عقیدہ** احکام تبلیغیہ میں انبیاء سے سہو و نسیان محال ہے۔ **عقیدہ** ان کے جسموں کا برص جذام وغیرہ ایسے امراض سے جن سے دوسروں کو نفرت ہوتی ہے پاک ہونا ضروری اور لازمی ہے۔ **عقیدہ** اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام کو اپنے غیوب پر اطلاع دی۔ زمین و آسمان کا ہر ذرہ ہر نبی کے پیش نظر ہے مگر یہ علم غیب کہ ان کو ہے اللہ کے دینے سے ہے لہٰذا ان کا علم عطائی ہوا اور علم عطائی اللہ کے لیے

محال ہے کہ اس کی کوئی صفت کوئی کمال کسی کا دیا ہوا نہیں ہو سکتا بلکہ اس کا ذاتی ہے۔ جو لوگ انبیاء علیہم السلام سے علم غیب عطائی کا انکار کرتے ہیں وہ ایمان کے خلاف ہے کیونکہ عطائی غیب یہ مخلوق کا خاصہ ہے اور ذاتی اللہ کی وصف ہے اور اس کی اُلوہیت کے شایانِ شان۔ اور یہ کہنا کہ ہر ذرہ کا علم نبی کے لیے مانا جائے تو خالق و مخلوق کی مساوات لازم آتی ہے۔ یہ محض باطل یہ مساوات تو جب لازم آتی کہ اللہ تعالیٰ کے لیے بھی اتنا اور ایسا ہی علم ثابت کیا جائے اور یہ غلط ہے کیونکہ ذرات عالم متناہی اور محدود ہیں اور اس کا علم غیر متناہی اور غیر محدود نیز ذاتی اور عطائی کے فرق سے مساوات کا خیال ختم ہو جاتا ہے محض علم غیب کے اطلاق سے مساوات ہرگز نہیں آتی ورنہ لازم آئے گا کہ وجود میں ممکن اللہ کے ساتھ مساوی ہو جائے کہ ممکن بھی موجود ہے اور اللہ بھی موجود حالانکہ وجود میں مساوی کہنا شرعاً کفر ہے۔ شرک ہے۔ لہٰذا ضروری ہے کہ ذاتی و عطائی کا فرق کیا جائے مثلاً

اولین و آخرین کے علوم کی نسبت آپ کا علم اعلیٰ و اکمل ہے۔ آخر عمر شریف تک تمام کائنات آسمان و زمین جملہ اسمائے حسنیٰ آیاتِ کبریٰ اُمورِ آخرت علاماتِ قیامت بہشتیوں و دوزخیوں کے حالات اور ماکان و مایکون کا علم بحیثیت رسالت آپ کو حاصل ہو چکا ہے۔ تمام علوم ملکیہ بشریہ سے آپ کا علم اکمل ہے۔ اللہ تعالیٰ کے علم اور آپ کے علم میں فرق بہ تفصیل ذیل ہے کہ اللہ تعالیٰ کا علم بالفعل غیر محدود اور مطلق ہے اور آپ کا علم غیر مطلق محدود اور بالفعل محدود اور محاط ہے۔ حتیٰ کہ آپ کا علم باری تعالیٰ کے علم سے سات سمندروں میں سے ایک بوند کی مانند ہے یعنی قلیل اور اللہ کا علم بغیر ذرائع و وسائل ازلی ابدی ہے اور آپ کا علم حصولی اور بذریعہ وحی الہام کشف رویا و بصیرت مقدسہ اور حادث ہے۔ آپ کے جملہ احکام اور تمام خبریں سچی اور حق ہیں اور شک و وہم جہل وغیرہ نقائص سے اور شیطانی مداخلت سے پاک و منزہ ہیں۔ کسی فعل میں سہو و نسیان جو آپ سے واقع ہوا ہے وہ اللہ کے ارادے سے ہوا اور اس حکمت کے لیے وقوع میں آیا کہ آپ اپنی اُمت کو سہو و نسیان کے احکام بیان کریں۔

ایسا سہو و نسیان شان نبوت میں قادح اور عیب نہیں بلکہ عالم لاہوت اور ذاتِ الٰہی میں میں استغراق کی وجہ سے عالم دنیا سے ذہول و نسیان ایک طرح کا کمال ہے۔ آپ کے سہو و نسیان کو اپنے سہو و نسیان پر قیاس کرنا اور بقصد تحقیر آپ کی طرف منسوب کرنا کفر ہے۔ تمام انسانی عوارض یعنی بیماری تکلیف بدنی وغیرہ جو انبیاء علیہم السلام پر وارد ہوتے ہیں۔ ظاہری صورت میں تو عام انسانوں کے عوارض کی مثل ہیں مگر نتائج و آثار باطنی و حکمت حقیقیہ الٰہیہ کے لحاظ سے تمام انسانوں کے عوارض سے برتر اور اعلیٰ ہیں جیسا کہ واحد عددی کا بحیثیت اول ہونے دوسرے یا تیسرے مرتبہ میں ہونا محال ہے ایسا ہی اس حقیقت سے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تمام مخلوق کی طرف مبعوث ہیں۔ آپ کی رُوح سب سے اول مخلوق ہے اور آپ پر سلسلہ نبوت ختم کر دیا گیا۔ آپ افضل الخلق ہیں۔ آپ اللہ کے خلیفۂ اعظم اور مظہر اتم ہیں قیامت میں لواء حمد شفاعتِ کبریٰ اور مقام محمود پر سرافراز ہوں گے۔ آپ کو ہر وصف میں اولیت حاصل ہے اور اوصاف حمیدہ جو آپ میں متحقق ہیں) آپ کی نظیر و مثال ناممکن و محال ہے۔ مثلاً جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اول مخلوق باعثِ ایجادِ خلق۔ افضل المخلوقات خاتم النبوت صاحب لولاک خلیفۂ اعظم مظہر اتم شفیع محشر علی الاطلاق مرجع کل وغیرہ ہوئے تو اب اگر آپ کی مثل اور نظیر تسلیم کی جائے تو وہ بھی ان اوصاف مذکورہ کے ساتھ متصف ہو گی اور یہ درست نہیں کیونکہ اگر مثل و نظیر کو بھی اول الخلق مثلاً مان لیں تو چونکہ اولیت میں تقسیم اور تعدد نہیں ہو سکتا لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اول الخلق نہ رہیں گے۔ تو گویا آپ اول الخلق ہیں بھی اور نہیں بھی اور یہ دو ضدوں کا اجتماع ہے۔ اسی طرح حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام چونکہ حقیقتہً اول الخلق ہیں تو آپ کی نظیر اول الخلق نہ ہو سکے گی تو گویا آپ کی نظیر اول الخلق ہے بھی اور نہیں بھی اور یہ گویا دو ضدوں کا اجتماع ہے اور اجتماع ضدین نہ صرف شرعی بلکہ عقلی طور پر بھی محال ہے اور محال کی حقیقت ہی یہ ہے کہ وہ وجود میں نہیں آ سکتا لہٰذا آپ کی نظیر و مثال ممتنع بالذات و محال ہے۔ وعلیٰ ہٰذا القیاس۔

لہٰذا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان اور نظیر کی تجویز یہ محال کو ممکن بنانا اور شانِ

رسالت میں صریح گستاخی ہے۔

نیز حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مثل ونظیر کا سوال اس وقت پیدا ہوتا ہے کہ نوع انسان کے ساتھ آپ مشترکۃ الحقیقۃ ہوں حالانکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بلکہ دیگر انبیاء علیہم السلام کی ماہیت میں کوئی اور شریک نہیں۔

(۱) مواہب لدنیہ میں علامہ قسطلانی جلد اول ص۲۲۸ مقصد ثالث سطر ۲۳ ارشاد فرماتے ہیں:

اِعْلَمْ اَنَّ مِنْ تَمَامِ الْاِیْمَانِ بِہٖ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلْاِیْمَانُ بِاَنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی جَعَلَ خَلْقَ بَدَنِہِ الشَّرِیْفِ عَلٰی وَجْہٍ لَمْ یَظْھَرْ قَبْلَہٗ وَلَا بَعْدَہٗ خَلْقُ اٰدَمِیٍّ مِثْلَہٗ، بِلَفْظِہٖ (مواہب لدنیہ)

ترجمہ: "خوب جان لے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کمال ایمان یہ ہے کہ ایمان لاوے اللہ تعالیٰ پر کہ اس نے پیدا کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بدن شریف کو ایسی صورت پر ان کے برابر نہ کوئی پہلے پیدا ہوا ہے اور نہ ان کے بعد ہوگا یعنی ان کی مثل ونظیر کوئی نہیں ہوگا۔"

(۲) مکتوبات امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ جلد سوم مکتوب ۱۰۰

ترجمہ: "اور جاننا چاہیئے کہ پیدائش محمدی تمام افراد انسان کی پیدائش کی طرح نہیں بلکہ افراد عالم میں سے کسی فرد کی پیدائش کے ساتھ نسبت نہیں رکھتی کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باوجود عنصری پیدائش کے حق تعالیٰ کے نور سے پیدا ہوئے ہیں جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے خُلِقْتُ مِنْ نُوْرِ اللّٰہِ۔ میں اللہ تعالیٰ کے نور سے پیدا ہوں۔ دوسروں کو یہ دولت میسر نہیں ہوئی۔ . . . . .

اس دقیقہ کا بیان یہ ہے کہ حضرت واجب الوجود جل شانہ کے صفات ثمانیہ

حقیقۃً اگرچہ دائرہ وجوب میں داخل ہیں لیکن اس احتیاج کے باعث جو ان کو حضرت ذات تعالیٰ کے ساتھ ہے ان میں امکان کی بو پائی جاتی ہے اور جب صفات حقیقیہ قدیمیہ میں امکان کی بو پائی جاتی ہے تو حضرت واجب الوجود جل شانہ کے صفات اضافیہ میں بطریق اولیٰ امکان ثابت ہوگا اور ان کا قدیم نہ ہونا ان کے امکان پر پہلی دلیل ہوگا۔ کشف صریح سے معلوم ہوا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیدائش اس امکان سے ظاہر ہوئی ہے جو صفات اضافیہ کے ساتھ تعلق رکھتا ہے نہ کہ اس امکان سے جو کہ تمام ممکنات عالم میں ثابت ہے۔ ممکنات عالم کے صحیفہ کو خواہ کتنا باریک نظر سے مطالعہ کیا جائے لیکن آنحضرت کا وجود مشہود نہیں ہوتا بلکہ ان کی خلقت امکان کا منشاء عالم ممکنات میں سے ہی نہیں بلکہ اس عالم سے برتر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کا سایہ نہ تھا نیز عالم شہادت میں ہر ایک شخص کا سایہ اس کے وجود کی نسبت زیادہ لطیف ہوتا ہے تو جب جہان میں ان سے زیادہ لطیف کوئی نہیں تو پھر ان کا سایہ کیسے متصور ہو سکتا ہے۔"

(۳) مصری تفسیر کبیر جلد ثانی ص۲۴۴ سطر ۲۲ پر ہے زیر آیت اِنَّ اللّٰہَ اصْطَفٰۤی اٰدَمَ اَلْاٰیَۃَ فرماتے ہیں وَاعْلَمْ اَنَّ تَمَامَ الْکَلَامِ فِیْ ھٰذَا الْبَابِ اَنَّ النَّفْسَ الْقُدْسِیَّۃَ النَّبَوِیَّۃَ مُخَالِفَۃٌ بِمَاھِیَّتِہَا لِسَائِرِ النُّفُوْسِ الخ بِلَفْظِہٖ یعنی نفس قدسیہ نبویہ کی ماہیت باقی تمام نفوس کی ماہیت سے مخالفت ہے۔

(۴) تفسیر کبیر جلد دوم ص۴۲۹ و ص۳۴۱ مصری زیر آیت:

"اَللّٰہُ اَعْلَمُ حَیْثُ یَجْعَلُ رِسَالَتَہٗ، وَذَکَرَ الْحَلِیْمُ فِیْ کِتَابِ الْمِنْھَاجِ اَنَّ الْاَنْبِیَاءَ عَلَیْھِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ لَا بُدَّ وَاَنْ یَّکُوْنُوْا مُخَالِفِیْنَ لِغَیْرِھِمْ فِی الْقُوَی الْجِسْمَانِیَّۃِ وَالْقُوَی الرُّوْحَانِیَّۃِ۔"

ترجمہ: "یعنی جانو کہ رسالت کہاں رکھی جاتی ہے اور حلیمی نے کتاب منہاج میں ذکر کیا ہے کہ تحقیق انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے لیے ضروری ہے کہ وہ دوسرے لوگوں سے قوی بدنی اور قوی روحانی میں جدا ہوں۔"

(۶) شفا قاضی عیاض اور شرح ملا علی قاری میں صوم وصال کے جواب میں یوں نقل کیا ہے:

قَالَ اِنِّی لَسْتُ کَھَیْئَتِکُمْ اَیْ عَلٰی ھَیْئَتِکُمْ وَمَاھِیَّتِکُمْ
اَنْ یُّطْعِمُنِیْ رَبِّیْ وَ یَسْقِیْنِیْ۔ (الشفاء)

ترجمہ: "حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا (صوم وصال میں) کہ تحقیق میں تمہاری ہیئت کا نہیں ہوں یعنی تمہاری ماہیت اور حقیقت خو خصلت شکل اور مثل کا نہیں ہوں۔ کہ مجھ کو میرا رب کھلاتا اور پلاتا ہے۔"

دوسری حدیث میں یوں فرمایا اِنِّی لَسْتُ مِثْلَکُمْ اِنِّیْ اُطْعَمُ وَ اُسْقٰی دوسری جگہ فرمایا لَسْتُ کَاَحَدٍ مِنْکُمْ یعنی میں تم سے کسی کے مانند نہیں ہوں اور حدیث میں یوں ارشاد فرمایا کہ اَیُّکُمْ مِثْلِیْ تم سے میری مثل کون ہے؟

ان حوالجات سے ثابت ہوا کہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بلکہ اور انبیاء کرام علیہم السلام بھی اپنی ماہیت وحقیقت میں اور افراد انسانیہ سے ممتاز ہیں اور ذاتی طور پر ان میں کوئی شرکت نہیں تو ان کی ظاہری بشریت کو دیکھ کر یہ رٹ لگائے جانا کہ وہ ہمارے جیسے بشر تھے کسی طرح بھی درست نہیں جب کہ آپ کی ظاہری بشریت بھی ایک امتیازی شان رکھتی ہو۔ اس پر صرف ایک حوالہ سماع فرمایئے۔ شیخ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ علامہ بوصیری کے اس شعر

فَمَبْلَغُ الْعِلْمِ فِیْهِ اَنَّهٗ بَشَرٌ
وَ اَنَّهٗ خَیْرُ الْخَلْقِ کُلِّهِمِ

کی روشنی میں ارشاد فرماتے ہیں: مراد در تکلم در احوال و در صفات مبارک وے

وتحقیق ان ضعف تمام است کہ آن متشابہ ترین متشابہات است نزد من کہ تاویل آں ہیچکس نداند و ہر کسی ہر چہ گوید بر قدر انداز فہم خود و دانش خود گوید او صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم از فہم و دانش تمام عالم برتر است او را چناں ہست کہ بجز خدا کسی نہ شناسد چنانچہ خدا را بجز وے کسے نشناخت (ترجمہ) یعنی میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے احوال وصفات کی واقعی تشریح کرنے سے قاصر ہوں کیونکہ آپ کے متعلقات متشابہات سے بھی زیادہ پیچیدہ ہیں۔ ان کی حقیقت کوئی نہیں جانتا جس نے جو کچھ اس سلسلہ میں کہا اپنی سمجھ کے مطابق کہا۔ حضور کی ذات وصفات تمام جہان کی سمجھ سے بالاتر ہے اس کی حقیقت کو ان کا خالق ہی جانتا ہے۔ جیسا کہ خدا کی ذات کو حقیقۃً سوا ان کے کوئی نہیں جانتا۔

(مدارج شریف)

واضح ہو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اور اوصاف کی طرح آپ کی بشریت بھی دقیق متشابہات سے ہے لہذا اس ظاہری بشریت کو ملاحظہ کرتے ہوئے یہ کہنا کہ ہماری بشریت اور ان کی بشریت ہر درجہ ایک ہی حقیقت رکھتی ہیں کسی وجہ سے جائز نہیں۔ کافروں نے انبیاء علیہم السلام کو جو بشر تاکیدی طور پر کہا ہے وہ اس عقیدہ پر تھا کہ ان کا نظریہ تھا کہ بشریت اور رسالت دونوں ایک شخص میں جمع نہیں ہو سکتیں۔ اب جب انبیاء کرام علیہم السلام نے نبوت کا اعلان کیا تو اپنے نظریہ کے ماتحت کہ بشریت اور رسالت جمع نہیں ہو سکتیں کہنے لگے کہ تم رسالت کا دعویٰ کرتے ہوئے گویا اپنی بشریت کا انکار کر رہے ہو مگر تمہاری بشریت قطعی ہے حتمی ہے۔ لہذا تمہاری نبوت غیر مسلم ہے اور تم رسول نہیں بلکہ یقینی طور پر بشر ہی ہو نہ کہ رسول۔ مگر آج بشریت میں جو اتنا جھگڑا ہو رہا ہے وہ مسلمان اور کافر کے درمیان نہیں بلکہ باہمی مسلمانوں کا ہے ہر مسلمان بشریت اور رسالت کے اجتماع کا قائل ہے۔ ایک شخص بشر اور نبی ہر دونوں ہو سکتا ہے تو پھر نزاع اور جھگڑا کیسا؟ درحقیقت بات یہ ہے جو فریق بشر بشر کہنے کو ذرا محسوس کرتا ہے اس کا یہ مطلب نہیں کہ آپ پر بشر کا اطلاق و استعمال ناجائز ہے۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے جب کہ یہ استعمال

صحیح ہے لیکن بہتر یہ ہے کہ آپ کو ان القاب اور الفاظ سے یاد کیا جائے جن سے آپ کی عظمت و برتری کا ثبوت ہو جیسا کہ قرآن و حدیث اور علماء دین نے اس کی تصریح کی ہے اور پھر جب کہ بشر بشر اور پھر اپنے جیسا اور بڑا بھائی وغیرہ الفاظ کہنے سے آپ کی شان میں کسی طرح کی کمی یا بے ادبی کا شبہ اور وہم پیدا ہونے کا بھی خطرہ ہو تو لازمی طور پر بشر کہنے کی بجائے تعظیمی الفاظ استعمال کرنا ضروری اور لازمی امر ہے اور جو فریق بشر بشر کہنے پر اصرار کرتا ہے۔ ان میں اکثر و بیشتر بشر کا اطلاق اسی معنی کے لحاظ سے کرتے ہیں جو کہ شان نبوت کے شایان نہیں مثلاً کہ وہ ہمارے جیسے انسان ہیں انسانی عوارض رکھتے ہیں وہ کوئی اختیار نہیں رکھتے۔ وہ بڑے بھائی اور ہم چھوٹے وہ ہماری طرح مر کر مٹی میں مل گئے۔ ان کو کسی کی کیا خبر ان کو تو اپنا بھی پتہ نہیں وغیرہ وغیرہ۔ دیکھو تقویت الایمان اور کتاب التوحید وغیرہ اور ہم نے اپنی کتاب "شفاعت کی حقیقت" میں ایسی چیزوں کا ذکر کیا ہے۔ اور یہ اس وجہ سے کہ انبیاء کرام علیہم السلام نے بعض اوقات بنا بر تحدیث نعمت اور شکر یہ خود اپنی اوصاف عالیہ سمات حمیدہ اور اختیارات مفوضہ اور تصرفات عطائیہ وغیرہ بیان فرماتے ہیں۔ جیسا کہ گزر چکا ہے تو اب ان کا عوام کو یوں کہنا کہ ہم تمہارے جیسے بشر ہیں بجز اس کے اور کیا کہا جا سکتا ہے کہ یہ کسر نفسی کے طور پر یا کسی اور مصلحت کی وجہ سے ہے نہ اس وجہ سے کہ وہ بلا امتیاز عوام کی طرح بشر ہیں۔

بہر نہج ثابت ہوا کہ انبیاء کرام علیہم السلام پر گو بشریت کا اطلاق درست اور جائز ہے لیکن ایمان دار اور محب صادق کی شان یہ ہے کہ اپنے آقا و مولیٰ کو عزت سے دیکھے اور معزز القاب سے یاد کرے۔ اللہ تعالیٰ ہم کو با ادب ایمان دار بننے کی توفیق عطا فرمائے۔

اسی طرح اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ نے اگر کسی نبی علیہ السلام کو بشر کے لفظ سے یاد فرمایا ہے تو وہ خالق و مالک ہے۔ جب چاہے اور جس طرح چاہے اپنی مخلوق کو یاد کر سکتا ہے اس کا حق ہے اس پر کیا اعتراض ہو سکتا ہے مگر خداوند

تعالیٰ پر قیاس کر کے کسی کو کیا حق کہ وہ بھی اسی طرح پکارنا شروع کر دے۔ والد اگر اپنی اولاد کو نام لے کر یا کسی اور انداز سے پکارے تو کیا اولاد کو بھی اسی طرح حق پہنچتا ہے کہ والد کو یاد کرنے میں باپ کا طریقہ استعمال کرے ہرگز نہیں ہرگز نہیں۔ بہر صورت اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ آقا و مولیٰ ہے جس طرح چاہے اپنی مخلوق کو پکارے۔ دوسرے کو اس پر قیاس کرنے کا قطعاً کوئی حق نہیں۔ نیز یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اللہ سبحانہٗ نے انبیاء علیہم السلام کو کسی مصلحت کی وجہ سے مثلاً ارخاء عنان وغیرہ سے فرمایا ہو کہ تم مخالفین کے رُو برو تھوڑی دیر کے لیے گو در حقیقت ایسا نہیں تسلیم کر لو کہ ہم تمہاری طرح بشر ہیں لیکن اللہ سبحانہٗ نے محض اپنے فضل سے ہمیں دولتِ نبوت سے مالا مال کیا ہے اور یہی وجہ ہے کہ عموماً جب انبیاء کرام علیہم السلام کو وہ اپنی بشریت مان لینے کا ارشاد فرماتا ہے تو یوں کلام فرماتا ہے قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ یعنی اللہ کے حکم سے بات مان لیجئے تو اس سے یہ ہرگز ثابت نہیں ہوتا کہ انبیاء علیہم السلام ہر وجہ سے عوام کی طرح بشر ہی ہیں اور یہ ہو بھی کیسے سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بشریت کا استعمال عوام و خواص پر ایک جہت اور ایک ہی حیثیت سے کیا ہو کیونکہ یہ عقلاً اور شرعاً ناممکن ہے۔ عقلاً اس وجہ سے کہ ہر ذی شعور سمجھتا ہے کہ بڑے اور شریف حضرات سے سلجھا ہوا پاکیزہ عزت والا کلام کیا جاتا ہے۔ اور شرعاً اس لیے کہ اگر انبیاء کرام علیہم السلام پر بشریت کا اطلاق عوام کی بشریت کی طرح تسلیم کر لیا جائے تو اس وقت کلام الٰہی اور انبیاء کرام علیہم السلام کے کلام میں تناقض اور اختلاف پیدا ہو جائے گا کیونکہ اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ نے اپنے کلام میں انبیاء کرام کی انتہائی صفت و ثنا بیان فرمائی ہے اور ان کی عوام سے ایک امتیازی شان ظاہر فرمائی ہے تو اب ان پر اگر بشریت کے اطلاق سے عوام کی ہی بشریت سمجھ لیا جائے تو بلا شبہ کلامِ الٰہی میں تناقض اور اختلاف لازم آئے گا جو کہ کسی طرح بھی جائز نہیں۔ ثابت ہوا کہ عوام اور خواص کی بشریت میں ایک امتیازی فرق ہے اور آپ کے جسم اطہر کو بعض عوارض انسانی لاحق تھے مگر آپ کی روح اور ذات

مبارک اوصاف انسانی سے برتر اور تغیرات و آفات اور انسانی عیوب و نقائص سے پاک اور اعلیٰ صفاتِ ملکیہ سے متصف تھی کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تین حیثیتیں ہیں

اوّل ظاہر باعتبار صورت انسانی دوم ملکی سوم حقی یعنی وہ مرتبہ جس کو بس خدا ہی جانتا ہے اور اس سے یہ اشکال بھی دُور ہو گیا کہ نبیوں نے علیہم السلام خود تسلیم کیا ہے کہ ہم تمھاری طرح محض بشر ہیں جیسا قرآن میں وارد ہے اِنْ نَّحْنُ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ تو ثابت ہوا کہ نبی سب بشر اور اقراری بشر ہیں اور اشکال دُور یوں ہوا۔ اوّل اس طرح کہ یہ کسر نفسی کے طور پر اُنھوں نے تسلیم کیا ہے جیسا کہ بزرگوں کا طریق کار مشہور و معروف ہے۔ دوم یوں کہ یہ از قبیل ارخاء عنان یعنی مخالف کے بعض اجزاء کلام کو مان کر اس کو مائل بہ اصلاح کرنا اور پھر اس کو قائل کرنا یعنی ہم تمھاری خاطر تھوڑی دیر کے لیے مان لیتے ہیں کہ ہم بشر ہیں لیکن اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے کبھی بشر کو نبی بنا دے تو اس میں کیا حرج ہے وہ مالک ہے جس پر چاہے اور جب چاہے فضل و کرم کر دے اَللّٰہُ یَخْتَصُّ بِرَحْمَتِہٖ مَنْ یَّشَآءُ۔ اور سوم یوں کہ انبیاء علیہم السلام نے بشریت کو اس طور پر تسلیم کیا ہے کہ ہم تسلیم کرتے ہیں کہ ہم بشر ہیں مگر ہم سے جو معجزات اور اُمور خارقہ للعادۃ صادر ہوتے ہیں ان کی وجہ سے خدائی اور الوہیت کا دعویٰ نہیں کرتے اور نہ ہی تم ہم کو ایسا سمجھو جیسا کہ تم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت عزیز علیہ السلام کے معجزات کو دیکھ کر ان کو ابن اللہ کہہ دیا اور ان کی پرستش میں لگ گئے بلکہ ہم ایسے بشر ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے نبوت و رسالت سے احسان کیا ہے اور اپنی مخلوق کی نجات کے لیے ہماری رہنمائی کو ضروری قرار دیا ہے۔ تو ثابت ہوا کہ انبیاء علیہم السلام کے اعتراف بشریت سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ درحقیقت ہر وجہ سے ہماری طرح ہیں اور نہ اس کی اجازت ہے کہ ہم عوام کی طرح ان کا ذکر کریں۔ اللہ تعالیٰ ہم کو با ادب بننے کی توفیق بخشے۔ آمین۔

نیز انبیاء کرام علیہم السلام غیب کی خبر دینے کے لیے آتے ہیں کیونکہ جنت و دوزخ حشر و نشر عذاب و ثواب غیب نہیں تو اور کیا ہے کیا یہ چیزیں حواس سے

معلوم ہو سکتی ہیں انبیاء کرام کا منصب یہی ہے کہ وہ باتیں ارشاد فرمائیں جہاں عقل و حواس کو رسائی نہیں اور اسی کا نام غیب ہے اور اولیاء کرام کو بھی انبیاء کرام کے واسطہ سے علم غیب ہوتا ہے۔ **عقیدہ** انبیاء کرام تمام مخلوق یہاں تک کہ رسل ملائکہ سے افضل ہیں۔ ولی کتنا ہی بڑے مرتبہ کا ہو کسی نبی کے برابر نہیں ہو سکتا جو کسی غیر نبی کو کسی نبی پر فضیلت دے وہ کافر ہے۔ **عقیدہ** نبی کی تعظیم فرض عین بلکہ اصل تمام فرائض ہے کسی نبی کی ادنیٰ توہین یا تکذیب کفر ہے۔ **عقیدہ** حضرت آدم علیہ السلام سے ہمارے سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تک اللہ تعالیٰ نے بہت سے نبی بھیجے بعض کا ذکر صریح قرآن میں ہے اور بعض کا نہیں۔ جن کے اسماء طیبہ صراحۃً قرآن مجید میں مذکور ہیں وہ حسب ذیل ہیں۔ حضرت آدم و نوح و ابراہیم و اسماعیل و اسحاق و یعقوب و یوسف و موسیٰ و ہارون و شعیب و لوط و ہود و داؤد و سلیمان و ایوب و زکریا و یحییٰ و عیسیٰ و الیاس، الیسع یونس و ادریس، ذوالکفل و صالح و حضور سید المرسلین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم۔ **عقیدہ** انبیاء کرام علیہم السلام کی تعداد معین کرنا درست نہیں کہ روایات مختلف ہیں۔ اعتقاد یوں رکھنا چاہیئے کہ اللہ کے ہر نبی پر ہمارا ایمان ہے۔ **عقیدہ** انبیاء علیہم السلام کے درجے مختلف ہیں۔ بعض کو بعض پر فضیلت ہے اور سب سے افضل ہمارے آقا و مولیٰ سید المرسلین ہیں (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) اور حضور علیہ السلام کے بعد سب سے بڑا مرتبہ حضرت ابراہیم علیہم السلام کا۔ ان حضرات کو مرسلین اولوالعزم کہتے ہیں اور یہ پانچوں حضرات باقی تمام انبیاء و مرسلین انس و جن و جمیع مخلوقات الٰہیہ سے افضل ہیں جس طرح حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تمام رسولوں کے سردار اور سب سے افضل ہیں اور بلا تشبیہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے صدقہ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اُمت تمام اُمتوں سے افضل ہے۔ **عقیدہ** تمام انبیاء اللہ تعالیٰ کے حضور عظیم وجاہت و عزت والے ہیں۔ ان کو اللہ تعالیٰ کے نزدیک معاذ اللہ چوہڑے چمار کی مثل یا ان سے مرتبہ میں کم بتانا کھلی گستاخی اور کفر ہے۔ **عقیدہ**

نبی کے وجود نبوت میں سچے ہونے کی دلیل یہ کہ نبی اپنے صدق کا علانیہ دعویٰ فرما کر محالات عادیہ کے ظاہر کرنے کا ذمہ لیتا ہے اور منکروں کو اس کے مثل کی طرف بلاتا ہے اور اللہ تعالےٰ اس کے دعویٰ کے مطابق امر محال عادی کو ظاہر فرما دیتا ہے اور منکرین سب اس سے عاجز رہتے ہیں۔ اسی کو معجزہ کہتے ہیں۔ جیسے حضرت صالح علیہ السلام کا ناقہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عصا کا سانپ ہو جانا اور ید بیضا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مردوں کو جلا دینا اور مادرزاد اندھے اور کوڑھی کو اچھا کر دینا اور ہمارے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے معجزات تو بہت ہیں۔ **عقیدہ**۔ جو شخص نبی نہ ہو اور نبوت کا دعویٰ کرے وہ دعویٰ کر کے کوئی محال عادی اپنے دعویٰ کے مطابق ظاہر نہیں کر سکتا ورنہ سچے اور جھوٹے میں فرق نہ رہے گا۔ **فائدہ**۔ نبی سے جو بات قبل نبوت خلاف عادت ظاہر ہو اس کو ارہاص کہتے ہیں اور ولی سے جو ایسی بات خلافِ عادت صادر ہو اس کو کرامت کہتے ہیں اور عام مومنین سے جو صادر ہو اس کو معونت کہتے ہیں اور کفار سے جو ان کے موافق ظاہر ہو اس کو استدراج کہتے ہیں اور ان کے خلاف اگر ظاہر ہو تو اہانت ہے۔ **عقیدہ** انبیاء کرام علیہم السلام اپنی اپنی قبروں میں اسی طرح بحیات حقیقی زندہ ہیں جیسا کہ وہ دنیا میں تھے۔ کھاتے پیتے ہیں۔ جہاں چاہیں آتے جاتے ہیں۔ تصدیق وعدہ الٰہیہ کے لیے ایک آن کو ان پر موت طاری ہوئی یعنی ان کی رُوح مستور ہوئی۔ پھر بدستور زندہ ہو گئے اور بظاہر جسمانی تصرفات کفن و دفن تک معدوم رہے۔ ان کی حیات شہیدوں کی حیات سے بہت ارفع و اعلیٰ ہے اسی وجہ سے شہید کا ترکہ تقسیم ہو گا۔ اس کی بیوی بعد عدت نکاح کر سکتی ہے۔ بخلاف انبیاء کے وہاں یہ جائز نہیں۔

(یہاں تک جو عقائد بیان ہوئے ہیں ان میں تمام انبیاء شریک ہیں۔ اب وہ اُمور جو کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ خاص ہیں ان کے کچھ بیان کیے جاتے ہیں) **عقیدہ** اور انبیاء کی بعثت خاص کسی ایک قوم کی طرف ہوتی مگر حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جملہ مخلوق انسان و جن بلکہ ملائکہ حیوانات جمادات نباتات سب کی طرف مبعوث ہوئے جس طرح انسان کے ذمہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اطاعت فرض

ہے۔ یونہی ہر مخلوق پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی فرمانبرداری ضروری اور لازمی ہے۔ **عقیدہ**۔ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ملائکہ و انس و جن حور و غلمان حیوانات جمادات غرض تمام عالم کے لیے رحمت ہیں اور مسلمانوں پر نہایت ہی شفیق و مہربان۔ **عقیدہ** حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام خاتم الانبیاء علیہم السلام ہیں یعنی اللہ عزوجل نے سلسلہ نبوت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ختم کر دیا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں یا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کسی کو نبوت ملنا مانے یا جائز اور ممکن جانے وہ کافر ہے۔ **عقیدہ** حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم افضل مخلوق الٰہی ہیں کہ اوروں کو فرداً فرداً جو کمالات عطا ہوئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام میں وہ جمع کر دیئے گئے اور ان کے علاوہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو وہ کمالات ملے جن میں کسی کا حصّہ نہیں بلکہ اوروں کو جو کچھ ملا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل میں بلکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دستِ اقدس سے ملا بلکہ کمال اس لیے کمال ہوا کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صفت ہے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے رب کے کرم سے اپنے نفس ذات میں کامل و اکمل ہیں۔ حضور کا کمال کسی وصف سے نہیں بلکہ اس وصف کا کمال ہے کہ کامل کی صفت بن کر خود وہ کمال کامل و مکمل ہو گیا جس میں پایا جائے اس کو کامل بنا دے۔ **عقیدہ** حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مثل اور نظیر ناممکن و محال ہے جو کسی صفت خاصہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں کسی کو حضور کا مثل و نظیر بتائے وہ کافر و گمراہ ہے۔

گمراہ ہے یا کافر

عقیدہ حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے مرتبہ محبوبیت کبریٰ سے سرفراز فرمایا کہ تمام خلق جویائے رضا مولیٰ یعنی اللہ کی رضا کی متلاشی اور اللہ تعالیٰ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی رضا کا متلاشی و طالب ہے۔ **عقیدہ** حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام مسجد حرام سے مسجدِ اقصیٰ تک اور وہاں سے ساتوں آسمان اور کرسی و عرش بلکہ بالائے عرش تک رات کے ایک خفیف سے حصّہ میں مع جسم انور تشریف لے گئے اور وہ قرب خاص حاصل ہُوا کہ کسی ملک و بشر کو بھی حاصل نہ ہُوا اور

نہ ہوگا اور جمال الٰہی بچشم سر دیکھا اور کلام الٰہی بلا واسطہ سنا اور ارضی و سماوی تمام ملکوت کو بالتفصیل ملاحظہ فرمایا۔ **عقیدہ** تمام مخلوق اول و آخر حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی نیازمند ہے یہاں تک حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی۔ **عقیدہ** بروز قیامت شفاعت کبریٰ کا مرتبہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا خاصہ ہے کہ جب تک حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فتح باب شفاعت نہ فرمائیں گے کسی کو مجال شفاعت نہ ہوگی بلکہ حقیقۃً جتنے شفاعت کرنے والے ہیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دربار التجار شفاعت لائیں گے اور اللہ عزوجل کے حضور مخلوقات میں صرف حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام شفیع ہیں اور یہ شفاعت کبریٰ مومن وکافر مطیع و عاصی سب کے لیے ہے کہ وہ انتظار جو سخت جاں گداز ہوگا۔ جس کے لیے لوگ تمنائیں کریں گے کہ کاش جہنم میں پھینک دیئے جاتے اور اس انتظار سے نجات پاتے اس بلا سے چھٹکارا کفار کو بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ہی بدولت ملے گا جس پر اولین و آخرین مخالفین و موافقین کافرین سب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی حمد کریں گے اسی کا نام مقام محمود ہے اور شفاعت کے اور اقسام بھی ہیں مثلاً بہتوں کو بلا حساب جنت میں داخل فرمائیں گے جن میں چار ارب نوّے کروڑ کی تعداد معلوم ہے اس سے اور بہت زیادہ جو اللہ و رسول کے علم میں ہیں۔ بہتیرے وہ ہوں گے جن کا حساب ہوگا اور مستحق جہنم ہو چکے ہوں گے ان کو جہنم سے بچائیں گے اور بعضوں کی شفاعت فرما کر جہنم سے نکالیں گے اور بعضوں کے درجات بلند فرمائیں گے اور بعضوں سے تخفیف عذاب فرمائیں گے۔ **عقیدہ** ہر قسم کی شفاعت حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے لیے حاصل و ثابت ہے شفاعت بالوجاہت شفاعت بالمحبۃ شفاعت بالاذن ان میں سے کسی کا انکار وہی کرے گا جو گمراہ ہے۔ **عقیدہ** شفاعت کا منصب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو دیا جا چکا حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ارشاد فرماتے ہیں اُعْطِیْتُ الشَّفَاعَۃَ مجھے منصب شفاعت عطا ہو چکا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ۔ مغفرت چاہو اپنے خاصوں کے

گناہوں اور عام مومنین و مومنات کے گناہوں کی فرمائیے۔ شفاعت اور کس کا نام ہے۔ زیادہ تفصیل "شفاعت کی حقیقت" ہماری کتاب میں ملاحظہ ہو۔ **عقیدہ** حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی محبت تمہاری راہ مدار ایمان بلکہ ایمان اسی محبت کا نام ہے۔ جب کسی میں حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی محبت مال و اولاد اور تمام جہان سے زیادہ ہو وہ آدمی مسلمان نہیں ہو سکتا۔ **عقیدہ** حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اطاعت عین اطاعت الٰہی ہے۔ اطاعت الٰہی بے اطاعت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ناممکن ہے یہاں تک کہ آدمی اگر فرض نماز میں ہو اور یہ شخص کتنی ہی دیر تک حضور سے کلام کرے بدستور نماز میں ہے اس سے نماز میں کوئی خلل نہیں آتا ہے۔ **عقیدہ** حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی تعظیم یعنی اعتقاد عظمت جزو ایمان و رکن ایمان ہے اور فعل تعظیم بعد ایمان فرض سے مقدم ہے اس کی اہمیت کا پتہ اس حدیث سے چلتا ہے کہ غزوہ خیبر سے واپسی منزل صہبا پر نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے نماز عصر پڑھ کر مولیٰ علی کرم اللہ وجہ الکریم کے زانو پر سر مبارک رکھ کر آرام فرمایا۔ مولیٰ علی نے نماز نہیں پڑھی تھی۔ آنکھ سے دیکھ رہے تھے کہ وقت جا رہا ہے مگر اس خیال سے کہ زانوں سرکاؤں تو شاید خواب مبارک میں خلل آئے۔ زانو نہ ہٹایا یہاں تک کہ آفتاب غروب ہو گیا۔ جب چشم اقدس کھلی مولیٰ علی نے اپنی نماز کا حال بیان کیا۔ حضرت نے حکم دیا ڈوبا ہوا سورج پلٹ آیا۔ مولیٰ علی نے نماز ادا کی پھر ڈوب گیا اس سے ثابت ہوا کہ افضل العبادات نماز اور وہ بھی صلاۃ وسطیٰ نماز عصر مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی نیند پہ قربان کر دی کہ عبادتیں بھی ہمیں حضور ہی کے صدقہ میں ملیں۔ دوسری حدیث اس کی تائید میں یہ ہے کہ غار ثور میں پہلے صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم اپنے کپڑے پھاڑ پھاڑ کر اس کے سوراخ بند کر دیئے ایک سوراخ باقی رہ گیا اس میں پاؤں کا انگوٹھا رکھ دیا پھر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو آنے کو عرض کی آپ تشریف لے گئے اور ان کے زانو پر سر اقدس رکھ کر آرام فرمایا اس غار میں ایک سانپ زیارت

رہتا تھا اس نے اپنا سر صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاؤں پر ملا انھوں نے اس خیال سے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نیند میں فرق نہ آئے پاؤں نہ ہٹایا آخر اس نے پاؤں میں کاٹ لیا۔ جب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آنسو چہرہ انور پر گرے چشم مبارک کھلی عرض حال کیا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے لعاب دہن لگا دیا۔ فوراً آرام ہو گیا۔ ہر سال وہ زہر عود کرتا بارہ برس بعد اسی سے شہادت پائی۔ شعر

ثابت ہُوا کہ جملہ فرائض فروع ہیں
اصل الاصول بندگی اس تاجور کی ہے

اور نماز میں صحابی کو آواز دینے کا قصہ۔ ابو قتادہ کی آنکھ کا قصہ۔ ابو طالب کی دعا شفار کا قصہ۔ علامہ بوصیری کی صحت اور مرض فالج کا واقعہ معتبر کتابوں میں مذکور ہے۔ **عقیدہ** حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم و توقیر جس طرح اس وقت تھی کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اس عالم دنیا میں ظاہری نگاہوں کے سامنے تشریف فرما تھے۔ اب بھی اسی طرح فرض اعظم ہے۔ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ذکر پاک آئے تو بکمال خشوع و خضوع و انکسار با ادب سنے اور نام پاک سنتے ہی درود شریف پڑھنا واجب سمجھے۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ مَّعْدِنِ الْجُوْدِ وَالْكَرَمِ وَاٰلِهٖ الْكِرَامِ وَصَحْبِهِ الْعِظَامِ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ۔

آپ کے آثار شریفہ اور سلف صالحین کے آثار کی تعظیم ضروری ہے اور ان کو دُعا کے قبول ہونے کا ذریعہ خیال کرنا صدق ایمان کی علامت ہے۔ آپ کی اُمت کی خیر خواہی کرے اور مسلمانوں میں باتباع سلف صالحین آپ کی تعظیم کے مباح طریقے جو ہر ملک میں رائج ہیں ان کا حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذکر مبارک کے وقت بجا لانا تقاضائے ایمان ہے چونکہ میلاد شریف کی مجلسوں میں قیام کرنا عشاق بارگاہ کا معمول ہو گیا ہے۔ لہٰذا اس کو خلاف شرع بتانا صریح غلطی اور بے بنیاد تعصب ہے۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے محبت کی علامت یہ بھی

ہے کہ بکثرت ذکر کرے اور درود شریف کی کثرت کرے اور نام پاک لکھے تو اس کے بعد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پورا لکھے۔ بعض لوگ براہ اختصار صلعم یا ص لکھتے ہیں یہ ناجائز اور حرام ہے اور محبت کی یہ بھی علامت ہے کہ آل و اصحاب مہاجرین و انصار و جمیع متعلقین و متوسلین سے محبت رکھے اور حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے دشمنوں سے عداوت رکھے اگرچہ وہ اپنا باپ یا بیٹا یا بھائی یا کنبہ کے کیوں نہ ہوں اور جو ایسا نہ کرے وہ اس دعویٰ میں جھوٹا ہے۔ کیا تم کو نہیں معلوم کہ صحابہ کرام نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت میں اپنے سب عزیزوں و قریبیوں باپ بھائیوں اور وطن کو چھوڑا اور یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ اللہ و رسول سے بھی محبت ہو اور ان کے دشمنوں سے بھی الفت۔ ایک کو اختیار کرو کہ دو ضدیں جمع نہیں ہو سکتیں چاہے جنت کی راہ چلو یا جہنم کی۔ نیز علامت محبت یہ ہے کہ شانِ اقدس میں جو الفاظ استعمال کیے جائیں ادب میں ڈوبے ہوئے ہوں۔ کوئی ایسا لفظ جس میں کم تعظیمی کی بو بھی ہو کبھی بھی زبان پر نہ لائے اگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پکارے تو نام پاک کے ساتھ ندا نہ کرے کہ یہ جائز نہیں بلکہ یوں کہے یا نبی اللہ یا رسول اللہ یا حبیب اللہ اگر مدینہ طیبہ کی حاضری نصیب ہو تو روضہ شریف کے سامنے ہاتھ کے فاصلہ سے دست بستہ جیسے نماز میں کھڑا ہوتا ہے کھڑا ہو کر سر جھکائے ہوئے صلوٰۃ و سلام عرض کرے۔۔۔ قریب نہ جائے نہ اِدھر اُدھر دیکھے اور خبردار خبردار آواز کبھی بلند نہ کرنا کہ عمر بھر کا سارا کیا دھرا اکارت جائے اور محبت کی یہ بھی نشانی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اقوال و افعال و احوال لوگوں سے دریافت کرے اور ان کی پیروی کرے **عقیدہ** حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے قول و فعل و عمل و حالت کو جو بنظر حقارت دیکھے کافر ہے۔ **عقیدہ** حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اللہ عزوجل کے نائب مطلق ہیں تمام جہان حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تحت تصرف کر دیا گیا جو چاہیں کریں جسے چاہیں دیں جس سے جو چاہیں واپس لیں۔ تمام جہان میں ان کے حکم کا پھیرنے والا کوئی نہیں۔ تمام جہان ان کا محکوم ہے

اور وہ اپنے رب کے سوا کسی کے محکوم نہیں تمام آدمیوں کے مالک ہیں جو انھیں اپنا مالک نہ جانے حلاوتِ سنت سے محروم رہے۔ تمام زمین ان کی ملکیت ہے۔ تمام جنت ان کی جاگیر ہے۔ مَلَكُوْتُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے زیرِ فرمان جنت و دوزخ کی کنجیاں دستِ اقدس میں دے دی گئیں۔ رزق و خیر اور ہر قسم کی عطائیں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہی کے دربار سے تقسیم ہوتی ہیں۔ دنیا و آخرت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عطا کا ایک حصہ ہے احکامِ شرعیہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے قبضہ میں کر دیئے گئے کہ جس پر جو چاہیں حرام فرما دیں اور جس کے لیے جو چاہیں حلال کر دیں اور جو فرض چاہیں معاف کر دیں۔ **عقیدہ** سب سے پہلے مرتبہ نبوت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ملا روزِ میثاق تمام انبیاء کرام علیہم السلام سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لانے اور آپ کی نصرت کرنے کا عہد لیا گیا اور اسی شرط پر یہ منصبِ اعظم ان کو دیا گیا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نبی الانبیاء ہیں اور تمام انبیاء علیہم السلام حضور کے اُمتی سب نے اپنے اپنے عہدِ کریم میں حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی نیابت میں کام کیا۔ اللہ عزوجل نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی ذات کا مظہر بنایا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نور سے تمام عالم کو منور فرمایا۔ بایں معنی وہ ہر جگہ تشریف فرما ہیں۔

کالشمس فی وسط السماء ونورها
یغشی البلاد مشارقا ومغاربا

مگر کورِ باطن کا کیا علاج

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم — چشمہ آفتاب راچہ گناہ

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بہت سے اسمائے گرامی رب تبارک و تعالیٰ کے ہم نام ہیں جیسے رؤف و رحیم، حریص، عزیز وغیرہ اور انبیاء علیہم السلام کا نام لے کر خطاب فرمایا اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو سوائے چار مقام

کے قرآن مجید میں نام لے کر نہیں پکارا بلکہ معظم خطابات سے نوازا ہے مثل رسول نبی طٰہٰ حٰم قٓ یٰسٓ مدثر مزمل وغیرہ وغیرہ۔ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو نام لے کر پکارنے سے ممانعت کر دی جیسے یا نبی اللہ، یا رسول اللہ، یا خیر خلق اللہ، یا رحمۃ للعالمین وغیرہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو معراج جسدی کے علاوہ معراج نومی بھی دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کی طرح تقریباً تینتیس ۳۳ مرتبہ ہوئی۔ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو بے شمار معجزات ہیں قرآن ایسا معجزہ عطا ہوا کہ تا قیامت اس کا کوئی مقابلہ نہ کر سکے گا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ جو صحابہ جہاد میں گئے اللہ تعالیٰ نے ان کے گھوڑوں کے پاؤں کی قسم کھائی۔ ان شہروں کی جن میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام رونق افروز ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے قسم کھائی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صدقہ میں ازواجِ مطہرات جہاں کی ازواج سے اعلیٰ و ارفع ہیں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے بول مبارک میں خوشبو آتی تھی اور براز زمین لقمہ کر جاتی تھی۔ حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے ملک الموت بھی قبضِ روح پر بلا اجازت مجاز نہ ہوا۔ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے ذکرِ پاک کے بغیر نماز و اذان ناتمام رہتی ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وجودِ اقدس پر مکھی نہ بیٹھی۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم آگے پیچھے برابر مشاہدہ فرماتے تھے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا سایہ نہ تھا اور آپ پر دھوپ میں بادل سایہ بن جایا کرتا تھا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باسعادت کے وقت روئے زمین کے بت سرنگوں ہوئے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت مبارکہ سے آتش کدہ ایران سرد ہو گیا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بروزِ قیامت قبر شریف سے سب سے اوّل باہر تشریف لائیں گے اور عرش الٰہی کے بائیں جانب کھڑے ہوں گے بروزِ قیامت آپ کو لواء حمد عطا ہوگا اور آپ کے جھنڈے کے نیچے سب انبیاء آرام فرمائیں گے۔ رب تعالیٰ نے آپ کو حوضِ کوثر عطا فرمایا ہے جس سے آپ اپنے اُمتیوں کو پلائیں گے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سب سے اوّل

رب سلم فرما کر اپنی اُمت کو پل صراط سے پار اُتاریں گے۔ بروزِ قیامت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سب نبیوں کے امام و خطیب ہوں گے۔ بروزِ محشر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سب سے پیشتر دیدارِ الٰہی سے بہرہ اندوز ہوں گے۔ علیٰ ہذا القیاس۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خصوصیات بے شمار ہیں جن کو قلم احاطہ میں نہیں لا سکتا۔ صرف یہ چند نمونہ از خروارے کے طور پر اپنے ایمان اور ایقان کو بڑھانے کے لیے ذکر کیے گئے ہیں۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور دیگر انبیا علیہم السلام سے متعلق تفصیلی مکالمہ

اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ نے دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کی دعائیں اور مکالمات ذکر فرمائے ہیں مگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے متعلق اندازِ مکالمہ ایک نرالی حیثیت رکھتا ہے جس سے آپ کی دیگر انبیاء علیہم السلام پر رفعتِ شان کا پتہ چلتا ہے۔ دیکھیے حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام سے رب تعالیٰ نے کلام یوں نقل فرمایا: وَلَا تُخْزِنِیْ یَوْمَ یُبْعَثُوْنَ (ترجمہ) مجھے رسوا نہ کرنا جس دن لوگ اٹھائے جائیں یعنی بروزِ قیامت۔

اور حبیبِ لبیب جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے لیے خود ارشاد فرمایا: یَوْمَ لَا یُخْزِی اللّٰہُ النَّبِیَّ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَہٗ (ترجمہ) جس دن خدا رسوا نہ کرے گا نبی اور اس کے ساتھ والے مسلمانوں کو۔ دیکھیے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صدقے میں صحابہ کرام بھی اس بشارتِ عظمیٰ سے مشرف ہوئے اسی طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تمنائے وصال نقل کی اِنِّیْ ذَاهِبٌ اِلٰی رَبِّیْ سَیَهْدِیْنِ میں اپنے رب کی طرف جا رہا ہوں وہ عنقریب مجھے ہدایت فرمائے گا اور حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو خود بلا کر عطائے دولت کی خبر دی: سُبْحٰنَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ (۳) خلیل علیہ الصلوٰۃ والسلام سے آرزوئے ہدایت نقل فرمائی سَیَهْدِیْنِ اور حبیب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے خود ارشاد فرمایا وَیَهْدِیَكَ صِرَاطًا مُّسْتَقِیْمًا (۴) خلیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے ملائکہ معزز مہمان ہوئے هَلْ اَتٰىكَ حَدِیْثُ ضَیْفِ اِبْرٰهِیْمَ الْمُكْرَمِیْنَ اور حبیب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لیے فرمایا

کہ فرشتے ان کے لشکری اور سپاہی بنے وَاَیَّدَهٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْهَا (۵) حضرت کلیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے فرمایا کہ اُنھوں نے خدا کی رضا چاہی وَعَجِلْتُ اِلَیْكَ رَبِّ لِتَرْضٰی اور حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے فرمایا فَلَنُوَلِّیَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰهَا۔ وَلَسَوْفَ یُعْطِیْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰی (۶) کلیم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے طور پر کلام فرمایا اور اسے سب پر ظاہر فرمایا اَنَا اخْتَرْتُكَ فَاسْتَمِعْ لِمَا یُوْحٰی اور حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام سے فَوْقَ السَّمٰوٰتِ مکالمہ فرمایا اور سب سے چھپایا فَاَوْحٰی اِلٰی عَبْدِهٖ مَا اَوْحٰی (۷) حضرت داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ارشاد ہوا: لَا تَتَّبِعِ الْهَوٰی فَیُضِلَّكَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ خواہش کی پیروی نہ کرنا کہ تجھے خدا کی راہ سے بہکا دے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بابت قسمیہ طور پر فرمایا وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰی اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں کرتا وہ تو نہیں مگر وحی جو القا ہوتی ہے (۸) حضرت نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام اور ہود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے دعا نقل فرمائی رَبِّ انْصُرْنِیْ بِمَا كَذَّبُوْنِ الٰہی میری مدد فرما اس وجہ سے کہ انھوں نے مجھے جھٹلایا اور حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خود ارشاد فرمایا کہ وَیَنْصُرَكَ اللّٰهُ نَصْرًا عَزِیْزًا (۹) حضرت نوح و حضرت خلیل علیہما الصلوٰۃ والسلام سے اپنی اُمتوں کے لیے دعا نقل فرمائی رَبَّنَا اغْفِرْ لِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ یَوْمَ یَقُوْمُ الْحِسَابُ اور حضور علیہ الصلوٰۃ کے لیے خود ارشاد فرمایا کہ اپنی اُمت کے لیے دعائے مغفرت مانگو وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ۔ (۱۰) حضرت خلیل علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے ذکرِ جمیل پیچھے رہنے کی دعا کی وَاجْعَلْ لِّیْ لِسَانَ صِدْقٍ فِی الْاٰخِرِیْنَ اور حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے فرمایا وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ۔ عَسٰی اَنْ یَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا (۱۱) حضرت خلیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعا لوط علیہ السلام کی اُمت سے دفعِ عذاب کے سلسلہ میں قبول نہ کی یٰۤاِبْرٰهِیْمُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا اور حضور علیہ السلام سے ارشاد فرمایا مَا كَانَ اللّٰهُ لِیُعَذِّبَهُمْ

وَ اَنْتَ فِيهِمْ (۱۲) حضرت موسیٰ کلیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی معراج
درخت دنیا پر ہوئی نُوْدِیَ مِنْ شَاطِئِ الْوَادِ الْاَیْمَنِ فِی الْبُقْعَةِ الْمُبٰرَكَةِ
مِنَ الشَّجَرَةِ اور حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی معراج سدرۃ المنتہیٰ اور فردوس
اعلیٰ جنت ماویٰ تک بیان فرمائی عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى عِنْدَهَا جَنَّةُ
الْمَاوٰى (۱۲) حضرت مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام سے نقل فرمایا کہ انھوں نے اپنے
رفیقوں سے مدد لی۔ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ اور مصطفےٰ صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم کے لیے فرمایا۔ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ. خلاصہ یہ کہ

حسن یوسف دم عیسیٰ ید بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

وصلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم والحمد للہ رب العالمین۔

حضور پرنور سید یوم النشور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مختار شریعت ہونے کے بعض واقعات

(۱) علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ خصائص کبریٰ میں ایک باب باندھتے ہیں۔
بَابُ اخْتِصَاصِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ بِاَنَّهٗ يَخُصُّ مَنْ شَاءَ
مِنَ الْاَحْكَامِ. یعنی یہ باب اس میں ہے کہ خاص نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہی یہ
منصب حاصل ہے کہ جسے چاہیں جس حکم سے چاہیں خاص فرمادیں۔ اس میں علامہ موصوف
نے تقریباً دس نظائر نقل فرمائے ہیں۔ ہم یہاں کچھ یہ اور کچھ علامہ قسطلانی سے لے کر
نقل کرتے ہیں۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ششماہہ بکری کا بچہ ایک صحابی کو قربانی کرنے کیلئے منظور فرمایا

بخاری و مسلم حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ان کے ماموں
ابو بردہ نے نماز عید سے پہلے غلط فہمی سے قربانی کر لی۔ چونکہ مسئلہ شرعی یہ ہے کہ قبل

از نماز قربانی درست نہیں۔ دربار رسالت میں حاضر ہو کر عرض کی کہ حضور میں قبل از نماز قربانی
کر چکا ہوں۔ اب میرے پاس چھ ماہ کا بکری کا بچہ ہے مگر سال بھر والے سے اچھا ہے۔
اس پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا اِجْعَلْهُ مَكَانَهٗ وَلَنْ تَجْزِیَ عَنْ اَحَدٍ
بَعْدَكَ (ترجمہ) اس کی جگہ اس کو قربان کر دو مگر تمہارے بعد اتنی عمر کی قربانی کسی اور
کے لیے ہرگز جائز نہیں۔
اس کی شرح ارشاد الساری شرح بخاری اس حدیث کے ماتحت فرماتے ہیں
خُصُوْصِيَّةٌ لَهٗ لَا تَكُوْنُ لِغَيْرِهٖ اِذْ كَانَ لَهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
اَنْ يَّخُصَّ مَنْ شَاءَ مِنَ الْاَحْكَامِ (ترجمہ) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ
خصوصیت ابو بردہ کو بخشی اس میں دوسرے کا حصہ نہیں۔ اس لیے کہ وہ ہستی مقدس مختار
تھی کہ جسے چاہیں جس حکم سے چاہیں خاص فرمادیں۔
(۲) پھر ایک اور صحابی کو ششماہہ بکری کا بچہ قربانی کرنے کی اجازت مرحمت فرمادی۔
بخاری و مسلم میں عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور سید عالم
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے صحابہ کے لیے قربانی کے لیے جانور عطا فرمائے۔ ان
کے حصہ میں ششماہی بکری آئی۔ انھوں نے عرض کیا۔ ارشاد ہوا ضَحِّ بِهَا
تو اسی کو قربان کر دے۔ . . . . . سنن بیہقی میں بسند صحیح اس حدیث کے آگے اور اتنا
زاید ہے۔ وَلَا رُخْصَةَ فِيْهَا لِاَحَدٍ بَعْدَكَ اور تمہارے بعد کسی کو ششماہہ
بکری کرنے کی اجازت نہیں ہے۔
شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اشعۃ اللمعات میں ذکر فرمایا
کہ احکام مفوض بود بوے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بر قول صحیح (ترجمہ) قول صحیح یہ ہے
کہ احکام شرعی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اختیار میں کر دیے گئے۔
(۳) ایک صحابیہ کو عدت چار ماہ دس روز معاف فرما کر تین دن تک سوگ کر لینے کے
بعد اجازت نکاح دے دی۔
طبقات ابن سعد میں اسماء بنت عمیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ جب

ان کے شوہر اول حضرت جعفر طیار رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید ہو گئے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انہیں فرمایا تَسَلَّبِیْ ثَلٰثًا ثُمَّ اصْنَعِیْ مَا شِئْتِ تم تین روز سنگار سے الگ رہو پھر جو چاہو کرو۔ حالانکہ قرآن مجید میں چار ماہ دس روز تک موت کی عدت صراحۃً مذکور ہے۔

(۴) ایک صحابی روزہ رمضان شریف توڑ کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پناہ لیتے ہیں اور روزہ کے کفارہ سے بری ہو کر دربار بیکس پناہ سے خرمے لے کر واپس گھر جاتے ہیں۔

صحاح ستہ میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص دربار بیکس پناہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوتا ہے اور عرض کرتا ہے کہ حضور میں ہلاک ہو گیا۔ ارشاد ہوا کیا بات ہوئی۔ عرض کی کہ میں نے رمضان شریف میں اپنی بیوی سے نزدیکی کر لی ہے۔ ارشاد ہوا غلام آزاد کر سکتا ہے۔ عرض کی! سرکار نہیں! ارشاد فرمایا ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا سکتا ہے۔ عرض کی! حضور نہیں! فرمایا پھر لگاتار دو ماہ کے روزے رکھو۔ عرض کی اس کی بھی ہمت نہیں۔ اتنے میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں خرمے لائے گئے۔ حضور پُر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے وہ خرمے اس کو عطا کر دیئے اور فرمایا کہ جا تو ان کو مسکینوں میں تقسیم کر دے۔ عرض کی حضور اپنے سے زیادہ کوئی مسکین نہیں فَضَحِكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ حَتّٰى بَدَتْ نَوَاجِذُهٗ قَالَ اذْهَبْ فَاَطْعِمْهُ اَهْلَكَ یعنی سرکارِ دوجہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم یہ سن کر اتنا ہنسے حتیٰ کہ دندان مبارک ظاہر ہو گئے اور فرمایا کہ جا اپنے گھر والوں کو کھلا دے۔ اسی طرح صحیح مسلم مسند بزاز معجم، اوسط، طبرانی دار قطنی، سنن ابوداؤد وغیرہ میں ہے۔

سبحان اللہ۔ ایسا کفارہ کہیں نظر آتا ہے۔ کسی نے کبھی سنا ہے جرم کریں اور خرمے لے کر اپنے گھر واپس جائیں اور کفارہ سے بری ہو جائیں۔

(۵) شریعت میں مردوں کے لیے ریشم کا استعمال جائز نہیں مگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دو شخصوں کے لیے ریشم کو حلال و جائز فرما دیا۔

صحاح ستہ میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللہُ عَلَیْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ رَخَّصَ لِعَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ وَّالزُّبَیْرِ فِیْ لُبْسِ الْحَرِیْرِ لِحِکَّةٍ کَانَتْ بِهِمَا (ترجمہ) حضرت عبدالرحمٰن بن عوف اور زبیر بن العوام کے بدن پر خشک خارش تھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں ریشم پہننے کی اجازت فرما دی۔

(۶) سونے کا ہر زیور مرد پر حرام ہے مگر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت براء کو سونے کی انگوٹھی پہنا دی۔

مسند امام احمد میں ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام مال غنیمت تقسیم فرما رہے تھے یہاں تک کہ ایک سونے کی انگوٹھی باقی رہ گئی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت براء کو بلا کر پہنا دی اور فرمایا خُذْ اِلْبَسْ مَا کَسَاكَ اللہُ وَرَسُوْلُهٗ لے اور پہن لے جو اللہ اور اس کے رسول تجھے پہناتے ہیں۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سراقہ بن مالک رضی اللہ عنہ کو سونے کے کنگن پہننے کی پیش گوئی کی جس کی وجہ سے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وہ کنگن سراقہ کو پہنائے۔

دلائل النبوۃ بیہقی میں بطریق حسن مروی ہے کہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے سراقہ بن مالک کو فرمایا کَیْفَ بِكَ اِذَا لَبِسْتَ سِوَارَیْ کِسْرٰی وہ وقت تیرا کیسا وقت ہو گا جب تجھے کسریٰ شاہِ ایران کے کنگن پہنائے جائیں گے۔ جب عہد فاروقی میں ایران فتح ہوا اور کسریٰ کے کنگن کمر بند تاج خدمت فاروقی میں حاضر کیے گئے۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وہ کنگن سراقہ بن مالک کو پہنائے اور فرمایا ہاتھ اٹھا کر کہو اللہ اکبر اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَهْلَكَ کِسْرٰی بْنَ هُرْمُزَ وَاَلْبَسَهُمَا سُرَاقَةَ الْاَعْرَابِیَّ (ترجمہ) اور وہ بہت بڑا

ہے سب خوبیاں اللہ کو جس نے یہ کنگن کسریٰ بن ہرمز سے چھین کر سراقہ اعرابی کو پہنا دیئے۔

حدیث مشہور سے ثابت ہے کہ عصر کے بعد نفل پڑھنے ناجائز ہیں مگر آپ نے اُم المومنین صدیقہ کو اجازت دے دی۔

علامہ جلال الدین سیوطی نے انموذج اللبیب میں لکھا ہے اور زرقانی شرح مواہب میں بھی مذکور ہے کہ حضرت ابن عباس و عبدالرحمٰن بن ازہر نے حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ ہم نے اُم المومنین کی خدمت میں عرض کی کہ ہم نے سُنا ہے کہ آپ عصر کے بعد دو رکعت نفل پڑھتی ہیں حالانکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے منع فرمایا ہے۔

علماء فرماتے ہیں کہ جب حضرت صدیقہ کی خصوصیت تھی اوروں کے لیے یہ جائز نہیں۔

ایک شخص دو نماز سے زائد نہ پڑھنے کی شرط پر اسلام لایا۔ آپ نے منظور فرمالیا۔
مسند امام احمد میں بسند ثقات رجال مسلم مروی ہے اَتَی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ فَاَسْلَمَ عَلٰی اَنَّہٗ یُصَلِّیْ صَلَاتَیْنِ لَا غَیْرُ فَقَبِلَ ذٰلِکَ مِنْہُ (ترجمہ) ایک صاحب خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر اس شرط پر ایمان لائے کہ دو ہی نمازیں پڑھا کرے گا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے قبول فرمایا۔ الحمد للہ۔

اسی طرح اور متعدد واقعات درج کیے جا سکتے ہیں جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضور پُرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو احکام شرعیہ میں اختیار دے رکھا تھا کہ آپ ان میں جو تصرف اور تغیر و تبدل کریں گے وہ منظور کر لیا جائے گا اور وجہ اس کی یہ ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسول اور اس کے نائب اور خلیفۂ اکبر ہیں۔ ان کی اطاعت اللہ کی اطاعت ہے۔ ان کا ہر کام اللہ ہی کا کام ہے۔ انھوں نے اللہ کی مرضی کے

خلاف کوئی کام نہیں کیا اور پھر جب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ حضور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی دنیا و آخرت میں رضا چاہتا ہے تو جو کام کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کریں گے اس پر اللہ راضی ہوگا اور وہ کام موجب اجر و ثواب ہوگا۔ یہ سوال ہی نہیں پیدا ہوتا کہ یہ کام قرآن کے خلاف ہے۔ یہ تصرف اللہ کے حکم کے خلاف ہے بلکہ سب کا سب اللہ تعالیٰ کی رضا سے اور اس کے دیئے ہوئے اختیارات کی وجہ سے ہے۔ اللہ تعالیٰ سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین ثم آمین)

معزز ناظرین! تمام انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بالمقابل یہ چند خصوصیات جناب مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ہیں جو مشتے نمونہ از خروارے کے طور پر مذکور ہوئیں۔ اب ہم وہ چند خصوصیات جو کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صدقہ اور اُمتوں کے بالمقابل آپ کی اُمت مرحومہ کو عنایت ہوئیں کا ذکر کرتے ہیں سماع فرمایئے۔

حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے صدقہ میں آپ کی اُمت کے بعض خصوصیات

آپ کی اُمت کے لیے تمام روئے زمین مسجد اور نماز کے قابل بنا دی گئی صرف نجاست سے پاک ہونا شرط ہے۔

آپ کی اُمت کی آسانی کے لیے پانی پر قدرت نہ ہونے کے وقت تیمم کی اجازت ہو گئی۔

آپ کی اُمت کے لیے تین بار دھونے سے چیز کا نجاست سے پاک ہونا مرحمت ہوا۔

آپ کی اُمت پر پانچ وقت کی نماز فرض ہوئی اور ثواب پچاس نمازوں کا وعدہ ہوا بلکہ ہر نیکی کا ثواب دس گنا زیادہ عطا ہوا۔

آپ کی اُمت ہی کو جمعہ مبارک ہُوا۔

آپ کی اُمت کے لیے جمعہ مبارکہ میں قبولیت کی ایک گھڑی عصر کے بعد متعین ہوئی۔

آپ کی اُمت کو لیلۃ القدر کی رات ہزار مہینوں کی راتوں سے افضل عطا ہوئی۔

آپ کی اُمت کو ہی یوم عرفہ یوم عاشورہ ملا جس کی بڑی فضیلت ہے۔

آپ کی اُمت کے دلوں میں جو وساوس و خطرات پیدا ہوں وہ معاف کر دیئے گئے۔

آپ کی اُمت سے خطا و نسیان پر مواخذہ معاف کر دیا گیا۔

آپ کی اُمت ہی کو یہ شرف ملا کہ گناہ کے بعد صحیح توبہ کر لینے پر گناہ کی معافی ایسی ہوتی ہے کہ گویا گناہ کیا ہی نہیں۔

آپ کی اُمت تمام نبیوں کی اُمتوں سے زیادہ ہوگی۔

آپ کی اُمت تمام نبیوں کی اُمتوں سے پہلے قبر سے اُٹھائی جائے گی۔

آپ کی اُمت تمام نبیوں کی اُمتوں میں بروز محشر روشن پیشانی اور روشن دست و پا سے ظاہر ہوگی۔

آپ کی اُمت کے آگے پل صراط پر ایک نور ہوگا۔

آپ کی اُمت کا حساب و کتاب سب اُمتوں سے پہلے ہوگا۔

آپ کی اُمت سب اُمتوں سے پہلے جنت میں داخل ہوگی۔

آپ کی اُمت بروز محشر دیگر انبیاء علیہم السلام کی تبلیغ احکام کی شہادت دے گی۔

آپ کی اُمت سے حافظ قرآن صالح العمل اپنے اعزہ و اقربا کی سات پشت تک کا شفیع ہوگا۔

آپ کی اُمت کا عالم با عمل اپنی چودہ پشتوں کی شفاعت کا مجاز بنایا جائے گا۔

آپ کی اُمت کی عورتوں کی سردار سیدۃ النساء حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہوں گی۔

آپ کی اُمت کے نوجوانوں کے سردار سیدنا امام حسن و امام حسین سید الشہداء رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہوں گے۔

آپ کے اُمتی سب انبیاء کے اُمتیوں سے ممتاز ہوں گے۔

آپ کی اُمت کے اولیاء تمام انبیاء کرام کی اُمتوں کے اولیاء سے افضل ہوں گے

آپ کی اُمت جب تک جنت میں نہ جائے گی سب اُمتوں پر اس میں داخل ہونا حرام ہوگا۔

آپ کی اُمت میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفۂ اول اور افضل البشر بعد الانبیاء ہیں۔

آپ کی اُمت سے کوئی اگر اچھی بات کا ارادہ کرے اور پھر اس کو نہ کرے تو بھی ایک نیکی ملتی ہے۔ اور اگر کرے تو دس گنا زائد بلکہ اس سے بھی بہت زیادہ اجر ملتا ہے کہ بقدر خلوص بڑھتا جائے گا۔ مگر اگر بُرے کام کا ارادہ کرے اور نہ کرے تو کچھ نہیں لکھا جاتا اور اگر کرے تو ایک کے بدلے ایک ہی گناہ لکھا جاتا ہے۔

آپ کی اُمت سے کئی آدمی بلا حساب و کتاب جنت میں جائیں گے۔

آپ کی اُمت ہی ہے جن کے دلوں میں کتاب الٰہی مکمل طور پر محفوظ ہو جاتی ہے۔

آپ کے اُمت کے غرباء سادات کے لیے صدقہ و زکوٰۃ کا استعمال بصورت حیلہ جائز قرار دیا گیا۔

آپ کی اُمت کے گناہ سچی اور صحیح توبہ و استغفار سے گرا دیئے جانے کا وعدہ کر دیا گیا۔

آپ کی اُمت کے کپڑوں اور بدنوں کی نجاست و پلیدی پانی کے استعمال سے دور ہو سکتی ہے۔

برادرانِ عزیز! اہم چون قسم اور متعدد خصوصیات ہیں جو کہ حضور پر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقہ آپ کی اُمت اور صرف آپ کی اُمت کا ہی خاصہ ہیں دیگر انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی اُمتیں ان سب سے محروم ہیں۔ الحمد للہ علیٰ ذالک۔ اب اُمت کا فرض اولین ہے کہ آپ کی حیاتِ طیبہ اور کردارِ زندگی کو اپنی طرزِ زندگی کے لیے مشعلِ راہ بنائے اور تادمِ آخر آپ کی محبت میں سرشار ہو کر شکریہ ادا کرے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو آپ کی اُمت پر رکھے اور اسی پر خاتمہ فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

ضروری تنبیہ

حضرات انبیاء کرام علیہم السلام سے جو لغزشیں سرزد ہوئیں ان کا ذکر تلاوت قرآن اور روایت حدیث کے سوا حرام اور سخت حرام ہے اوروں کو ان سرکاروں میں لب کشائی کی کیا مجال مولیٰ کریم عزوجل ان کا مالک ہے جس محل پر جس طرح چاہے تعبیر فرمائے۔ وہ اس کے پیارے بندے ہیں۔ اپنے رب کے لیے جس قدر چاہیں تواضع فرمائیں دوسرا ان کلمات کو سند نہیں بنا سکتا اور از خود ان کا اطلاق کرے تو مردودِ بارگاہ ہوگا۔ پھر ان کے یہ افعال جن کو زلت و لغزش سے تعبیر کیا جائے ہزارہا حکم و مصالح پر مبنی ہزارہا فوائد و برکات کی مثمر ہوتی ہیں۔ ایک لغزش حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھئے اگر وہ نہ ہوتی تو جنت سے نہ اُترتے دنیا آباد نہ ہوتی نہ کتابیں اُترتیں نہ ہی رسول آتے نہ جہاد ہوتے۔ لاکھوں کروڑوں مثوبات کے دروازے بند رہتے ان سب کا فتح باب ایک لغزش آدم کا نتیجہ مبارکہ و ثمرہ طیبہ ہے بالجملہ انبیاء کرام علیہم السلام کی لغزشیں اور تو کس شمار میں ہیں۔ صدیقین کی حسنات سے افضل و اعلیٰ ہیں۔
مشہور ہے۔ حَسَنَاتُ الْاَبْرَارِ سَیِّئَاتُ الْمُقَرَّبِیْنَ

عقائد متعلقہ ملائکہ کرام علیٰ نبینا و علیہم الصلوٰۃ والسلام

فرشتے اجسام نوری ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو یہ طاقت بخشی ہے کہ جو شکل چاہیں بن جائیں۔ کبھی وہ انسان کی شکل میں ظاہر ہوتے ہیں اور کبھی دوسری شکل میں **عقیدہ** یہ وہی کام کرتے ہیں جو حکم الٰہی ہو نا اللہ تعالیٰ کے حکم کے خلاف کچھ نہیں کرتے نہ قصداً نہ سہواً نہ خطاءً وہ اللہ کے معصوم بندے ہیں۔ ہر قسم کے صغائر اور کبائر سے پاک ہیں۔ **عقیدہ** ان کی مقرر کردہ خدمات متعدد اور مختلف ہیں۔ بعض کے ذمہ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں وحی لانا۔ کسی کے متعلق پانی برسانا کسی کے متعلق ہوا چلانا۔ کسی کے روزی پہنچانا۔ کسی کے ذمہ ماں باپ کے پیٹ میں بچہ کی صورت بنانا۔ کسی کے متعلق بدن انسان میں تصرف کرنا۔ کسی کے متعلق انسان کی اس کے دشمنوں سے حفاظت کرنا۔ کسی کے متعلق ذاکرین کا مجمع تلاش کر کے اس میں حاضر ہونا۔ کسی کے متعلق انسان کے نامہ اعمال لکھنا اور بہتوں کا دربارِ رسالت میں حاضر ہونا۔ کسی کے متعلق سرکار میں مسلمانوں کی صلوٰۃ و سلام پہنچانا۔ بعضوں کے متعلق مردوں سے سوال کرنا۔ کسی کے متعلق قبض رُوح کرنا۔ بعضوں کے نزدیک عذاب کرنا۔ کسی کے متعلق صور پھونکنا۔ یعنی یہ سب کاروبار اللہ تعالیٰ ہی سرانجام دیتا ہے۔ کہ وہی خالق مالک قادر علیم بصیر وغیرہ ہے۔ لیکن ان کاروبار کو چلانے اور سرانجام دینے کے لیے ملائکہ کو اسباب و وسائل بنایا ہے اور اللہ کے مقرر کردہ وسائل ملائکہ ہوں یا کوئی اور سے دینا لینا گویا اللہ ہی سے لینا دینا کہنا ہے اور وسائل کا کرنا اللہ ہی کا کرنا ہے۔ **عقیدہ** ملائکہ نہ مرد ہیں نہ عورت۔ **عقیدہ** ان کو قدیم و خالق ماننا کفر ہے اسی طرح ان کو کاروبار کی سرانجام دہی میں مستقل خیال کرنا کفر ہے۔ **عقیدہ** ان کی تعداد وہی جانے جس نے ان کو پیدا فرمایا ہے اور یا اس کے بتانے سے اس کا رسول۔ **عقیدہ** کسی فرشتہ کے ساتھ ادنیٰ گستاخی کفر ہے جاہل لوگ اپنے کسی دشمن یا مبغوض یا مکروہ کو دیکھ کر کہتے ہیں کہ ملک الموت یا عزرائیل آ گیا ایسا کہنا سخت ناجائز ہے۔ **عقیدہ** فرشتوں کے وجود کا انکار یا یہ کہنا کہ فرشتہ نیکی کی قوت کو کہتے ہیں اور فرشتہ اس

قوۃ کے سوا اور کچھ نہیں۔ یہ دونوں باتیں کفر ہیں۔ عقیدہ سب ملائکہ سے چار فرشتے دربار الٰہی میں زیادہ مقرب ہیں۔ اوّل جبرائیل علیہ السلام جو پیغمبروں کے پاس اللہ تعالیٰ کی وحی لانے پر مقرر ہیں۔ دوسرے حضرت میکائیل علیہ السلام جن کا کام مینہ برسانا ہے اور مخلوق کے رزق کا اہتمام کرنا ہے۔ تیسرے حضرت اسرافیل علیہ السلام جو قیامت کو صور پھونکیں گے۔ چوتھے حضرت عزرائیل علیہ السلام جو موت کے وقت رُوح قبض کرتے ہیں۔ عقیدہ ان میں توالد وتناسل کا سلسلہ نہیں ہے۔ یعنی ان میں اولاد پیدا ہونے کا سلسلہ نہیں وہ قدرت الٰہیہ سے انفرادی طور پر پیدا ہوتے ہیں۔ یہ دنیاوی کھانے پینے کے عادی نہیں۔ صرف ذکر الٰہی ان کی غذا ہے۔ شب و روز اللہ کی عبادت کرتے ہیں۔ کبھی غافل و سست نہیں ہوتے اور نہ کسی وقت نافرمانی کرتے ہیں۔ ہمہ تن ہمہ وقت اطاعت الٰہی میں منہمک رہتے ہیں۔ عقیدہ دربار الٰہی میں ہر فرشتے کا مقام متعین ہے جس سے وہ آگے نہیں بڑھ سکتا۔ عقیدہ زمین و آسمان میں کوئی جگہ نہیں۔ جہاں پر فرشتے نہ ہوں۔ بڑی کثرت رکھتے ہیں۔ منقول ہے کہ ستر ہزار فرشتے ہر روز بیت المعمور کا طواف کرتے ہیں جو کعبۃ اللہ شریف کے مقابلہ میں ساتویں آسمان پر ہے جو ایک دفعہ طواف کر چکے وہ پھر دوبارہ کبھی نہیں آئیں گے۔ عقیدہ اجزاء عالم میں ہر جزء پر ایک فرشتہ موکل و مقرر و منتظم ہے جو کہ اس کا مدبر و محافظ ہے۔ بالخصوص ہر انسان پر کئی فرشتے متعین ہیں۔ بعضے اس کا کردار لکھتے ہیں اور بعضے شیاطین جن وانس سے اس کی نگرانی کرتے ہیں اور بعض نیک باتوں کا القاء کرتے ہیں اور ان کے مقابلہ میں شیاطین ہیں جو کہ بندوں کے دلوں میں خیالات کاسدہ فاسدہ ڈالتے رہتے ہیں۔

جنّ کا بیان

جنّ آگ سے پیدا کئے گئے ہیں۔ ان میں بھی بعض کو یہ طاقت دی گئی ہے کہ جو شکل چاہیں بن جائیں۔ ان کی عمریں بہت طویل ہوتی ہیں۔ ان کے شریروں کو شیطان کہتے ہیں یہ سب انسان کی طرح ذو عقل اور ذو ارواح و اجسام والے ہیں۔ ان میں

توالد وتناسل اور سلسلہ اولاد کا ہوتا ہے۔ کھاتے پیتے مرتے جیتے ہیں۔ ان میں مسلمان بھی ہیں اور کافر بھی مگر ان کے کفار بلحاظ انسان کے بہت زیادہ ہیں اور ان میں کے مسلمان نیک بھی ہیں اور فاسق بھی سُنّی بھی اور بدمذہب بھی اور ان میں فاسقوں کی تعداد بہ نسبت انسان کے زائد ہے۔ ان کے وجود کا انکار یا بدی کی قوت کا نام جن یا شیطان رکھنا کفر ہے۔

عالم برزخ کا بیان

دنیا و آخرت کے درمیان ایک اور عالم ہے جس کا نام برزخ ہے مرنے کے بعد اور قیامت سے پیشتر تمام انس و جن کا حسب مراتب اس میں رہنا ہوتا ہے اور یہ عالم اس دنیا سے بہت بڑا ہے۔ دنیا کے ساتھ برزخ کو وہی نسبت ہے جو ماں کے پیٹ کے ساتھ دنیا کو برزخ میں کسی کو آرام ہے اور کسی کو تکلیف۔ عقیدہ جب انسان کی زندگی ختم ہو جاتی ہے تو اس وقت اس کا رُوح قبض کرنے کے لیے حضرت عزرائیل علیہ السلام تشریف لاتے ہیں اور اُس شخص کے داہنے بائیں حدنگاہ تک فرشتے دکھائی دیتے ہیں۔ مسلمان کے آس پاس رحمت کے فرشتے ہوتے ہیں اور کافر کے دائیں بائیں عذاب کے۔ اس وقت ہر شخص پر اسلام کی حقانیت آفتاب سے زیادہ روشن ہو جاتی ہے مگر اس وقت کا ایمان معتبر نہیں۔ اس لیے کہ حکم ایمان بالغیب کا ہے اور اب غیب نہ رہا۔ بلکہ یہ چیزیں مشاہدہ ہو گئیں۔ عقیدہ مرنے کے بعد بھی رُوح کا تعلق بدن انسان کے ساتھ باقی رہتا ہے۔ اگرچہ رُوح بدن سے جدا ہو گئی مگر بدن پر جو گزرے گی روح ضرور اس سے آگاہ و متاثر ہو گی۔ جس طرح حیات دنیا میں ہوتی ہے بلکہ اس سے زائد دنیا میں ٹھنڈا پانی سرد ہوا نرم فرش لذیذ کھانا سب باتیں جسم پر وارد ہوتی ہیں مگر راحت و لذت روح کو بھی پہنچتی ہے اور ان کے عکس جسم پر ہی وارد ہوتی ہیں اور کلفت و اذیت رُوح پاتی ہے اور روح کے لیے خاص راحت الم کے الگ

الگ اسباب ہیں جن سے سرور یا غم پیدا ہوتا ہے بعینہٖ یہی سب حالتیں برزخ میں ہیں۔

عقیدہ مرنے کے بعد مسلمان کی رُوح حسب مرتبہ مختلف مکانوں میں رہتی ہے۔ بعض کی چاہ زمزم شریف میں اور بعض کی قبر پر بعض کی زمین و آسمان کے درمیان۔ بعض کی پہلے دوسرے ساتوں آسمانوں تک اور بعض کی آسمانوں سے بھی بلند اور بعض کی زیر عرش قندیلوں میں اور بعض کی اعلیٰ علیین میں مگر کہیں بھی ہوں اپنے جسم سے ان کا تعلق بدستور رہتا ہے جو کوئی قبر پر آئے اسے دیکھتے پہچانتے اس کی بات سنتے ہیں بلکہ رُوح کا دیکھنا قرب قبر ہی سے مخصوص نہیں اس کی مثال حدیث میں فرمائی ہے کہ ایک طائر پہلے قفس میں بند تھا اور اب آزاد کر دیا گیا۔ ائمہ کرام فرماتے ہیں کہ پاک جانیں جب بدن کے علاقوں سے جدا ہوتی ہیں۔ عالم بالا سے مل جاتی ہیں اور سب کچھ ایسا دیکھتی ہیں جیسے یہاں حاضر ہیں جب مسلمان مرتا ہے اس کی راہ کھول دی جاتی ہے جہاں چاہے جائے۔ شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ رُوح کے لیے دور و نزدیک سب برابر ہے۔

کافروں کی خبیث روحیں بعض کی ان کے مرگھٹ یا قبر پر رہتی ہیں اور بعض کی چاہ برہوت میں کہ یمن میں ایک نالہ ہے بعض کی پہلی دوسری ساتویں زمین تک اور بعض کی اس کے بھی نیچے سجین میں کہیں ہوں جو اس کی مرگھٹ یا قبر پر گزرے اسے دیکھتی پہچانتی بات سنتی ہیں مگر کہیں جانے آنے کا اختیار نہیں کہ قید میں ہیں۔ **عقیدہ** یہ خیال کہ روح کسی دوسرے بدن میں چلی جاتی ہے خواہ وہ آدمی کا بدن ہو یا جانور کا جس کو تناسخ اور آواگون کہتے ہیں محض باطل و فریب ہے اور اس کا یقین کرنا کفر ہے۔

عقیدہ موت کا معنی روح کا بدن سے جدا ہو جانا ہے نہ یہ کہ رُوح کو فنا مانے بدمذہب ہے۔ **عقیدہ** مردہ کلام بھی کرتا ہے اور اس کے کلام کو عوام جن و انس کے علاوہ اور تمام حیوانات وغیرہ سنتے ہیں۔ **عقیدہ** مردہ کو قبر میں دفن کرتے ہیں اس وقت اس کو قبر دباتی ہے اگر وہ مسلمان ہو تو اس کا دبانا ایسا ہوتا ہے جیسے ماں پیار میں اپنے بچہ کو زور سے چپٹا لیتی ہے۔ اور اگر کافر ہے تو اس کو زور سے دباتی ہے کہ ادھر کی پسلیاں اُدھر اور اُدھر کی ادھر ہو جاتی ہیں۔ جب دفن کرنے

والے دفن کر کے وہاں سے چلتے ہیں۔ وہ ان کے جوتوں کی آواز سنتا ہے۔ اس وقت اُس کے پاس دو فرشتے اپنے دانتوں سے زمین چیرتے ہوئے آتے ہیں۔ ان کی شکلیں نہایت خوفناک اور ڈراؤنی ہوتی ہیں۔ ان کے بدن کا رنگ سیاہ اور آنکھیں سیاہ اور نیلی اور دیگ کے برابر اور شعلہ زن ہیں اور ان کے مہیب بال سر سے پاؤں تک اور ان کے دانت کئی ہاتھ لمبے کہ جن سے زمین چیرتے ہوئے آئیں گے۔ ان میں ایک کو منکر اور دوسرے کو نکیر کہتے ہیں۔ مردے کو جھنجھوڑتے اور جھڑک کر اٹھاتے اور نہایت سختی کے ساتھ کرخت آواز میں سوال کرتے ہیں۔ پہلا سوال مَنْ رَّبُّكَ تیرا رب کون ہے۔ دوسرا سوال مَا دِيْنُكَ۔ تیرا دین کیا ہے۔ تیسرا سوال مَا كُنْتَ تَقُوْلُ فِيْ هٰذَا الرَّجُلِ ان کے بارے میں تو کیا کہتا تھا۔ مردہ مسلمان ہے تو پہلے سوال کا جواب دے گا رَبِّيَ اللّٰهُ میرا رب اللہ ہے اور دوسرے کا جواب دے گا دِيْنِيَ الْاِسْلَامُ میرا دین اسلام ہے تیسرے سوال کا جواب دے گا هُوَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وہ تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ وہ کہیں گے تجھے کس نے بتایا کہے گا میں نے اللہ کی کتاب پڑھی اس پر ایمان لایا اور تصدیق کی۔ بعض روایتوں میں آیا کہ سوال کا جواب پا کر کہیں گے کہ ہمیں معلوم تھا کہ تو یہی کہے گا اس وقت آسمان سے ایک منادی ندا کرے گا کہ میرے بندہ نے سچ کہا اس کے لیے جنت کا بچھونا بچھاؤ اور جنت کا لباس پہناؤ اور اس کے لیے جنت کی طرف سے ایک دروازہ کھول دو جنت کی نسیم اور خوشبو اس کے پاس آتی رہے اور جہاں تک نگاہ پھیلے گی وہاں تک اس کی قبر کشادہ کر دی جائے گی اور اس سے کہا جائے گا کہ تو سوجا جیسا کہ دولہا سوتا ہے۔ یہ خواص کے لیے عموماً ہے اور عوام میں ان کے لیے جن کو وہ چاہے ورنہ وسعت قبر حسب مراتب مختلف ہے بعض کے لیے ستر ستر ہاتھ لمبی چوڑی اور بعض کے لیے جتنی وہ چاہے زیادہ حتی کہ جہاں تک نگاہ پہنچے اور عصاۃ اور گنہگاروں میں بعض پر عذاب بھی ہوگا۔ ان کی معصیت کے لائق پھر ان کے پیران عظام یا مذہب کے امام اور اولیاء کرام کی شفاعت یا محض رحمت سے جب وہ چاہے گا نجات پائیں گے۔

اور بعض نے کہا مومن گنہگار پر عذاب قبر شب جمعہ آنے تک ہے اس کے آتے ہی اٹھا لیا جائے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ ہاں حدیث سے اتنا ثابت ہے کہ جو مسلمان شب جمعہ یا روز جمعہ یا رمضان مبارک کے کسی وقت میں مر گیا۔ سوال نکیرین و عذاب قبر سے محفوظ رہے گا اور یہ جو ارشاد ہوا کہ اس کے لیے جنت کی کھڑکی کھول دیں گے۔ یہ یوں ہوگا کہ پہلے اس کے بائیں ہاتھ کی طرف سے جہنم کی کھڑکی کھولیں گے جس کی لپٹ اور جلن اور گرم ہوا اور سخت بدبو آئے گی۔ معاً بند کر دیں گے۔ اس کے بعد داہنی طرف سے جنت کی کھڑکی کھولیں گے اور اس سے کہا جائے گا کہ تو اگر ان سوالوں کے صحیح جواب نہ دیتا تو تیرے واسطے وہ تھی اور اب یہ ہے تاکہ وہ اپنے رب کی نعمت کی قدر جانے کہ کیسی بلائے عظیم سے بچا کر نعمت عظمیٰ عطا فرمائی اور منافق کے لیے اس کا عکس ہوگا۔ پہلے جنت کی کھڑکی کھولیں گے تاکہ اس پر اس خوشبو ٹھنڈک راحت نعمت کی جھلک دیکھے گا اور معاً بند کر دیں گے اور دوزخ کی کھڑکی کھول دیں گے تاکہ اس پر اس بلائے عظیم کے ساتھ حسرت عظیم بھی ہو کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نہ مان کر یا ان کی شانِ رفیع میں ادنیٰ گستاخی کر کے نعمت کھوئی اور کیسی آفت پائی اور اگر وہ مردہ منافق ہے تو سب سوالوں کے جواب میں یہ کہے گا کہ هَاهْ هَاهْ لَا اَدْرِیْ افسوس مجھے تو کچھ معلوم نہیں كُنْتُ اَسْمَعُ النَّاسَ يَقُوْلُوْنَ شَيْئًا فَاَقُوْلُ میں لوگوں کو کہتے سنتا تھا خود بھی کہتا تھا۔ اس وقت ایک پکارنے والا آسمان سے پکارے گا کہ یہ جھوٹا ہے اس کے لیے آگ کا بچھونا بچھاؤ اور آگ کا لباس پہناؤ اور جہنم کی طرف ایک دروازہ کھول دو اس کی گرمی اور لپٹ اس کو پہنچے گی اور اس پر عذاب دینے کے لیے دو فرشتے مقرر ہوں گے جو اندھے اور بہرے ہوں گے۔ ان کے ساتھ لوہے کا گرز ہوگا کہ پہاڑ پر اگر مارا جائے تو خاک ہو جائے۔ اس ہتھوڑے سے اس کو مارتے رہیں گے نیز سانپ اور بچھو اس کو عذاب پہنچاتے رہیں گے۔ نیز اعمال اپنی مناسب شکل پر متشکل ہو کر کتا یا بھیڑیا اور شکل کے بن کر اس کو ایذا پہنچائیں گے اور نیکوں کے اعمال حسنہ

مقبول و محبوب صورت پر متشکل ہو کر دکھائی دیں گے۔ **عقیدہ ۸** عذاب قبر حق ہے اور یوں ہی تنعیم قبر حق ہے اور دونوں جسم و روح دونوں پر ہیں جیسا کہ اُوپر گزرا جسم اگرچہ جل جاوے گل جائے خاک ہو جائے مگر اس کے اجزاء اصلیہ قیامت تک باقی رہیں گے ان پر ثواب و عذاب وارد ہوگا اور انھیں پر روز قیامت دوبارہ ترکیب جسم فرمائی جاوے گی وہ کچھ ایسے باریک اجزاء ہیں ریڑھ کی ہڈی میں جن کو عجب الذنب کہتے ہیں کہ نہ کسی خوردبین سے نظر آ سکتے ہیں، نہ آگ انھیں جلا سکتی ہے نہ زمین ان کو گلا سکتی ہے وہی تخم جسم ہیں اسی وجہ سے بروز قیامت روحوں کا اعادہ اسی جسم میں ہوگا نہ کسی اور جسم میں بالائی زائد اجزاء کا گھٹنا بڑھنا جسم کو نہیں بدلتا جیسے بچہ کتنا چھوٹا پیدا ہوتا ہے پھر کتنا بڑا ہوتا ہے۔ قوی ہیکل جوان بیماری میں گھل کر کتنا حقیر رہ جاتا ہے۔ پھر نیا گوشت پوست آ کر مثل سابق ہو جاتا ہے۔ ان تبدیلیوں سے کوئی نہیں کہہ سکتا کہ یہ شخص بدل گیا۔ یونہی روز قیامت میں دوبارہ لوٹنے کی حقیقت ہے وہی گوشت اور ہڈیاں کہ خاک یا راکھ ہوں گے ان کے ذرے کہیں بھی منتشر ہو گئے ہوں۔ رب عزوجل انھیں جمع فرما کر اس پہلی شکل پر لا کر انھیں پہلے اجزاء اصلیہ پر کہ محفوظ ہیں ترکیب دے گا۔ اور ہر روح کو اسی جسم سابق میں بھیجے گا اس کا نام حشر ہے۔ عذاب و تنعیم قبر کا انکار وہی کرے گا جو گمراہ ہے۔ **عقیدہ ۹** مردہ اگر قبر میں دفن نہ کیا جائے تو جہاں پڑا رہے پھینک دیا گیا۔ کہیں ہو اس سے وہیں سوالات ہوں گے اور وہیں ثواب یا عذاب اس کو پہنچے گا۔ یہاں تک کہ جسے شیر کھا گیا تو شیر کے پیٹ میں سوال و عذاب ثواب جو کچھ ہو پہنچے گا۔ **عقیدہ ۱۰** انبیاء کرام علیہم السلام اور اولیاء کرام اور علماء دین و شہداء و حافظان قرآن کو جو قرآن مجید پر عمل کرتے ہوں اور وہ جو منصب محبت پر فائز ہوں اور وہ جسم جس نے کبھی اللہ عزوجل کی نافرمانی نہ کی ہو اور وہ کہ اپنے اوقات کو درود شریف میں مستغرق رکھتے ہوں۔ ان کے بدن کو مٹی نہیں کھا سکتی جو انبیاء علیہم السلام کی شان میں خبیث کلمہ کہے کہ وہ مر کے مٹی میں مل گئے۔ گمراہ بد دین خبیث مرتکب توہین ہے۔ قبر کا

ضغطہ یعنی مردے کو دبانا حق ہے۔ اور یہ ضغطہ مومن کو بھی ہوتا ہے۔

معاد و حشر کا بیان

بے شک زمین و آسمان جن و انس و ملک سب کے سب ایک روز فنا ہونے والے ہیں۔ صرف ایک اللہ تعالیٰ کے لیے ہمیشگی اور بقا ہے دنیا کے فنا ہونے سے پیشتر چند نشانات ظاہر ہوں گے۔ (۱) تین خسف ہوں گے یعنی آدمی زمین میں دھنس جائیں گے۔ ایک مشرق میں۔ دوسرا مغرب میں۔ تیسرا جزیرہ عرب میں (۲) علم اٹھ جائے گا۔ یعنی علماء اٹھا لیے جائیں گے یہ مطلب نہیں کہ علماء تو باقی رہیں اور ان کے دلوں سے علم محو کر دیا جائے (۳) جہالت کی کثرت ہوگی۔ (۴) زنا اور فسق و فجور کی زیادتی ہوگی اور اس بے حیائی کے ساتھ بدکاری ہوگی جیسے گدھے جفتی کھاتے ہیں۔ بڑے چھوٹے کسی کا لحاظ پاس نہ ہوگا (۵) مرد کم ہوں گے اور عورتیں زیادہ یہاں تک کہ ایک مرد کی سرپرستی میں پچاس عورتیں ہوں گی۔ (۶) علاوہ اس بڑے دجال کے اور تیس دجال ہوں گے کہ وہ سب دعویٰ نبوت کریں گے حالانکہ نبوت ختم ہو چکی جن سے بعض گزر چکے جیسے مسیلمہ کذاب طلیحہ بن خویلد اسود عنسی سجاح عورت کہ بعد کو اسلام لے آئی۔ مرزا غلام احمد قادیانی وغیرہم اور جو باقی ہیں وہ ضرور ہوں گے (۷) مال کی کثرت ہوگی نہر فرات اپنے خزانے کھول دے گی کہ وہ سونے کے پہاڑ ہوں گے (۸) ملک عرب میں کھیتی باغ اور نہریں ہو جائیں گی (۹) دین پر قائم رہنا اتنا دشوار ہوگا جیسے مٹھی میں انگارا لینا یہاں تک کہ آدمی قبرستان میں جا کر تمنا کرے گا کہ کاش میں اس قبر میں ہوتا (۱۰) وقت میں برکت نہ ہوگی یہاں تک کہ سال مثل مہینہ کے اور مہینہ مثل ہفتہ کے اور ہفتہ مثل ساعت کے اور دن ایسا ہو جائے گا جیسے کسی چیز کو آگ لگی اور جلد بھڑک کر ختم ہو گئی یعنی بہت جلد وقت گزرے گا (۱۱) زکوٰۃ دینا لوگوں پر گراں ہوگا کہ اس کو تاوان خیال کریں گے (۱۲) علم دین پڑھیں گے مگر دین کے لیے نہیں (۱۳) مرد اپنی عورت کا مطیع

ہوگا۔ (۱۴) ماں باپ کی نافرمانی کرے گا۔ (۱۵) اپنے احباب سے میل جول رکھے گا۔ اور ماں باپ سے جدائی۔ (۱۶) مسجد میں لوگ چلائیں گے (۱۷) گانے باجے کی کثرت ہوگی (۱۸) اگلوں پر لوگ لعنت کریں گے ان کو برا کہیں گے (۱۹) درندے جانور آدمی سے کلام کریں گے۔ جوتے کا تسمہ کلام کرے گا اس کے بازار جانے کے بعد جو کچھ گھر میں ہوا بتائے گا بلکہ خود انسان کی ران اسے خبر دے گی (۲۰) ذلیل لوگ جن کو تن کا کپڑا پاؤں کی جوتیاں نصیب نہ تھیں۔ بڑے بڑے محلوں میں فخر کریں گے (۲۱) دجال کا ظاہر ہونا کہ چالیس روز میں حرمین طیبین کے سوا تمام روئے زمین کا گشت کرے گا۔ چالیس روز میں روز سال بھر کی برابر ہوگا اور دوسرا مہینہ بھر کی برابر اور تیسرا ہفتہ کی برابر اور باقی روز چوبیس چوبیس گھنٹوں کے ہوں گے اور وہ بہت تیزی کے ساتھ سیر کرے گا جیسے بادل جس کو ہوا اڑاتی اس کا فتنہ بہت شدید ہوگا۔ ایک باغ اور ایک آگ اس کے ہمراہ ہوں گے جن کا نام وہ جنت و دوزخ رکھے گا جہاں جائے گا یہ بھی جائے گی مگر وہ جو دیکھنے میں جنت معلوم ہوگی وہ حقیقۃً آگ ہوگی۔ اور جو جہنم دکھائی دے گا وہ آرام کی جگہ ہوگی اور وہ خدائی کا دعویٰ کرے گا جو اس پر ایمان لائے گا اس کو اپنی جنت میں ڈالے گا اور جو اس کا انکار کرے گا اس کو جہنم میں داخل کرے گا مردے جلائے گا زمین کو حکم دے گا وہ سبزہ اگائے گی۔ آسمان سے پانی برسائے گا اور ان لوگوں کے جانور لمبے چوڑے خوب تیار اور دودھ والے ہو جائیں گے اور ویرانے میں جائے گا تو وہاں کے دفینے شہد کی مکھیوں کی طرح دل کے دل اس کے ہمراہ ہو جائیں گے اسی قسم کے بہت سے شعبدے دکھائے گا اور حقیقت میں یہ سب جادو کے کرشمے ہوں گے۔ اور شیاطین کے تماشے جن کو واقعیت سے کچھ تعلق نہیں اسی لیے اس کے وہاں سے جاتے ہی لوگوں کے پاس کچھ نہ رہے گا۔ حرمین شریفین میں جب جانا چاہے گا ملائکہ اس کا منہ پھیر دیں گے۔ البتہ مدینہ طیبہ میں تین زلزلے آئیں گے کہ وہاں جو لوگ بظاہر مسلمان بنے ہوں گے اور دل میں کافر ہوں گے اور وہ جو علم الٰہی میں دجال پر ایمان لا کر کافر ہونے والے ہیں۔ ان زلزلوں

کے خوف سے شہر سے دُور بھاگیں گے اور اس کے فتنہ میں مبتلا ہوں گے۔ دجال کے ساتھ یہود کی فوجیں ہوں گی اس کی پیشانی پر لکھا ہوگا **ک ف ر** یعنی کافر جس کو ہر مسلمان پڑھے گا اور کافر کو نظر نہ آئے گا۔ جب وہ ساری دنیا میں پھر پھرا کر ملک شام کو جائے گا اس وقت حضرت مسیح علیہ السلام آسمان سے جامع مسجد دمشق کے شرقی منارہ پر نزول فرمائیں گے۔ صبح کا وقت ہوگا نماز فجر کے لیے اقامت ہو چکی ہو گی۔ حضرت امام مہدی کو کہ اس جماعت میں موجود ہوں گے امامت کا حکم دیں گے۔ حضرت امام مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نماز پڑھائیں گے وہ لعین دجال حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی سانس کی خوشبو سے پگھلنا شروع ہوگا جیسا کہ پانی میں نمک پگھلتا ہے اور ان کی سانس کی خوشبو دُور تک پہنچے گی وہ بھاگے گا یہ تعاقب اور پیچھا فرمائیں گے اور اس کی پیٹھ میں نیزہ ماریں گے اس سے وہ واصل جہنم ہوگا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان سے نزول فرمانا اس وقت ہوگا تو معلوم ہوا کہ آپ کے زمانہ میں مال کی کثرت ہوگی یہاں تک کہ اگر کوئی شخص دوسرے کو مال دے گا تو وہ قبول نہ کرے گا۔ نیز اس زمانہ میں عداوت، بغض و حسد آپس میں بالکل نہ ہوگا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام صلیب توڑیں گے اور خنزیر کو قتل کریں گے یعنی اس کا حکم فرمائیں گے تمام اہل کتاب جو قتل سے بچیں گے۔ سب ان پر ایمان لائیں گے۔ تمام جہان میں ایک دین، ایک دین اسلام ہی ہوگا اور مذہب ایک مذہب اہلسنت، بچے سانپ سے کھیلیں گے اور شیر اور بکری ایک ساتھ چریں گے۔ چالیس برس تک اقامت فرمائیں گے یعنی پہلی حیاتی ملا کر نکاح کریں گے اولاد بھی ہوگی۔ بعد وفات روضہ اقدس مہد اطہر میں دفن ہوں گے۔ (۲۳) حضرت امام مہدی کا ظاہر ہونا اس کا اجمالی واقعہ یہ ہے کہ دنیا میں جب جگہ جگہ کفر کا تسلط ہوگا۔ اس وقت تمام ابدال بلکہ تمام اولیاء سب جگہ سے سمٹ کر حرمین شریفین کو ہجرت کر جائیں گے۔ صرف وہیں اسلام ہوگا اور ساری دنیا کفرستان ہو جائے گا۔ رمضان شریف کا مہینہ ہوگا۔ ابدال طواف کعبہ میں مصروف ہوں گے اور حضرت امام مہدی بھی وہاں ہوں گے۔ اولیاء انہیں پہچانیں گے۔ ان سے درخواست، بیعت کریں گے

وہ انکار کریں گے دفعتہً غیب سے ایک آواز آئے گی هٰذَا خَلِيْفَةُ اللّٰهِ الْمَهْدِیُّ فَاسْمَعُوْا لَهٗ وَاَطِيْعُوْهُ یہ اللہ کا خلیفہ مہدی ہے اس کی بات سنو اور اس کا حکم مانو تمام لوگ اس کے دستِ مبارک پر بیعت کریں گے وہاں سے سب کو اپنے ہمراہ لے کر ملک شام کو تشریف لے جائیں گے بعد قتل دجال حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو حکم الٰہی ہوگا کہ مسلمانوں کو کوہ طور پر لے جاؤ اس لیے کہ کچھ ایسے لوگ ظاہر کیے جائیں گے جن سے لڑنے کی کسی کو طاقت نہیں (۲۴) یاجوج ماجوج کا خروج مسلمانوں کے کوہ طور پر جانے کے بعد ہوگا یاجوج ماجوج ظاہر ہوں گے۔ یہ اس قدر کثیر ہوں گے کہ ان کی پہلی جماعت بحیرہ طبریہ پر (جس کا طول ۱۰ میل ہوگا) جب گزرے گی اس کا پانی پی کر اس طرح سکھا دے گی کہ دوسری جماعت بعد والی جب آئے گی تو کہے گی کہ یہاں کبھی پانی تھا پھر دنیا کے فساد و قتل و غارت سے جب وہ فرصت پائیں گے تو کہیں گے کہ زمین والوں کو تو قتل کر لیا آؤ اب آسمان والوں کو قتل کریں۔ یہ کہہ کر اپنے تیر آسمان کی طرف پھینکیں گے خدا کی قدرت کہ ان کے تیر اُوپر سے خون آلودہ گریں گے یہ اپنی انہیں حرکتوں میں مشغول ہوں گے اور وہاں پہاڑ پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام معہ اپنے ساتھیوں کے محصور ہوں گے۔ یہاں تک کہ ان کے نزدیک گائے کے سر کی وہ وقعت ہوگی جو آج تمہارے نزدیک سو اشرفیوں کی نہیں۔ اس وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے ہمراہیوں کے ساتھ مل کر دُعا فرمائیں گے اللہ تعالیٰ ان کی گردنوں میں ایک قسم کے کیڑے پیدا کر دے گا کہ ایک دم میں وہ سب کے سب مر جائیں گے۔ ان کے مرنے کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام پہاڑ سے اُتریں گے دیکھیں گے کہ تمام زمین ان کی لاشوں سے اور بدبو سے بھری پڑی ہے۔ ایک بالشت زمین بھی خالی نہیں۔ اس وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام مع اپنے ہمراہیوں کے پھر دُعا کریں گے اور اللہ تعالیٰ ایک قسم کے پرند بھیجے گا کہ وہ ان کی لاشوں کو جہاں اللہ چاہے گا پھینک آئیں گے اور ان کے تیر و کمان ترکش کو سات برس تک جلائیں گے۔ پھر اس کے بعد بارش ہوگی کہ زمین کو ہموار کر چھوڑے گی اور زمین کو حکم ہوگا کہ وہ اپنے پھلوں کو اگائے اور

اپنی برکتیں اُگل دے اور آسمانوں کو حکم ہوگا کہ اپنی برکتیں انڈیل دے تو یہ حالت ہوگی کہ ایک انار کو ایک جماعت کھائے گی اور اس کے چھلکے کے سایہ میں دس آدمی بیٹھیں گے اور دودھ میں یہ برکت ہوگی کہ ایک اُونٹنی کا دودھ ایک خاندان کو کفایت کرے گا (۲۵) دھواں ظاہر ہوگا جس سے زمین سے آسمان تک اندھیرا ہو جائے گا (۲۶) دابۃ الارض کا نکلنا یہ ایک جانور ہے اس کے ہاتھ میں عصا موسیٰ اور انگشتری سلیمان علیہما السلام ہوگی۔ عصا سے ہر مسلمان کی پیشانی پر ایک نشان نورانی بنائے گا اور انگشتری سے ہر کافر کی پیشانی پر ایک سیاہ دھبہ کرے گا اس وقت تمام مسلمان و کافر اعلانیہ ظاہر ہوں گے یہ علامت کبھی نہ بدلے گی جو کافر ہے ہرگز ایمان نہ لائے گا اور جو مسلمان ہے وہ ہمیشہ ایمان پر قائم رہے گا (۲۷) سورج کا مغرب سے طلوع ہونا اس نشانی کے ظاہر ہوتے ہی توبہ کا دروازہ بند ہو جائے گا اس وقت کا اسلام معتبر نہیں ہوگا۔ (۲۸) وفات سیدنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ایک زمانہ کے بعد جب قیام قیامت کو صرف چالیس برس رہ جائیں گے۔ ایک خوشبودار ٹھنڈی ہوا چلے گی جو لوگوں کی بغلوں کے نیچے سے گزرے گی جس کا اثر یہ ہوگا کہ مسلمان کی رُوح قبض ہو جائے گی اور کافر ہی کافر رہ جائیں گے اور انھیں پر قیامت قائم ہوگی۔

یہ چند نشانیاں بیان کی گئیں ان میں بعض واقع ہو چکیں اور کچھ باقی ہیں جب نشانیاں پوری ہو لیں گی اور مسلمانوں کی بغلوں کے نیچے سے وہ خوشبودار ہوا گزرے گی جس سے تمام مسلمانوں کی وفات ہو جائے گی۔ اس کے بعد پھر چالیس برس کا زمانہ ایسا گزرے گا اس میں کسی کے اولاد نہ ہوگی یعنی چالیس برس سے کم عمر کا کوئی لڑکا نہ رہے گا اور دنیا میں کافر ہی کافر ہوں گے اور اچھی بات کہنے والا کوئی نہ ہوگا کوئی اپنی دیوار لیپتا ہوگا کوئی کھانا کھاتا ہوگا غرض لوگ اپنے اپنے کاموں میں مشغول ہوں گے کہ دفعتہً حضرت اسرافیل علیہ السلام کو صور پھونکنے کا حکم ہوگا۔ شروع شروع میں اس کی آواز بہت باریک ہوگی اور رفتہ رفتہ بہت بلند ہو جائے گی۔ لوگ کان لگا کر اس کی آواز سنیں گے اور بیہوش ہو کر گر پڑیں گے اور مر جائیں گے۔ آسمان زمین پہاڑ یہاں تک کہ صور اور اسرافیل اور تمام ملائکہ فنا ہو جائیں گے اس وقت سوا اس واحد حقیقی کے کوئی نہ ہوگا وہ فرمائے گا لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ

آج کسی کی بادشاہت ہے۔ کہاں ہیں جبارین کہاں ہیں متکبرین مگر ہے کوئی جو جواب دے پھر خود ہی فرمائے گا لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ صرف اللہ واحد قہار کی سلطنت ہے پھر جب اللہ تعالیٰ چاہے گا اسرافیل کو زندہ فرمائے گا اور صور کو پیدا کر کے دوبارہ پھونکنے کا حکم دے گا۔ صور پھونکتے ہی تمام اولین و آخرین ملائکہ انس و جن و حیوانات موجود ہو جائیں گے۔ سب سے پہلے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قبر مبارک سے یوں برآمد ہوں گے کہ داہنے ہاتھ میں صدیق اکبر کا ہاتھ بائیں ہاتھ میں فاروق اعظم کا ہاتھ رضی اللہ عنہم پھر مکہ معظمہ و مدینہ طیبہ کے مقابر میں جتنے مسلمان دفن ہیں سب کو اپنے ہمراہ لے کر میدان حشر میں تشریف لے جائیں گے۔ **عقیدہ** قیامت بلاشبہ قائم ہوگی اس کا انکار کرنے والا کافر ہے۔ **عقیدہ** حشر صرف رُوح کا نہیں بلکہ روح و جسم دونوں کا ہے جو کہے صرف روحیں اُٹھیں گی جسم زندہ نہیں ہوں گے وہ کافر ہے۔ **عقیدہ** دنیا میں جو رُوح جس جسم کے ساتھ متعلق تھی اس رُوح کا حشر اسی جسم میں ہوگا۔ یہ نہیں کہ کوئی نیا جسم پیدا کر کے اس کے ساتھ رُوح متعلق کر دی جائے گی۔ **عقیدہ** جسم کے اجزاء اگرچہ مرنے کے بعد متفرق ہو گئے اور مختلف جانوروں کی غذا ہو گئے ہوں مگر اللہ تعالیٰ ان سب اجزاء کو جمع فرما کر قیامت کے دن اُٹھائے گا۔ قیامت کے دن لوگ اپنی اپنی قبروں سے ننگے بدن ننگے پاؤں ناختنہ شدہ اُٹھیں گے۔ کوئی پیدل کوئی سوار اور ان میں بعض تنہا سوار ہوں گے اور کسی سواری پر دو، کسی پر تین، کسی پر چار، کسی پر دس ہوں گے۔ کافر منہ کے بل چلتا ہوا میدان حشر کو جائے گا کسی کو ملائکہ گھسیٹ کر لے جائیں گے۔ کسی کو آگ جمع کرے گی۔ یہ میدانِ حشر ملک شام کی زمین پر قائم ہوگا۔ زمین ایسی ہموار ہوگی کہ اس کنارہ پر رائی کا دانہ اگر گر جائے تو دوسرے کنارے سے دکھائی دے۔ اس دن زمین تانبے کی ہوگی اور سورج ایک میل کے فاصلہ پر ہوگا۔ راوی حدیث نے فرمایا۔ معلوم نہیں میل سے مراد سرمہ کی سلائی ہے یا میل مسافت اگر میل مسافت بھی ہو تو کیا بہت فاصلہ ہے کہ اب چار ہزار برس کی راہ کے فاصلہ پر ہے اور اس طرف آفتاب کی پیٹھ ہے پھر

بھی جب سر کے مقابل آجاتا ہے گھر سے نکلنا دشوار ہو جاتا ہے اس وقت کہ ایک میل کے فاصلہ پر ہوگا اور اس کا منہ اس طرف کو ہوگا۔ تپش اور گرمی کا کیا پوچھنا اور اب مٹی کی زمین ہے مگر گرمیوں کی دھوپ میں زمین پر پاؤں نہیں رکھا جاتا۔ اس وقت جب تانبے کی ہوگی اور آفتاب کا اتنا قرب ہوگا اس کی تپش کوئی بیان کر سکے۔ اللہ پناہ میں رکھے بھیجے کھولتے ہوں گے اور اس کثرت سے پسینہ نکلے گا کہ ستر گز زمین میں جذب ہو جائے گا۔ پھر جو پسینہ زمین نہ پی سکے گی وہ اوپر چڑھے گا کسی کے ٹخنوں تک ہوگا کسی کو گھٹنوں تک، کسی کے کمر کر کسی کے سینہ، کسی کے گلے تک اور کافر کے تو منہ تک چڑھ کر مثل لگام کے جکڑ جائے گا جس میں وہ ڈبکیاں کھائے گا۔ اس گرمی کی حالت میں پیاس کی جو کیفیت ہوگی محتاج بیان نہیں۔ زبانیں سوکھ کر کانٹا ہو جائیں گی۔ بعضوں کی زبانیں منہ سے نکل کر باہر آئیں گی۔ دل اُبل کر گلے کو آجائیں گے۔ ہر مبتلا بقدر گناہ تکلیف میں مبتلا کیا جائے گا۔ جس نے چاندی سونے کی زکوٰۃ نہ دی ہوگی اس مال کو خوب گرم کر کے اس کی کروٹ اور پیٹھ اور پیشانی پر داغ کریں گے۔ جس نے جانوروں کی زکوٰۃ نہ دی ہوگی اس کے جانور قیامت کے دن خوب تیار ہو کر آئیں گے اور اس شخص کو وہاں لٹائیں گے اور وہ جانور اپنے سینگوں سے مارتے اور پاؤں سے روندتے اس پر گزریں گے جب سب اسی طرح گزر جائیں گے پھر ادھر سے واپس آکر یونہی اس پر گزریں گے اسی طرح کرتے رہیں گے یہاں تک کہ لوگوں کا حساب ختم ہو و علیٰ ہذا القیاس پھر باوجود ان مصیبتوں کے کوئی کسی کا پرسان حال نہ ہوگا۔ بھائی سے بھائی بھاگے گا۔ ماں باپ اولاد سے پیچھا چھوڑائیں گے۔ بی بی بچے الگ جان چرائیں گے۔ ہر ایک اپنی اپنی مصیبت میں گرفتار کون کسی کا مددگار ہوگا۔ حضرت آدم علیہ السلام کو حکم ہوگا اے آدم دوزخیوں کی جماعت الگ کر۔ عرض کریں گے کتنے میں سے کتنے۔ ارشاد ہوگا ہر ہزار سے نو سو ننانوے۔ یہ وقت وہ ہوگا کہ بچے مارے غم کے بوڑھے ہو جائیں گے۔ حمل والی کا حمل ساقط ہو جائے گا۔ لوگ ایسے دکھائی دیں گے کہ نشہ میں ہیں حالانکہ نشہ میں نہ ہوں گے لیکن اللہ کا عذاب بہت سخت ہے۔ غرض کس کس مصیبت کا بیان

کیا جائے۔ ایک ہو دو ہوں ہزار ہوں تو کوئی بیان بھی کیا کرے ہزار ہا مصائب اور وہ بھی ایسے شدید کہ الامان الامان اور یہ سب تکلیفیں دو چار گھنٹے دو چار دن دو چار ماہ کی نہیں بلکہ قیامت کا دن کہ پچاس ہزار برس کا ایک دن ہوگا۔ قریب آدھے کے گزر چکا ہے اور ابھی تک اہل محشر اس حالت میں ہیں اب آپس میں مشورہ کریں گے کہ اپنا سفارشی ڈھونڈھنا چاہیئے کہ ہم کو ان مصیبتوں سے رہائی دلائے ابھی تک تو یہی نہیں پتہ چلتا ہے کہ آخر کدھر کو جانا ہے۔ یہ بات مشورہ سے قرار پائے گی کہ حضرت آدم علیہ السلام سب کے باپ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے دستِ قدرت سے بنایا اور جنت میں رہنے کو جگہ دی اور مرتبہ نبوت سے سرفراز فرمایا ان کی خدمت میں حاضر ہونا چاہیئے وہ ہم کو اس مصیبت سے نجات دلائیں گے۔ غرض اُفتاں وخیزاں کس کس مشکل سے ان کے پاس حاضر ہوں گے اور عرض کریں گے۔ اے آدم آپ ابو البشر ہیں اللہ عزوجل نے آپ کو اپنے دستِ قدرت سے بنایا اور اپنی چنی ہوئی رُوح آپ میں ڈالی اور ملائکہ سے آپ کو سجدہ کروایا اور جنت میں آپ کو رکھا۔ تمام چیزوں کے نام آپ کو سکھائے آپ کو صفی کیا۔ آپ دیکھتے نہیں کہ ہم کس حالت میں ہیں۔ آپ ہماری شفاعت کیجئے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اس سے نجات دلائے۔ فرمائیں گے میرا یہ مرتبہ نہیں مجھے آج اپنی جان کی فکر ہے۔ آج رب عزوجل نے ایسا مظاہرہ غضب فرمایا ہے کہ پہلے کبھی ایسا غضب فرمایا نہ آئندہ فرمادے تم کسی اور کے پاس جاؤ۔ عرض کریں گے آخر کس کے پاس ہم جائیں فرمائیں گے نوح کے پاس جاؤ کہ وہ پہلے رسول ہیں کہ زمین پر ہدایت کے لیئے بھیجے گئے تو لوگ اسی حالت میں حضرت نوح علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوں گے اور ان کے فضائل بیان کر کے عرض کریں گے کہ آپ اپنے رب کے حضور ہماری شفاعت کیجئے کہ وہ ہمارا فیصلہ کر دے، یہاں سے بھی وہی جواب ملے گا کہ میں اس کے لائق نہیں۔ مجھے اپنی پڑی ہے تم اور کسی کے پاس جاؤ۔ عرض کریں گے کہ آپ ہمیں کس کے پاس بھیجتے ہیں۔ فرمائیں گے تم ابراہیم خلیل اللہ کے پاس جاؤ کہ ان کو اللہ تعالیٰ نے مرتبہ خلّت سے ممتاز فرمایا ہے لوگ یہاں حاضر ہوں گے

وہ بھی یہی جواب دیں گے کہ میں اس کے قابل نہیں مجھے اپنا اندیشہ ہے۔ مختصر یہ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں بھیجیں گے۔ وہاں بھی یونہی جواب ملے گا۔ پھر موسیٰ علیہ السلام حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس بھیجیں گے۔ وہاں بھی یوں ہی جواب کہ میرے کرنے کا یہ کام نہیں۔ آج میرے رب نے وہ غضب ظاہر فرمایا ہے کہ ایسا نہ کبھی فرمایا اور نہ کبھی فرمائے گا۔ مجھے اپنی جان کا ڈر ہے۔ تم کسی دوسرے کے پاس جاؤ۔ لوگ عرض کریں گے کہ آپ ہمیں کس کے پاس بھیجتے ہیں۔ فرمائیں گے تم ان کے حضور حاضر ہو جن کے ہاتھ پر فتح رکھی گئی ہے جو آج بے خوف ہیں اور وہ تمام اولادِ آدم کے سردار ہیں تم **محمد رسول اللہ** صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو وہ خاتم النبیین ہیں وہ آج تمہاری شفاعت فرمائیں گے۔ انھیں کے حضور حاضر ہو وہ یہاں تشریف فرما ہیں۔ اب لوگ پھرتے پھراتے ٹھوکریں کھاتے روتے چلاتے دہائی دیتے حاضر بارگاہِ بے کس پناہ ہو کر عرض کریں گے کہ اے محمد اللہ کے نبی حضور کے ہاتھ پر اللہ عزوجل نے فتح باب رکھا ہے آج حضور مطمئن ہیں۔ ان کے علاوہ اور بہت سے فضائل بیان کر کے عرض کریں گے۔ حضور ملاحظہ تو فرمائیں ہم کس مصیبت میں ہیں اور کس حال کو پہنچے حضور بارگاہِ خداوندی میں ہماری شفاعت فرمائیں اور ہم کو اس آفت سے نجات دلائیں۔ آپ جواب میں ارشاد فرمائیں گے اَنَا لَهَا میں اسی کام کے لیے ہوں اَنَا صَاحِبُکُمْ میں ہی وہ ہوں جسے تم تمام جگہ ڈھونڈ آئے ہو۔ یہ فرما کر بارگاہِ رب العزت میں حاضر ہوں گے اور سجدہ کریں گے۔ ارشاد ہوگا یَا مُحَمَّدُ اِرْفَعْ رَاْسَکَ وَقُلْ تُسْمَعْ وَسَلْ تُعْطَ اِشْفَعْ تُشَفَّعْ اے محمد اپنا سر اٹھاؤ اور کہو تمہاری بات سنی جائے گی مانگو جو کچھ مانگو گے ملے گا اور شفاعت کرو تمہاری شفاعت مقبول ہے، دوسری روایت میں ہے وَقُلْ تُطَعْ فرماؤ تمہاری اطاعت کی جائے گی پھر تو شفاعت کا سلسلہ شروع ہو جائے گا۔ یہاں تک کہ جس کے دل میں رائی کے دانہ سے کم از کم بھی ایمان ہوگا اس کے لیے بھی شفاعت فرما کر اسے جہنم سے نکالیں گے۔ یہاں تک کہ جو سچے دل سے مسلمان ہو اگرچہ اس کے پاس کوئی نیک عمل نہیں ہے

اسے بھی دوزخ سے نکالیں گے۔ اب تمام انبیاء اپنی اپنی اُمت کی شفاعت فرمائیں گے اولیاء کرام، شہداء، علماء، حفاظ، حُجاج بلکہ ہر وہ شخص جس کو کوئی منصب دینی عنایت ہُوا اپنے اپنے متعلقین کی شفاعت کرے گا نابالغ بچے جو مُر گئے ہیں اپنے ماں باپ کی شفاعت کریں گے۔ یہاں تک کہ علماء کے پاس کچھ لوگ آ کر عرض کریں گے۔ ہم نے آپ کے وضو کے لیے فلاں وقت میں پانی بھر دیا تھا۔ کوئی کہے گا کہ میں نے آپ کو استنجا کے لیے ڈھیلا دیا تھا۔ علماء کرام ان تک کی شفاعت کریں گے۔ **عقیدہ:** حساب حق ہے اعمال کا حساب ہونے والا ہے۔ **عقیدہ:** حساب کا منکر کافر ہے۔ کسی سے تو حساب اس طرح لیا جائے گا کہ پوشیدہ ہی اس سے پوچھا جائے گا۔ تو نے یہ کیا اور یہ کیا۔ عرض کرے گا ہاں اے رب یہاں تک کہ تمام گناہوں کا اقرار کر لے گا۔ اب یہ اپنے دل میں سمجھے گا کہ اب گئے۔ فرمائے گا کہ ہم نے دنیا میں تیرے عیب چھپائے اور اب بخشتے ہیں اور کسی سے سختی کے ساتھ ایک ایک بات کی بازپرس ہوگی جس سے یوں سوال ہُوا وہ ہلاک ہوا کسی سے فرمائے گا کہ اے فلاں کیا میں نے تجھے عزت نہ دی تجھے سردار نہ بنایا اور تیرے لیے گھوڑے اور اُونٹ وغیرہ کو مسخر نہ کیا ان کے علاوہ اور نعمتیں یاد دلائے گا۔ عرض کرے گا ہاں تو نے سب کچھ دیا تھا پھر فرمائے گا تو کیا تیرا خیال تھا کہ مجھ سے ملنا ہے۔ عرض کرے گا کہ نہیں، فرمائے گا تو جیسے تو نے ہمیں یاد نہ کیا ہم بھی تجھے عذاب میں چھوڑتے ہیں۔ بعض کافر ایسے بھی ہوں گے کہ جب نعمتیں یاد دلا کر فرمائے گا کہ تو نے کیا کیا۔ عرض کرے گا کہ تجھ پر اور تیری کتاب پر اور تیرے رسولوں پر ایمان لایا نماز پڑھی روزے رکھے صدقہ دیا اور ان کے علاوہ جہاں تک ہو سکے گا نیک کاموں کا ذکر کیا جائے گا۔ ارشاد ہوگا تو اچھا تو ٹھہر جا تجھ پر گواہ پیش کیے جائیں گے۔ اپنے جی میں سوچے گا مجھ پر کون گواہی دے گا۔ اس پر اس کے منہ پر مہر کر دی جائے گی اور اعضاء کو حکم ہوگا بول چلو اس وقت اس کی ران اور ہاتھ پاؤں گوشت پوست ہڈیاں سب گواہی دیں گے کہ یہ تو ایسا تھا ایسا تھا وہ جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میری اُمت کے ستر ہزار بے حساب جنت میں داخل

ہوں گے اور ان کے طفیل ہر ایک کے ساتھ ستر ہزار اور رب العزت ان کے ساتھ تین جماعتیں اور دے گا معلوم نہیں ہر جماعت میں کتنے ہوں گے اس کا شمار وہی جانے۔ تہجد پڑھنے والے بلا حساب جنت میں جائیں گے۔ اس اُمت میں وہ شخص بھی ہوگا جس کے ننانوے دفتر گناہوں کے ہوں گے اور ہر دفتر اتنا ہوگا جہاں تک نگاہ پہنچے وہ سب کھولے جائیں گے۔ رب عزوجل فرمائے گا، ان میں سے کسی امر کا تجھے انکار تو نہیں ہے۔ میرے فرشتوں کراماً کاتبین نے تجھ پر ظلم تو نہیں کیا۔ عرض کرے گا نہیں اے رب۔ پھر فرمائے گا تیرے پاس کوئی عذر ہے۔ عرض کرے گا نہیں اے رب۔ فرمائے گا ہاں تیری ایک نیکی ہمارے حضور میں ہے اور تجھ پر آج ظلم نہ ہوگا۔ اس وقت ایک پرچہ جس میں اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ ہوگا نکالا جائے گا اور حکم ہوگا فَکَیْلُوْا عرض کرے گا اے رب یہ پرچہ ان دفتروں کے سامنے کیا ہے فرمائے گا تجھ پر ظلم نہ ہوگا۔ پھر ایک پلے پر یہ سب دفتر رکھے جائیں گے اور ایک میں وہ۔ وہ پرچہ ان دفتروں سے بھاری ہو جائے گا بالجملہ اس کی کوئی انتہا نہیں جس پر رحم فرمائے۔ تھوڑی چیز بھی کثیر ہے۔ **عقیدہ** قیامت کے دن ہر شخص کو اس کا نامۂ اعمال دیا جائے گا۔ نیکوں کا داہنے ہاتھ میں اور بدوں کا بائیں ہاتھ میں، کافر کا سینہ توڑ کر اس کا بایاں ہاتھ اس سے پس پشت نکال کر پیٹھ پیچھے دیا جائے گا۔ **عقیدہ** حوض کوثر کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مرحمت ہوا حق ہے اس حوض کوثر کی مسافت ایک مہینہ کی راہ ہے۔ اس کے کناروں پر موتی کے قبے ہیں چاروں کونے برابر یعنی زاویے قائمہ ہیں۔ اس کی مٹی نہایت خوشبودار مشک ہے۔ اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید شہد سے زیادہ میٹھا اور مشک سے زیادہ پاکیزہ اور اس پر برتن ستاروں سے بھی گنتی میں زیادہ جو اس کا پانی پئے گا کبھی پیاسا نہ ہوگا۔ اس میں جنت سے دو پرنالے ہر وقت گرتے ہیں۔ ایک سونے کا۔ دوسرا چاندی کا۔ **عقیدہ** میزان حق ہے اس پر لوگوں کے اعمال نیک و بد تولے جائیں گے۔ نیکی کا پلّہ بھاری ہونے کے یہ معنی ہیں کہ اوپر اُٹھے دُنیا کا سا معاملہ نہیں جو کہ بھاری ہوتا ہے نیچے کو جھکتا ہے

عقیدہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ عزوجل مقام محمود عطا فرمائے گا کہ تمام اولین و آخرین حضور کی حمد و ستائش کریں گے۔ **عقیدہ** حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ایک جھنڈا عطا ہوگا جس کو لواء الحمد کہتے ہیں۔ تمام مومنین حضرت آدم علیہ السلام سے آخر تک سب اسی کے نیچے ہوں گے۔ **عقیدہ** صراط مستقیم ہے۔ یہ ایک پل ہے کہ پشت جہنم پر کھڑا کیا جائے گا۔ بال سے زیادہ باریک اور تلوار سے زیادہ تیز ہوگا جنت میں جانے کا یہی راستہ ہے۔ سب سے پہلے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گزر فرمائیں گے۔ پھر اور انبیاء مرسلین پھر یہ اُمت پھر اور اُمتیں گزریں گی اور حسب اختلاف اعمال پل صراط پر یہ لوگ مختلف طرح سے گزریں گے۔ بعض تو ایسے تیزی کے ساتھ گزریں گے جیسے بجلی کا کوندا کہ ابھی چمکا اور ابھی غائب ہو گیا اور بعض تیز ہوا کی طرح، کوئی ایسے جیسے پرندا اڑتا ہے اور بعض جیسے چال چلے گا اور پل صراط کے دونوں جانب بڑے بڑے آنکڑے (اللہ ہی جانے کہ وہ کتنے بڑے ہوں گے) لٹکتے ہوں گے جس کے بارے میں حکم ہوگا اسے پکڑ لیں گے مگر بعض تو زخمی ہو کر نجات پائیں گے اور بعض کو جہنم میں گرا دیں گے اور یہ ہلاک ہوا۔ یہ تمام اہل محشر تو پل پر گزرنے میں مشغول مگر وہ بے گناہ گنہگاروں کا شفیع پل کے کنارہ پر کھڑا ہوا کمال گریہ وزاری سے اپنی اُمت عاصی کی نجات کی فکر میں اپنے رب سے دُعا کر رہا ہے رَبِّ سَلِّمْ سَلِّمْ الٰہی ان گنہگاروں کو بچا لے اور ایک اسی جگہ کیا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اس دن تمام مقامات میں دورہ فرماتے رہیں گے۔ کبھی میزان پر تشریف لے جائیں گے وہاں جس کے حسنات میں کمی دیکھیں گے۔ اس کی شفاعت فرما کر نجات دلوائیں گے اور فوراً ہی دیکھو تو حوض کوثر پر جلوہ فرما ہیں، پیاسوں کو سیراب فرما رہے ہیں اور وہاں سے پل پر رونق افروز ہوئے اور گرتوں کو بچایا۔ غرض ہر جگہ انھیں کی دہائی ہر شخص انھیں کو پکارتا، انھیں سے فریاد کرتا ہے اور ان کے سوا کسی کو پکارے کہ ہر ایک تو اپنی فکر میں ہے۔ دوسروں کو کیا پوچھے صرف ایک یہی ہیں جنھیں اپنی کچھ فکر نہیں اور تمام عالم کا بار ان کے ذمہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اَللّٰهُمَّ نَجِّنَا مِنْ اَهْوَالِ الْمَحْشَرِ بِجَاهِهٖ

هٰذَا النَّبِیِّ الْکَرِیْمِ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَفْضَلُ الصَّلٰوۃِ وَالتَّسْلِیْمِ اٰمِیْن۔ یہ قیامت کا دن کہ حقیقتاً قیامت کا دن ہے جو پچاس ہزار برس کا دن ہو گا جس کے مصائب بے شمار ہوں گے۔ مولیٰ عزوجل کے جو خاص بندے ہیں ان کے لیے اتنا ہلکا کر دیا جائے گا کہ معلوم ہو گا اس میں اتنا وقت صرف ہوا جتنا ایک وقت کی نماز فرض میں صرف ہوتا ہے بلکہ اس سے بھی کم، یہاں تک کہ بعض کے لیے تو پلک جھپکنے میں سارا دن طے ہو جائے گا۔ وَمَا اَمْرُ السَّاعَۃِ اِلَّا کَلَمْحِ الْبَصَرِ اَوْ ھُوَ اَقْرَبُ قیامت کا معاملہ نہیں مگر جیسے پلک جھپکنا بلکہ اس سے بھی کم۔ سب سے اعظم و اعلیٰ جو مسلمانوں کو اُس روز نعمت ملے گی وہ عزوجل کا دیدار ہے کہ اس نعمت کے برابر کوئی نعمت نہیں جسے ایک بار دیدار میسر ہو گا ہمیشہ ہمیشہ اس کے ذوق میں مستغرق رہے گا۔ کبھی نہ بھولے گا اور سب سے پہلے دیدار الٰہی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو ہو گا۔ یہاں تک تو حشر کے اہوال و احوال مختصر بیان کئے گئے۔ ان تمام مرحلوں کے بعد اب اسے ہمیشگی کے گھر میں جانا ہے۔ کسی کو آرام کا گھر ملے گا جس کی آسائش کی کوئی انتہا نہیں اس کو جنت کہتے ہیں یا تکلیف کے گھر میں جانا پڑے جس کی تکلیف کی کوئی حد نہیں اسے جہنم کہتے ہیں۔ **عقیدہ** جنت و دوزخ حق ہیں ان کا انکار کرنے والا کافر ہے۔ عقیدہ جنت و دوزخ کو بنے ہوئے ہزارہا سال ہوئے اور وہ اب موجود ہیں یہ نہیں کہ اس وقت تک مخلوق نہ ہوئیں قیامت کے دن بنائی جائیں گی۔ **عقیدہ** قیامت و قبر و حشر و حساب و ثواب و عذاب و جنت و دوزخ سب کے وہی معنی ہیں جو مسلمانوں میں مشہور ہیں جو شخص ان چیزوں کو تو حق کہے مگر ان کے نئے معنی گھڑے (مثلاً ثواب کے معنی اپنے حسنات کو دیکھ کر خوش ہونا اور عذاب اپنے بُرے اعمال کو دیکھ کر غمگین ہونا یا حشر فقط روحوں کا ہونا) وہ حقیقتاً ان چیزوں کا منکر ہے اور ایسا شخص کافر ہے اب جنت، دوزخ کی مختصر کیفیت بیان کی جاتی ہے۔

جنّت کا بیان

جنّت ایک مکان ہے جو اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کے لیے بنایا ہے اس میں وہ نعمتیں مہیا کی ہیں جن کو نہ آنکھوں نے دیکھا اور نہ کانوں نے سُنا نہ کسی آدمی کے دل پر ان کا کھٹکا گزرا جو کوئی مثال اس کی تعریف میں دی جائے سمجھانے کے لیے ہے ورنہ دنیا کی اعلیٰ سے اعلیٰ شے کو جنت کی کسی چیز کے ساتھ کچھ مناسبت نہیں۔ وہاں کی کوئی عورت اگر زمین کی طرف جھانکے تو زمین سے آسمان تک روشنی ہو جائے اور خوشبو سے بھر جائے اور چاند و سورج کی روشنی جاتی رہے اور اس کا دوپٹا دنیا و مافیہا سے بہتر اور ایک روایت میں یوں ہے کہ اگر حور اپنی ہتھیلی زمین و آسمان کے درمیان نکالے تو اس کے حُسن کی وجہ سے خلقت فتنہ میں پڑ جائے اور اگر اپنا دوپٹا ظاہر کرے تو اس کی خوبصورتی کے آگے آفتاب ایسا ہو جائے جیسے آفتاب کے سامنے چراغ اور اگر جنت کی کوئی ناخن بھر چیز دنیا میں ظاہر ہو تو تمام زمین و آسمان اس سے آراستہ ہو جائیں اور اگر جنتی کا کنگن ظاہر ہو تو آفتاب کی روشنی مٹا دے جیسے آفتاب تاروں کی روشنی مٹا دیتا ہے جنت کی اتنی جگہ جس میں کوڑا رکھ سکیں دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔ جنت کتنی وسیع ہے۔ اس کو اللہ اور رسول ہی جانیں۔ اجمالی بیان یہ ہے کہ اس میں سو درجے ہیں۔ ہر دو درجوں میں وہ مسافت ہے جو کہ آسمان و زمین کے درمیان ہے۔ رہا یہ کہ خود اس درجہ کی کیا مسافت ہے اس کے متعلق کوئی روایت خیال میں نہیں البتہ ایک حدیث ترمذی کی یہ ہے کہ اگر تمام عالم ایک درجہ میں جمع ہو تو سب کے لیے وسیع ہے۔ جنت میں ایک درخت ہے جس کے سایہ میں سو برس تک گھوڑے پر سوار چلتا رہے اور وہ ختم نہ ہو جنت کے دروازے اتنے وسیع ہوں گے کہ ایک بازو سے دوسرے تک تیز گھوڑے کی ستر برس کی راہ ہو گی پھر بھی جانے والوں کی وہ کثرت ہو گی کہ مونڈھے سے مونڈھا چھلا ہو گا بلکہ بھیڑ کی وجہ سے دروازہ چرچرانے لگے گا اس میں قسم قسم کے جواہر کے محل ہیں۔ ایسے صاف و شفاف کہ اندر کا حصہ باہر سے اور باہر کا اندر سے

دکھائی دے۔ جنت کی دیواریں سونے اور چاندی کی اینٹوں اور مشک کے گارے سے بنی ہیں ایک اینٹ سونے کی اور ایک چاندی کی۔ زمین زعفران کی کنکر یوں کی جگہ موتی اور یاقوت اور ایک روایت ہے کہ جنت عدن کی ایک اینٹ سفید موتی کی ہے۔ ایک یاقوت سُرخ کی ایک زبرجد سبز کی اور مشک کا گارا ہے اور گھاس کی جگہ زعفران ہے۔ موتی کی کنکریاں عنبر کی مٹی جنت میں ایک ایک موتی کا خیمہ ہوگا جس کی بلندی ساٹھ میل تک ہوگی۔ جنت میں چار دریا ہیں ایک پانی کا، دوسرا دودھ کا، تیسرا شہد کا، چوتھا شراب کا، پھر ان سے نہریں نکل کر ہر ایک کے مکان میں جارہی ہیں۔ وہاں کی نہریں زمین کھود کر نہیں بہتیں بلکہ زمین کے اُوپر اُوپر رواں ہیں۔ نہروں کا ایک کنارہ موتی کا، دوسرا یاقوت کا اور نہروں کی زمین خالص مشک کی وہاں کی شراب دنیا کی سی نہیں جس میں بدبو کڑواہٹ اور نشہ ہوتا ہے اور پینے والے بے عقل ہو جاتے ہیں۔ آپ سے باہر ہو کر بیہودہ بکتے ہیں وہ پاک شراب ان سب باتوں سے پاک و منزہ ہے۔ جنتیوں کو جنت میں ہر قسم کے لذیذ کھانے ملیں گے جو چاہیں گے وہی کچھ موجود ہوگا۔ اگر کسی پرند کو دیکھ کر اس کے گوشت کھانے کو جی ہو تو اسی وقت بھنا ہوا اس کے پاس آجائے گا اگر پانی وغیرہ کی خواہش ہو تو کوزے ہاتھ میں آجائیں گے۔ ٹھیک اندازے کے موافق پانی دودھ شراب ہوگا کہ ان کی خواہش سے ایک قطرہ کم نہ زیادہ بعد پینے کے خود بخود جہاں سے آئے تھے چلے جائیں گے۔ وہاں نجاست گندگی پاخانہ پیشاب تھوک ناک پانی کا میل بدن کا میل اصلاً نہ ہوں گے ایک خوشبودار فرحت بخش پسینہ نکلے گا۔ سب کھانا ہضم ہو جائے گا اور ڈکار اور پسینہ سے مشک کی خوشبو نکلے گی۔ ہر آدمی کو سو آدمیوں کے کھانے پینے جماع کی طاقت دی جائے گی۔ ہر وقت زبان سے تسبیح و تقدیس تکبیر قصداً بلا قصد مثل سانس کے جاری ہوگی کم سے کم ہر شخص کے سرہانے دس ہزار خادم کھڑے ہوں گے۔ خادموں میں ہر ایک کے ایک ہاتھ میں چاندی کا پیالہ ہوگا اور دوسرے ہاتھ میں سونے کا اور ہر پیالے میں نئے نئے رنگ کی نعمت ہوگی جتنا کھاتا جائے گا لذت میں کمی نہ ہوگی بلکہ زیادتی ہوگی۔ ہر نوالے

میں ستر مزے ہوں گے ہر مزہ دوسرے سے ممتاز اور وہ معاً محسوس ہوں گے ایک کا احساس دوسرے سے مانع ہوگا۔ جنتیوں کے لباس نہ پرانے ہوں گے نہ ان کی جوانی فنا ہوگی، پہلا گروہ جو جنت میں جائے گا ان کے چہرے ایسے روشن ہوں گے جیسے چودھویں رات کا چاند اور دوسرا گروہ جیسے کوئی نہایت روشن ستارہ۔ جنتی سب ایک دل ہوں گے ان کے آپس میں کوئی اختلاف و بغض نہ ہوگا۔ ان میں ہر ایک کو حور عین میں کم سے کم دو بیبیاں ایسی ملیں گی کہ ستر ستر جوڑے پہنے ہوں گی۔ پھر بھی گوشت کے باہر سے ان کی پنڈلیوں کا مغز دکھائی دے گا جیسے سفید شیشے میں شراب سرخ دکھائی دیتی ہے اور یہ اس وجہ سے کہ اللہ عزوجل نے انھیں یاقوت سے تشبیہ دی اور یاقوت میں سوراخ کر کے اگر ڈورا ڈالا جائے تو ضرور باہر سے دکھائی دے گا۔ آدمی اپنے چہرہ کو اس کے رخسار میں آئینہ سے بھی زیادہ صاف دیکھیگا اور اس پر ادنی درجہ کا جو موتی ہوگا وہ ایسا ہوگا کہ مشرق سے مغرب تک روشن کر دے اور ایک روایت میں ہے کہ مرد اپنا ہاتھ اس کے شانوں کے درمیان رکھے گا جو سینہ کی طرف سے کپڑے اور جلد اور گوشت کے باہر سے دکھائی دے گا۔ اگر جنت کا کپڑا دنیا میں پہنا جائے تو جو دیکھے بیہوش ہو جائے اور لوگوں کی نگاہیں اس کا تحمل نہ کر سکیں۔ مرد جب اس کے پاس جائے گا اسے ہر بار کنواری پائے گا مگر اس کی وجہ سے مرد و عورت کسی کو تکلیف نہ ہوگی۔ اگر کوئی حور سمندر میں تھوک دے تو اس کے تھوک کی شیرینی کی وجہ سے سمندر شیریں ہو جائے اور ایک روایت ہے کہ اگر جنت کی عورت سات سمندروں میں تھوکے تو وہ شہد سے زیادہ شیریں ہو جائیں اور ایک روایت ہے کہ اگر جنت کی عورت سات سمندروں میں تھوکے تو وہ شہد سے زیادہ شیریں ہو جائیں جب کوئی بندہ جنت میں جائے گا تو اس کے سرہانے اور پائنتی دو حوریں نہایت اچھی آواز سے گائیں گی مگر ان کا گانا یہ شیطانی مزامیر نہیں بلکہ اللہ عزوجل کی حمد و پاکی ہوگا وہ ایسی خوش گلو ہوں گی کہ مخلوق نے ایسی آواز کہیں نہ سنی ہوگی اور یہ بھی گائیں گی کہ ہم ہمیشہ رہنے والیاں ہیں کبھی نہ مریں گی ہم چین و راحت

رہیں گے تکلیف میں نہ پڑیں گے۔ ہم راضی ہیں کبھی ناراض نہ ہوں گے۔ مبارک باد اس کے لیے جو ہمارا اور ہم اس کے لیے ہوں۔ سر کے بال اور پلکوں اور بھوؤں کے سوا جنتی کے بدن پر کہیں بال نہ ہوں گے۔ سب بے ریش ہوں گے سرگیں آنکھیں۔ تیس ۳۰ برس کے عمر کے معلوم ہوں گے کبھی اس سے زیادہ معلوم نہ ہوں گے۔ ادنیٰ جنتی کے لیے اسی ہزار خادم اور بہتر بیبیاں ہوں گی اور ان کو ایسے تاج ملیں گے کہ اس میں کا ادنیٰ موتی مشرق و مغرب کے درمیان روشنی کر دے اور اگر مسلمان اولاد کی خواہش کرے تو اس کا حمل و وضع اور پوری عمر یعنی تیس سال خواہش کرتے ہی ایک ساعت میں ہو جائے گی جنت میں نیند نہیں کہ نیند ایک قسم کی موت ہے اور جنت میں موت نہیں۔ جنتی جب جنت میں جائیں گے ہر ایک اپنے اعمال کی مقدار سے مرتبہ پائے گا اور اس کے فضل کی حد نہیں۔ پھر انھیں دنیا کے ایک ہفتہ کی مقدار کے بعد اجازت دی جائے گی کہ اپنے پروردگار عزوجل کی زیارت کریں اور عرش الٰہی ظاہر ہوگا اور اپنے رب عزوجل جنت کے باغوں میں سے ایک باغ میں تجلی فرمائے گا اور ان جنتیوں کے لیے منبر بچھائے جائیں گے۔ نور کے منبر، موتی کے منبر، یاقوت کے منبر، زبرجد کے منبر، سونے اور چاندی کے منبر اور ان میں کا ادنیٰ مشک و کافور کے ٹیلے پر بیٹھے گا اور ان میں ادنیٰ کوئی نہیں اپنے گمان میں۔ کرسی والوں کو کچھ اپنے سے بڑھا کر سمجھیں گے اور خدا کا دیدار ایسا صاف ہوگا جیسا کہ آفتاب اور چودھویں رات کے چاند کو ہر ایک اپنی اپنی جگہ سے دیکھتا ہے کہ ایک کا دیکھنا دوسرے کے لیے مانع نہیں اور اللہ عزوجل ہر ایک پر تجلی فرمائے گا ان میں سے کسی کو فرمائے گا اے فلاں بن فلاں تجھے جس دن تو نے ایسا ایسا کیا تھا۔ دنیا کے بعض معاصی یاد لائے گا بندہ عرض کرے گا تو اے رب کیا تو نے مجھے بخش نہ دیا۔ فرمائے گا۔ ہاں مغفرت کی وسعت کی وجہ سے تو اس مرتبہ کو پہنچا وہ سب اسی حالت میں ہوں گے کہ ابر چھائے گا اور ان پر خوشبو برسائے گا کہ اس کی سی خوشبو ان لوگوں نے نہ پائی تھی اور عزوجل فرمائے گا کہ جاؤ اس کی طرف جو میں نے تمھارے لیے تیار کر رکھی ہے۔ جو چاہو لو۔ پھر لوگ ایک بازار میں جائیں گے جسے

ملائکہ گھیرے ہوئے ہیں۔ اس میں وہ چیزیں ہوں گی کہ ان کی مثل نہ آنکھوں نے دیکھی نہ کانوں نے سنیں نہ قلوب پر ان کا خطرہ گزرا اس میں جو چاہیں گے ان کے ساتھ کر دی جائے گی اور خرید و فروخت نہ ہوگی اور جنتی اس بازار میں باہم ملیں گے۔ چھوٹے مرتبہ والا بڑے مرتبہ والے کو دیکھے گا اس کا لباس پسند کرے گا۔ ہنوز گفتگو ختم بھی نہ ہوگی کہ خیال کرے گا کہ میرا لباس اس سے اچھا ہے اور یہ اس وجہ سے کہ جنت میں کسی کے لیے غم نہیں پھر وہاں سے اپنے اپنے مکانوں میں واپس آئیں گے۔ ان کی بیبیاں استقبال کریں گی اور مبارک باد دے کر کہیں گی کہ آپ واپس ہوئے اور آپ کا جمال اس سے بہت زائد ہے کہ ہمارے پاس سے آپ گئے تھے۔ جواب دیں گے کہ پروردگار جبار کے حضور بیٹھنا ہمیں نصیب ہوا تو ہمیں ایسا ہی ہو جانا سزاوار تھا۔ جنتی جب باہم ملنا چاہیں گے تو ایک کا تخت دوسرے کے پاس چلا جائے گا اور ایک روایت میں ہے کہ ان کے پاس نہایت اعلیٰ درجہ کی سواریاں اور گھوڑے لائے جائیں گے اور اس پر سوار ہو کر جہاں چاہیں گے جائیں گے۔ سب سے کم درجہ کا جنتی ہے اس کے باغات اور بیبیاں اور نعیم اور خدام اور تخت ہزار برس کی مسافت تک ہوں گے اور ان میں اللہ عزوجل کے نزدیک سب میں معزز وہ ہے جو اللہ عزوجل کے وجہ کریم کے دیدار سے ہر صبح و شام مشرف ہوگا۔ جب جنتی جنت میں جائیں گے اور اللہ عزوجل ان سے فرمائے گا کچھ اور چاہتے ہو جو تم کو دوں۔ عرض کریں گے تو نے ہمارے منہ روشن کیے جنت میں داخل کیا جہنم سے نجات دی۔ اس وقت پردہ کہ مخلوق پر تھا اٹھ جائے گا دیدار الٰہی سے بڑھ کر انھیں کوئی چیز نہ ملے گی۔ اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنَا زِیَارَۃَ وَجْھِكَ الْکَرِیْمِ بِجَاہِ حَبِیْبِكَ الرَّءُوْفِ الرَّحِیْمِ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالتَّسْلِیْمُ۔ اٰمین

دوزخ کا بیان

یہ ایک مکان ہے اس جبار و قہار کے جلال و قہر کا مظہر ہے جس طرح اس کی رحمت و نعمت کا انتہا نہیں کہ انسانی خیالات و تصورات جہاں تک کہ پہنچیں وہ

ایک کرشمہ ہے اس کی بے شمار نعمتوں سے اسی طرح اس کے غضب و قہر کی کوئی حد نہیں کہ ہر وہ تکلیف و اذیت کہ ادراک کی جائے ایک ادنیٰ حصہ ہے اس کے بے انتہا عذاب کا قرآن مجید اور احادیث میں جو اس کی سختیاں مذکور ہیں ان میں سے کچھ اجمالاً بیان کرتا ہوں کہ مسلمان دیکھیں اور اس سے پناہ مانگیں اور ان اعمال سے بچیں جن کی سزا جہنم ہے۔ حدیث میں ہے کہ جو بندہ جہنم سے پناہ مانگتا ہے جہنم کہتی ہے اے رب مجھ سے پناہ مانگتا ہے تو اس کو پناہ دے۔ قرآن مجید میں بکثرت ارشاد ہوا کہ جہنم سے بچو، دوزخ سے ڈرو۔ ہمارے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم کو سکھانے کے لیے کثرت کے ساتھ اس سے پناہ مانگتے جہنم کے شرارے (پھول) وہ اونچے اونچے محلوں کی برابر اڑیں گے گویا زرد اونٹوں کی قطار پیہم آتے رہیں گے۔ آدمی اور پتھر اس کا ایندھن ہے یہ جو دنیا کی آگ ہے اس آگ کے ستر جزوں میں سے ایک جزو ہے جس کو سب سے کم درجہ کا عذاب ہوگا اسے آگ کی جوتیاں پہنا دی جائیں گی جس سے اس کا دماغ ایسا کھولے گا جیسے تانبے کی پتیلی کھولتی ہے وہ سمجھے گا کہ سب سے زیادہ عذاب اس پر ہو رہا ہے حالانکہ اس پر سب سے ہلکا ہے سب سے ہلکے درجہ کا جس پر عذاب ہوگا اس سے اللہ عزوجل پوچھے گا کہ اگر ساری زمین تیری ہو جائے تو کیا اس عذاب سے بچنے کے لیے تو سب فدیہ میں دے دے گا۔ عرض کرے گا ہاں۔ فرمائے گا کہ جب تو پشتِ آدم میں تھا تو ہم نے اس سے بہت آسان چیز کا حکم دیا تھا کہ کفر نہ کرنا مگر تو نے نہ مانا جہنم کی آگ ہزار برس تک دھونکائی گئی یہاں تک کہ سرخ ہو گئی۔ پھر ہزار برس اور یہاں تک کہ سیاہ ہو گئی تو اب وہ نری سیاہ ہے جس میں روشنی کا نام نہیں۔ جبرائیل علیہ السلام نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قسم کھا کر عرض کی اگر جہنم سے سوئی کے ناکے کی برابر کھول دیا جائے تو تمام زمین والے سب کے سب اس کی گرمی سے مر جائیں اور قسم کھا کر کہا کہ اگر جہنم کا کا کوئی داروغہ اہل دنیا پر ظاہر ہو تو زمین کے رہنے والے کل کے کل اس کی ہیبت سے مر جائیں اور بقسم بیان کیا اگر جہنمیوں کی زنجیر کی ایک کڑی دنیا کے پہاڑوں پر رکھ دی جائے تو کانپنے لگیں اور انھیں قرار نہ ہو یہاں تک کہ نیچے کی زمین تک دھنس جائیں۔

یہ دنیا کی آگ (جس کی گرمی اور تیزی سے کون واقف نہیں کہ بعض موسم میں تو اس کے قریب جانا شاق ہوتا ہے پھر بھی یہ آگ) خدا سے دعا کرتی ہے کہ اسے جہنم میں پھر نہ لے جائے مگر تعجب ہے انسان سے کہ جہنم میں جانے کا کام کرتا ہے اور اس آگ سے نہیں ڈرتا جس سے آگ دنیا ڈرتی ہے اور پناہ مانگتی ہے۔ دوزخ کی گہرائی کو خدا ہی جانے کہ کتنی گہری ہے۔ روایت میں ہے کہ اگر پتھر کی چٹان جہنم کے کنارہ سے اس میں پھینکی جائے تو ستر برس میں بھی جہنم کی تہ تک نہ پہنچے گی اور اگر انسان کے سر برابر سیسہ کا گولا آسمان سے زمین کو پھینکا جائے تو رات آنے سے پہلے زمین تک پہنچ جائے گا حالانکہ یہ پانچ سو برس کی راہ ہے پھر اس میں مختلف طبقات و وادی میں درکیں ہیں۔ بعض وادیں ایسی ہیں کہ جہنم بھی ہر روز ستر مرتبہ یا زیادہ ان سے پناہ مانگتا ہے یہ خود اس مکان کی حالت ہے اگر اس میں اور کچھ عذاب نہ ہوتا تو یہی کیا کم تھا مگر کفار کی سرزنش کے لیے اور طرح طرح کے عذاب مہیا کیے گئے ہیں۔ لوہے کے ایسے بھاری گرزوں سے فرشتے ماریں گے کہ اگر کوئی گرز زمین پر رکھ دیا جائے تو تمام جن و انس جمع ہو کر اس کو اٹھا سکتے نہیں۔ اونٹ جو سب بڑے اونٹوں سے بڑا اونٹ ہوتا ہے کی گردن برابر بچھو اور اللہ جانے کس قدر بڑے سانپ کہ اگر ایک مرتبہ کاٹ لیں تو اس کی سوزش و درد بے چینی ہزار برس تک رہے۔ تیل کی جلی ہوئی تلچھٹ کی مثل سخت کھولتا ہوا پانی پینے کو دیا جائے گا کہ منہ کے قریب ہوتے ہی اس کی تیزی سے چہرے کی کھال گر جائے گی۔ سر پر گرم پانی بہا جائے گا۔ جہنمیوں کے بدن سے جو پیپ بہے گی وہ پلائی جائے گی۔ خاردار تھوہر کھانے کو دیا جائے گا وہ ایسا ہوگا کہ اگر اس کا ایک قطرہ دنیا میں گر لاتے تو اس کی سوزش و بدبو تمام اہل دنیا کی معیشت برباد کر دے اور وہ گلے میں جا کر اڑے گا اس کے اتارنے کے لیے پانی مانگیں گے ان کو وہ کھولتا ہوا پانی دیا جائے گا کہ منہ کے قریب آتے ہی منہ کی تمام کھال گر کر اس میں گر پڑے گی اور پیٹ میں جاتے ہی آنتوں کو ٹکڑے کر دے گا اور وہ شوربے کی طرح بہہ کر قدموں کی طرف نکلیں گی۔ پیاس اس بلا کی ہوگی کہ اس پانی پر ایسے گریں

گے جیسے تونس کے مارے ہوئے اُونٹ پھر کفار کھانے سے عاجز آ کر باہم مشورہ کر کے مالک علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پکاریں گے ہزار برس تک جواب نہ دیں گے ہزار برس کے بعد فرمائیں گے، مجھ سے کیا کہتے ہو اس سے کہو جس کی نافرمانی کی ہے ہزار برس تک رب العزت عزوجل کو اس کی رحمت کے ناموں سے پکاریں گے جو ہزار برس تک جواب نہ دے گا۔ اس کے بعد فرمائے گا تو یہ فرمائے گا "دُور ہو جاؤ جہنم میں پڑے رہو مجھ سے بات نہ کرو" اس وقت کفار ہر طرح کی خیر سے نا اُمید ہو جائیں گے اور گدھے کی آواز کی طرح چلا کر روئیں گے، ابتداً آنسو نکلیں گے جب آنسو ختم ہو جائیں گے تو خون روئیں گے روتے روتے گالوں میں خندقوں کی مثل گڑھے پڑ جائیں گے۔ رونے کا خون اور پیپ اس قدر ہو گا کہ اس میں کشتیاں ڈالی جائیں تو چلنے لگیں جہنمیوں کی شکلیں ایسی مکروہ ہوں گی کہ اگر دنیا میں کوئی جہنمی اسی صورت پر لایا جائے تو تمام لوگ اس کی بدصورتی اور بدبو کی وجہ سے مر جائیں اور جسم ان کا ایسا بڑا کر دیا جائے گا کہ ایک شانہ سے دوسرے تک سوار کے لیے تین دن کی راہ ہے۔ ایک ایک داڑھ اُحد پہاڑ کے برابر ہو گی۔ کھال کی موٹائی بیالیس ذراع کی ہو گی۔ زبان ایک کوس دو کوس تک منہ سے باہر گھسٹتی ہو گی کہ لوگ اس کو روندیں گے۔ بیٹھنے کی جگہ اتنی ہو گی جیسے مکہ سے مدینہ تک اور وہ جہنم میں منہ سکوڑے ہوں گے کہ اُوپر کا ہونٹ سمٹ کر بیچ سر کو پہنچ جائے اور نیچے کا لٹک کر ناف کو آ لگے گا۔ ان مضامین سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کفار کی شکل جہنم میں انسانی شکل نہ ہو گی کہ یہ شکل احسنِ تقویم ہے اور یہ اللہ عزوجل کو محبوب ہے کہ اس کے محبوب کی شکل سے مشابہ ہے بلکہ جہنمیوں کا وہ حلیہ ہے جو اوپر مذکور ہوا۔ پھر آخر میں کفار کے لیے یہ ہو گا کہ اس کے قد برابر آگ کے صندوق میں اسے بند کر دیں گے۔ پھر اس میں آگ بھڑکائیں گے اور آگ کا قفل لگایا جائے گا پہلا صندوق دوسرے صندوق میں رکھا جائے گا اور ان دونوں کے درمیان آگ جلائی جائے گی اور اس میں آگ کا قفل لگایا جائے گا۔ پھر اسی طرح اس کو ایک اور صندوق میں رکھ کر آگ کا قفل لگا کر آگ میں ڈال دیا جائے گا تو اب ہر کافر یہ سمجھے گا کہ اس کے سوا

اب کوئی آگ میں نہ رہا اور یہ عذاب بالائے عذاب ہے اور اب ہمیشہ اس کے لیے عذاب ہے۔ جب سب جنتی جنت میں داخل ہوں گے اور جہنم میں صرف وہی رہ جائیں گے جن کو ہمیشہ کے لیے اس میں رہنا ہے۔ اس وقت جنت و دوزخ کے درمیان موت کو مینڈھے کی طرح لا کر کھڑا کریں گے پھر منادی جنت والوں کو پکارے گا وہ ڈرتے ہوئے جھانکیں گے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ یہاں سے نکلنے کا حکم ہو۔ پھر جہنمیوں کو پکارے گا وہ خوش ہوتے ہوئے جھانکیں گے کہ شاید اس مصیبت سے رہائی ہو جائے۔ پھر ان سب سے پوچھے گا کہ اسے پہچانتے ہو سب کہیں گے ہاں یہ موت ہے وہ ذبح کر دی جائے گی اور کہے گا اے اہل جنت ہمیشگی ہے اب مرنا نہیں اور اے اہل نار ہمیشگی ہے اب موت نہیں۔ اس وقت ان کے لیے خوشی پر خوشی ہے اور ان کے لیے غم بالائے غم۔ نَسْأَلُ اللهَ الْعَفْوَ وَالْعَافِيَةَ فِي الدِّيْنِ وَالدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ

ایمان وکفر کا بیان

ایمان اسے کہتے ہیں کہ سچے دل سے ان تمام باتوں کی تصدیق کرے جو ضروریات دین ہیں اور کسی ایک ضروری امر دینی کے انکار کو کفر کہتے ہیں اگرچہ باقی تمام ضروریات کی تصدیق کرتا ہو ضروریاتِ دین وہ مسائل دین ہیں جن کو ہر خاص و عام جانتے ہوں جیسے اللہ عزوجل کی وحدانیت انبیاء کی نبوت جنت و نار و حشر و نشر وغیرہ مثلاً یہ اعتقاد کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام خاتم النبیین ہیں۔ حضور کے بعد کوئی نیا نبی پیدا نہیں ہو سکتا۔ عوام سے مراد وہ مسلمان ہیں جو طبقہ علماء میں نہ شمار کیے جاتے ہوں مگر علماء کی صحبت سے شرف یاب ہوں اور مسائل علمیہ سے ذوق رکھتے ہوں نہ وہ کہ دیہاتوں اور جنگل کے رہنے والے ہوں اور پہاڑوں میں زندگی بسر کرتے ہوں جو کلمہ بھی صحیح نہیں پڑھ سکتے کہ ایسے لوگوں کا ضروریاتِ دین سے ناواقف ہونا اس ضروری کو غیر ضروری نہ کر دے گا البتہ ان کے لیے یہ بات ضروری ہے کہ ضروریات دین کے منکر نہ ہوں اور یہ اعتقاد رکھتے ہوں کہ اسلام میں جو کچھ ہے وہ حق ہے ان سب پر اجمالی طور